لباس، زیورات پہننے اور دیگر زیب وزینت کرنے سے متعلق دار الافتاء اہلسنت
کی طرف سے جاری شدہ منتخب فتاویٰ کا شاندار مجموعہ بنام

فہرست

پیشِ لفظ

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے ، جس میں زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں ہدایات موجود ہیں ۔ نجی زندگی ہو خواہ معاشرتی ، اور سماجی مرحلہ ، عبادات کا معاملہ ہو یا معاملات کا ، انسان کے رہن سہن کی بات ہو یا کسی سے لین دین کی ، ہر معاملے میں اسلام اپنے ماننے والوں کو اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی حدود و قیود میں رہتے ہوئے زندگی کا سفر طے کرنے کی ہدایات کرتا ہے ۔

زیب و زینت ، حسن و جمال بھی انسانی زندگی کا اہم حصہ ہے خواہ وہ دل کی صفائی اور باطن کا حُسن ہو یا ظاہری جسم کی آرائش ، انسان کی فطرت یہی تقاضا کرتی ہے کہ دونوں ہی پاکیزگی کے اس معیار تک پہنچیں کہ جہاں کوئی بھی اسے حقارت کی نظروں سے نہ دیکھے اور اسے کسی پشیمانی اور پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔ صفائی ستھرائی اور زینت حاصل کرنے سے متعلق اسلام میں واضح ترغیبات موجود ہیں ، بالخصوص عبادت والی جگہوں کے پاس زینت اختیار کرنے کے حوالے سے قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا " یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ " یعنی : اے آدم کی اولاد ! اپنی زینت لو ، جب مسجد میں جاؤ ۔ (اعراف ، 31) اسی طرح ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے : " قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ " ترجمہ : تم فرماؤ : کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت ، جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی ؟ (اعراف ، 32)

اسی طرح بالوں سے متعلق نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا : " من كان له شعر فليكرمه " ترجمہ : جس کے بال ہوں ، تو وہ ان کا اکرام کرے ۔ (یعنی ان کو دھوئے ، تیل لگائے ، کنگھا کرے ۔) (ابو داؤد ، ج 4 ، ص 76 ، بیروت) ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو بال سنوار کر مسجد میں آنے کا فرمایا اور پھر فرمایا : " أَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدُكُمْ ثَائِرَ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ شَيْطَانٌ " یعنی : کیا یہ صورت اس سے بہتر نہیں کہ انسان شیطان کی طرح بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ آئے ۔ (موطا امام مالک ، ج 2 ، ص 176 ، بیروت)

اسی طرح لباس ، کپڑوں ، بدن ، منہ وغیرہ کی صفائی ستھرائی سے متعلق احادیث موجود ہیں ، حدیثِ پاک میں ہے : " طهروا هذه الأجساد طهركم الله " یعنی : تم اپنا ظاہر سنوارو ، باطن اللہ پاک سنوار دے گا ۔ (المعجم الکبیر ، ج 12 ، ص 446 ، قاہرہ) یہاں تک اسی صفائی ستھرائی کو دینِ اسلام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے ، چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے : " بني الدين على النظافة " یعنی دین کی بنیاد صفائی ستھرائی پر رکھی گئی ہے ۔ (الشفاء ، ج 1 ، ص 62 ، دار الفکر)

اس لیے اسلام نے جسم کی ظاہری حالت کو سنوارنے کے معاملے میں بھی کوئی تشنگی باقی نہیں چھوڑی ، بلکہ واضح انداز میں ہر معاملے میں کہ سر میں کنگھی کرنے کا معاملہ ہو یا بالوں کی کٹنگ کا ، چہرے پر کسی چیز سے زینت حاصل کرنی ہو یا ہاتھ پاؤں کو سنوارنا ہو ، انسان کا لباس ہو یا زیورات ، گھر میں شوہر وغیرہ کے لیے زینت اختیار کرنے کا پہلو ہو یا گھر سے باہر نکلتے ہوئے ان

چیزوں کی احتیاطیں، الغرض ہر معاملے میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو حد اعتدال میں رہتے ہوئے اس پہلو کو اپنانے کی ہدایت کی ہے کہ نہ تو بے ڈھنگے اور پراگندہ بالوں کو پسند کیا اور نہ ہی زیب و آرائش میں مبالغے کی تعریف کی، بلکہ درمیانہ راستہ اختیار کرتے ہوئے انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق محدود زیب و زینت اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، جبکہ ہمارا معاشرہ دیگر چیزوں کی طرح اس معاملے میں بھی بہت زیادہ افراط و تفریط کا شکار ہے کہ یا تو سرے سے ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہوئے ترک کر دیں گے یا پھر بہت زیادہ مبالغہ کریں گے اور حرام و حلال اور جائز و ناجائز کی پرواہ کیے بغیر گناہوں میں ملوث ہوتے چلے جائیں گے۔ اسی طرح کن کے سامنے کون سی زینت کر سکتے ہیں اور کن کے سامنے کون سی نہیں، اس کا بھی لحاظ نہیں رکھا جاتا، حالانکہ بناؤ سنگھار کو شوہر اور محارم کے علاوہ کے سامنے ظاہر کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے، اس میں سے بھی شوہر اصل ہے اور اچھی اور نیک نیت کے ساتھ شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرنے کو ثواب کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ تو جب اصل شوہر کے لیے ہی بناؤ سنگھار ہے۔ گھر میں شوہر کے سامنے بغیر بناؤ سنگھار کے رہنا اور گھر سے باہر جانے کے لیے طرح طرح کی زینت اختیار کرنا، یہ ہر گز شوہر کے لیے بناؤ سنگھار نہیں، بلکہ اجنبی و غیر محرم لوگوں کے لیے ہے۔ علامہ ابن حاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 737ھ) لکھتے ہیں: ”ہمارے زمانے میں عورتوں نے شریعت کی پابندی تو دور کی بات، اس کی خلاف ورزی کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے کہ اپنے گھروں میں (شوہروں کے سامنے) میلے کچیلے لباس، پراگندہ لباس اور پسینے میں شرابور رہتی ہیں کہ اگر کوئی اجنبی دیکھ لے، تو یقیناً نفرت ہی کرے، تو (ایسی حالت میں) شوہر کا اس عورت کے ساتھ رہنے کو کب دل کرے گا؟ اور جب یہی عورتیں گھر سے باہر نکلیں گی، تو عمدہ سے عمدہ لباس، زیورات پہن کر اور بن سنور کر راستے کے درمیان چلیں گی کہ جیسے کوئی نئی نویلی دولہن جا رہی ہو۔ یہ تمام طریقہ سنت سے اعراض اور سلف صالحین کے طور طریقوں کی خلاف ورزی ہے۔“

(المدخل لابن الحاج مالکی، ج 1، ص 244، 245، دار التراث)

الغرض اس معاملے میں انتہائی احتیاط، توجہ اور علم و شعور حاصل کرنے کی حاجت ہے، تاکہ خود بھی اور اپنے گھر والوں کو بھی کمی بیشی سے بچاتے ہوئے شریعت کی حد میں رہتے ہوئے یہ سارے کام کیے جائیں۔ دار الافتاء (دعوتِ اسلامی) کی طرف سے اس حوالے سے فتاویٰ جاری ہوتے رہے ہیں۔ دار الافتاء اہلسنت کا شعبہ نشر و اشاعت ان مختلف فتاویٰ کو ایک جگہ جمع کر کے ”زینت کے شرعی احکام“ کے نام سے کتابی شکل میں پیش کر رہا ہے، جس میں آپ پڑھ سکیں گے:

لباس

چہرے

بالوں

ہاتھ پاؤں

جیولری، زیورات وغیرہ کی زینت

ان چیزوں سے متعلق نماز روزہ اور زکوۃ وغیرہ کے مسائل

دورانِ عدت زیب و زینت حاصل کرنے کے احکام

اور دیگر بہت ساری چیزوں کے بارے میں معلومات بھی حاصل کر سکیں گے۔

اس کتاب کا خود بھی مطالعہ کریں اور دوسروں تک پہنچا کر ثواب حاصل کریں۔ رب کریم ہمارے قلوب و اذہان کو پاکیزہ فرمائے اور ایمان و عافیت کے ساتھ ہی ہمارا خاتمہ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری مدنی

مورخہ: 12 جمادی الاولی 1443ھ

مطابق 17 دسمبر 2021ء

لباس کی زیب وزینت کے متعلق شرعی احکام

فتویٰ:01

مسلمان کا لباس کیسا ہو؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی اسپیشل لباس پہننا ہوتا ہے اور پرانا لباس تبدیل کرنا ہوگا؟ یا جیسا لباس عرصہ دراز سے استعمال میں ہو، اسلام لانے کے بعد بھی ویسا ہی لباس پہنا جاسکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اسلام قبول کرنے کے بعد کوئی اسپیشل لباس پہننا ضروری نہیں ہے، ہاں جس لباس سے شریعت منع کرے جیسے ریشم یا ایسا لباس جس سے ستر پوشی نہ ہوسکے یا وہ کفار یا فساق کا مخصوص لباس ہو، تو اسے پہننے کی اجازت نہیں ہے اور بہتر یہ ہے کہ نیک اور باشرع مسلمانوں میں رائج عام لباس پہنا جائے۔

لباس کے حوالے سے اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فارسی میں ایک فتوی دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں (جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے): "قاعدہ کلیہ لباس پہننے میں یہ ہے کہ اس میں تین امور کی رعایت کرنی چاہیے: ایک یہ کہ اصل میں اس کا استعمال جائز ہو۔ مثلاً ریشمی، سنہری، زرد یا زعفران سے رنگا ہوا لباس مرد کے لیے علی الاطلاق جائز نہیں۔ (دوسرا یہ کہ) جس لباس کا تعلق ستر سے ہے، اس میں ستر کی رعایت ہو۔ جیسے مرد کے لئے زیر جامہ اور آزاد عورتیں سر سے لے کر پاؤں تک غیر محرم مردوں کے سامنے مکمل لباس پہنیں۔۔۔ لباس محل ستر پر اس طرح چسپاں ہو کہ اس عضو کی ہیئت نہ دکھائی دے جیسا کہ فتاوی شامی میں ذکر فرمایا اور میں نے اس کے حواشی میں اس کی تحقیق کر دی۔ (تیسری بات) لباس کی وضع کا لحاظ رکھا جائے کہ کافروں کی شکل وصورت اور فاسقوں کے طرز وطریقے پر نہ ہو۔۔۔ پس مردوں اور عورتوں کا مسنون لباس چادر، تہبند، جبہ، کرتہ ہے؛ شلوار یعنی زیر جامہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پہنا، لیکن پہننے والوں کی تعریف فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے خریدنا، ثابت ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج22، ص190تا193، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

13محرم الحرام1440ھ/24ستمبر2018ء

فتویٰ:02

کلف والا لباس اور تنگ لباس پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کلف، نشاستہ دئے ہوئے کپڑے پہننا کیسا ہے؟ پردے میں رہ کر تنگ کپڑے پہننا کیسا ہے؟ کہتے ہیں کہ جو دنیا میں تنگ کپڑے پہنتا ہے، مرنے کے بعد اس کی قبر بھی تنگ ہو جاتی ہے کیا یہ بات درست ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

کلف اور نشاستہ دیا ہو کپڑا پہن سکتے ہیں، کہ ممانعت کی کوئی وجہ نہیں، البتہ ایسا کپڑا تکبر یا فخر کے طور پر پہنے تو گناہ ہے یا کپڑا ایسا تنگ ہو کہ اس سے اعضاء کی ہیئت معلوم ہو تو لوگوں کے سامنے پہننا منع ہے، لیکن یہ چیزیں مذکورہ بالا کپڑوں کے ساتھ خاص نہیں۔ کسی بھی کپڑے میں یہ وصف پایا جائے تو یہی حکم ہوگا۔ بغیر کسی شرعی وجہ کے ایسا تنگ کپڑا لوگوں کے سامنے پہنا جس سے بد نگاہی ہو یا تکبر و فخر کے طور پر ایسا لباس پہنا، تو ممکن ہے کہ گناہ ہونے کی وجہ سے بطورِ عذاب ایسی میت کے لئے قبر تنگ ہو جائے، لیکن بطورِ خاص اسی عمل پر کوئی ایسی وعید نظر سے نہیں گزری۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں" ایسا دبیز کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو مگر بدن سے بالکل چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہے ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی مگر اس عضو کی طرف دوسرے کو نگاہ کرنا، جائز نہیں اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا بھی منع ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ 3، جلد 1، صفحہ 480، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

09 جمادی الثانی 1427ھ 06 جولائی 2006ء

فتویٰ: 03

کیا مرد بوسکی کا کپڑا پہن سکتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مرد کا بوسکی کا لباس پہننا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مارکیٹ میں بہت ساری اَقسام کی ''**بوسکی**''موجود ہے۔ عام طور پر جس ''بوسکی'' نام کے کپڑے کو بیچا جاتا ہے، اُس میں چمک، ملائمت اور لچک موجود ہوتی ہے، مگر اُس کی بناوٹ اور تیاری میں خالص ریشم کا استعمال نہیں ہوتا، بلکہ مصنوعی طور پر ریشم جیسی خصوصیات پیدا کرنے کے لیے خالص ریشم کے علاوہ دیگر ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں، لہٰذا ایسا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں، کہ جب اُس کپڑے میں ریشم کا استعمال ہی نہیں، تو اس کے ممنوع ہونے کی وجہ بھی موجود نہیں، لہٰذا مرد کو اِس طرح کی بوسکی پہننا جائز ہے، البتہ معلومات کے مطابق بعض مہنگی اور اعلیٰ قسم کی بوسکی میں ریشم کے کیڑے سے حاصل شدہ خالص ریشم استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا خالص ریشم استعمال ہونے کی صورت میں مرد کا اُسے پہننا حرام ہوگا، مگر وہ کپڑا پہننے کے حرام ہونے کا دارومدار نیچے دی گئی دو صورتیں پائے جانے پر ہوگا۔

1. اُس کپڑے کی تیاری میں تانا اور بانا دونوں ریشم کے ہوں۔
2. تانا اگرچہ ریشم کا نہ ہو، مگر بانا میں استعمال ہونے والا دھاگہ مکمل ریشم کا ہو۔

اگر مکمل تصدیق کے ساتھ اِس بات کا علم ہو جائے کہ بوسکی میں مذکورہ دو صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے مطابق کیڑے سے پیدا شدہ ریشم استعمال کیا گیا ہے، تو مرد کے لیے اُس کا استعمال شرعاً ناجائز و گناہ اور حرام ہے۔

چنانچہ ریشم کی حرمت کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إن ھذین حرام علی ذکور أمتي، حل لإناثھم'' ترجمہ: بے شک اِن دونوں (ریشم اور سونے) کا استعمال میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب لبس الحریر الخ، صفحہ 257، مطبوعہ کراچی)

تانا بانا دونوں ریشم کے ہوں تو کپڑا پہننا حرام ہے، چنانچہ علامہ ابو المعالی بخاری حنفی رَحمۃُ اللہ (سالِ وفات:616ھ/1219ء) لکھتے ہیں:"ولبس الحرير الخالص حرام"ترجمہ: خالص ریشم پہننا حرام ہے۔

(المحیط البرہانی، جلد5، کتاب الطلاق، الفصل الحادی عشر، صفحہ348، مطبوعہ بیروت)

تانا ریشم کا ہو، مگر بانا کسی اور دھاگے کا ہو، تو ایسا کپڑا پہننا جائز ہے، چنانچہ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:"و يحل (لبس ما سداه ابريسم **ولحمته غيره**) ككتان و قطن و خز لأن الثوب إنما يصير ثوباً بالنسج، والنسج باللُحمة، فكانت هي المعتبرة دون السدي"ترجمہ: مرد کے لیے ایسا لباس پہننا کہ جس کا تانا ریشم کا ہو اور بانا کسی اور چیز مثلاً سَن (ایک پودا جس سے ریشے حاصل کیے جاتے ہیں)، سُوت (کاٹن/Cotton) یا اُون کا ہو تو یہ جائز ہے، کیونکہ کپڑے کے کپڑا ہونے کا دار و مدار بُنے جانے پر ہوتا ہے اور بُننا"بانے"سے ہوتا ہے، لہذا کپڑے میں بانے کا ہی اعتبار ہوتا ہے، تانے کا اعتبار نہیں ہوتا۔

(تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، جلد9، کتاب الحظر والاباحۃ، صفحہ588، مطبوعہ کوئٹہ)

البتہ اگر دِکھنے میں ریشم ہی ریشم محسوس ہو رہا ہو تو پہننا مکروہ ہے، چنانچہ بہارِ شریعت میں ہے:"تانا ریشم ہو اور بانا سوت، مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہے کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہے تو اُس کا پہننا مکروہ ہے۔"

(بہارِ شریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ410، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بانا ریشم کا ہو اور تانا اگرچہ کسی اور دھاگے کا ہو، ایسا کپڑا پہننا حرام ہے، کہ کپڑے میں اعتبار"بانے"کا ہی ہوتا ہے، چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان رَحمۃُ اللہ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں:"حرم ما لحمته حرير لا ما سداه لأنه لم يتمّ الثوب إذ ذاك"ترجمہ: ایسا کپڑا پہننا حرام ہے کہ جس کا"**بانا**"ریشم کا ہو اور"**تانا**"ریشم کا نہ ہو، کیونکہ کپڑا بانے کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا۔(یعنی کپڑے میں بنیادی حیثیت بانے کی ہے، تانے کی نہیں۔)

(جد الممتار، جلد4، صفحہ530، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

"تانا بانا"سے کیا مراد ہے؟ اِس کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رَحمۃُ اللہ (سالِ وفات:1391ھ/1971ء) لکھتے ہیں:"لمبا تار تانا کہلاتا ہے، چوڑائی والا تار جو بُنا جاتا ہے، اُسے بانا کہتے ہیں، بانے کا اعتبار ہے تانے کا نہیں۔۔۔اصل ریشم کی پہچان یہ ہے کہ اُس کو جلاؤ تو اُس سے گوشت جلنے کی سی بو آتی ہے۔"

(مراۃ المناجیح، جلد6، کتاب اللباس، صفحہ126، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات)

اگر کپڑا ایسا ہو کہ لچک، چمک اور ملائمت سب ریشم جیسی ہو، مگر حقیقت میں اُس کے اندر ریشم کی ملاوٹ

اور آمیزش نہ ہو، تو اُسے پہننا جائز ہے، اگرچہ اُسے عرفاً ریشم کا نام دے دیا جائے، کہ نام رکھ دینے سے چیز کی حقیقت نہیں بدلتی، چنانچہ امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ سے ریشم نُما جاپانی اور وِلایتی سِلک کپڑوں کے پہننے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رحمہ اللہ نے لکھا: ”سِلک کو بعض نے کہا کہ انگریزی میں ریشم کا نام ہے، اگر ایسا ہو بھی، تو اعتبار حقیقت کا ہے، نہ کہ مجرد نام کا، بر بنائے تشبیہ بھی ہوتا ہے، جیسے ”ریگ ماہی“ مچھلی نہیں۔ ”جرمن سلور(German Silver)“ چاندی نہیں۔ جو کپڑے ”رام بانس“ یا کسی چھال وغیرہ چیز غیر ریشم کے ہوں، اگرچہ صناعی سے اُن کو کتنا ہی نرم اور چمکیلا کیا ہو، مرد کو حلال ہیں اور اگر خالص ریشم کے ہوں یا بانا ریشم ہوا گرچہ تانا کچھ ہو تو حرام ہے۔ یہ امر اُن کپڑوں کو دیکھ کر یا اُن کا تار جلا کر واقفین سے تحقیق کر کے معلوم ہو سکتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد22، صفحہ194، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر کوئی کپڑا خالص ریشم سے تیار شدہ نہ ہو، مگر اپنی ملائمت، چمک اور لچک کے سبب ریشم محسوس ہو تو اُسے پہننے کا جواز اپنی جگہ، مگر نہ پہننا بہتر ہے، تاکہ لوگوں کو بدگمانی کا موقع نہ ملے، چنانچہ صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحِمَہُ اللہ (سالِ وفات: 1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں: ”ریشم کیڑے سے پیدا ہوتا ہے، آج کل درختوں کی چھال کو باریک کر کے بھی ریشم بناتے ہیں، مگر یہ نہ حقیقتاً ریشم ہے نہ اُس کا پہننا حرام ہے، اگر یہ ”چائنہ سِلک“ نقلی ریشم ہو تو جائز ہو گا۔ جو لوگ اِس کے ماہر ہیں، وہ شناخت کر سکیں گے، کہ یہ اصلی ریشم ہے یا نقلی، بظاہر دیکھنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصلی ریشم ہے، بہر حال اگر اس کا نقلی ہونا ثابت ہو جائے، تو حرام نہ ہو گا، پھر بھی احتیاط چاہیے کہ اگرچہ حرام نہ ہو، مگر لوگوں کو بدگمانی کا موقع ہے اور ایسے امور سے پرہیز چاہیے۔ حدیث میں ہے: اتقوا مواضع التھم (ترجمہ: تہمتوں کی جگہوں سے بچو)۔“

(فتاویٰ امجدیہ، جلد4، کتاب الحظر والاباحۃ، صفحہ64، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

06ذوالحجۃ الحرام1442ھ/17جولائی2021ء

فتویٰ: 04

ریشمی کپڑے کا حکم اور مرد کا اسٹون واش، سلک وغیرہ پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا ریشم کا کپڑا مرد کے لئے

پہننا جائز ہے؟اور آجکل مارکیٹ میں جو مختلف قسم کے کپڑے آئے ہوئے ہیں جو بظاہر ریشم کے لگتے ہیں جیسے جاپانی کپڑا، اسٹون واش اور سلک وغیرہ کیا ان کا پہننا جائز ہے یا ناجائز؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مرد کے لئے ریشمی کپڑا پہننا، ناجائز و حرام ہے، احادیث میں ریشمی کپڑا پہننے والے مرد کے بارے میں بہت سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔جیساکہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:"لا تلبسوا الحرير فانه من لبسه في الدنيا لم يلبسه في الآخرة "ترجمہ: ریشم نہ پہنو کیونکہ جو اسے دنیامیں پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (صحیح بخاری، ج02، ص967، مطبوعہ لاھور)

ایک اور مقام پر نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"انما يلبس الحرير من لا خلاق له في الآخرة"ترجمہ: جو ریشم پہنے گا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری، ج06، ص867، مطبوعہ لاھور)

علامہ تمرتاشی رحمۃ اللہ تعالی علیہ "تنویر الابصار" میں ارشادفرماتے ہیں:"یحرم لبس الحریرو لو بحائل علی المذھب علی الرجل لا المرأۃ"ترجمہ: مرد کو ریشم پہننا حرام ہے اگرچہ ریشم اور اس کے بدن کے درمیان کوئی چیز حائل ہو، صحیح مذھب کے مطابق اور عورت پر ریشم حرام نہیں۔

(تنویر الابصار متن درمختار مع الشامی، ج09، ص506، مطبوعہ ملتان)

البتہ اگر کپڑے، جبے یا عمامہ وغیرہ پر ریشم کے حاشیہ یا بیل کی چوڑائی چار انگل سے کم ہو تو اس کا استعمال کرنا مرد کے لئے جائز ہے۔جیساکہ صحیح مسلم میں ہے کہ "أن عمررضی اللہ تعالی عنه خطب الناس بالجابیة فقال نھی نبی اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم عن لبس الحریر الا موضع اصبعین اوثلاث اواربع واشاربکفه"ترجمہ: بیشک حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مقام جابیہ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا سوائے دو یا تین یا چار انگل کے مقدار کے اور اپنی ہتھیلی سے اشارہ کیا۔

(صحیح مسلم، باب استعمال اناء الذھب، ج02، ص191، مطبوعہ لاھور)

علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:"یحرم لبس الحریر علی الرجل الا قدر اربع

اصابع کاعلام الثوب "ترجمہ: مرد کو ریشم پہننا حرام ہے سوائے چار انگلیوں کی مقدار، جیسے کپڑے میں نقوش۔ (درمختار مع ردالمحتار، ج 09، ص 507، مطبوعہ ملتان)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس کے تحت فرماتے ہیں، "ومثلہ فیما یظھر طرۃ الطربوش ای القلنسوۃ مالم تزد علی عرض اربع اصابع "ترجمہ: اور اسی کے مثل حکم ٹوپی کے کناروں میں ظاہر ہوتا ہے جب تک چار انگلیوں کے عرض سے زائد نہ ہو۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج 09، ص 507، مطبوعہ ملتان)

تبیین الحقائق میں ہے: "حرم لبس الحریر للرجل لاللمرأۃ الا قدر أربع أصابع "ترجمہ: ریشم پہننامرد کے لئے حرام ہے نہ کہ عورت کے لئے، سوائے چار انگل کی مقدار کے۔

(تبیین الحقائق، فصل فی اللبس، ج 06، ص 340، مطبوعہ بیروت)

اور اگر تھوڑا تھوڑا کرکے متفرق طور پر کپڑے وغیرہ پر کام ہو اگرچہ چار انگل سے زائد ہو تب بھی جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: وظاھر المذھب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ "ترجمہ: اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرق کو جمع نہیں کیا جائے گا اگرچہ عمامہ میں ہو جیسا کہ قنیہ میں مذکور ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، ج 09، ص 507، مطبوعہ ملتان)

اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "(ریشم) چار انگل سے زائد ناجائز اور اس کا استعمال ممنوع ہے اور متفرق ریشم کا کام ہو خواہ سونے چاندی کا جمع نہ کیا جائے گا جب تک مثل مغرق کے نظر نہ آتا ہو۔" (فتاوی رضویہ، ج 22، ص 175، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دوسرے مقام پر اعلی حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: "یوہیں چاندی سونے کے کام کے دوشالے، چادر کے آنچلوں، عمامے کے پلوؤں، انگرکھے، کرتے، صدری، مرزائی وغیرہا کی آستینوں، دامنوں، چاکوں، پردوں، تولیوں، جیبوں پر ہو، گریبان کا کنٹھا، شانوں پشت کے پان ترنج، ٹوپی کا طرہ، مانگ، گوٹ پر کام، جوتے کا کنٹھا گچھا، کسی چیز میں کہیں کیسی ہی متفرق بوٹیاں یہ سب جائز ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی تنہا چار انگل کے عرض سے زائد نہ ہو اگرچہ متفرق کام ملا کر دیکھیں تو چار انگل سے بڑھ جائے، اس کا کچھ ڈر نہیں کہ یہ بھی تابع قلیل ہے اور اگر کوئی بیل بوٹا تنہا چار انگل عرض سے زیادہ ہو تو ناجائز کہ اگرچہ تابع ہے مگر قلیل

نہیں۔" (فتاوی رضویہ،ج22،ص133،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مذکورہ بالا احادیث اور جزئیات اس حقیقی ریشم کی حرمت کے بارے میں ہیں جو کیڑے کے لعاب سے پیدا ہوتا ہے اور انتہائی مضبوط و نرم ہوتا ہے۔جیسا کہ اردو لغت میں اس کی تعریف کچھ یوں بیان کی گئی ہے ۔"ریشم :ایک کیڑے کے منہ کے لعاب کا تار جو نہایت مضبوط،نرم اور چکنا ہوتا ہے۔یہ عموماً ریشمی کپڑا بنانے کے کام آتا ہے۔" (اردو لغت،ج10،ص987،مطبوعہ اردو لغت بورڈ، کراچی)

اور ریشم کے کیڑے کی تعریف کچھ یوں ہے،"ریشم کا کیڑا: چھوٹا کیڑا جو شہتوت کے درخت پر پالا جاتا ہے اس کے لعاب دہن سے ریشم کا تار حاصل ہوتا ہے۔" (اردو لغت،ج10،ص987،اردو لغت بورڈ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:"شرعاً حریر(ریشم)اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کیڑے کے لعاب سے بنایا جائے۔" (فتاوی رضویہ،ج22،ص181،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:"ریشم کے کپڑے پہننا مردوں پر حرام ہے، حدیث میں ارشاد ہوا:"محرم علی ذکور امتی"ریشم کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔"

(فتاوی امجدیہ،ج04،ص64،مطبوعہ دار العلوم امجدیہ)

لہذا حقیقتاً ریشم وہی ہے جو ریشم کے کیڑے کے لعاب سے پیدا ہوتا ہے،اور اسی کی حرمت منصوص ہے۔ اس کے علاوہ وہ کپڑے جو بظاہر ریشم کے محسوس ہوتے ہیں، جیسے اسٹون واش، سلک وغیرہ،ان کے بارے میں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ان میں اصلی ریشم(یعنی جو مخصوص کیڑے کے لعاب سے بنتا ہے) نہیں ہوتا بلکہ عموماً ان میں پولیسٹر یا نقلی ریشم ہوتا ہے یا ریڈیم کی ملاوٹ کر کے شائنگ اور چمک پیدا کی جاتی ہے جس سے کپڑا ریشمی معلوم ہوتا ہے۔اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو ایسے کپڑوں کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ شرعاً ریشم وہی حرام ہے جو اصلی ہو۔جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن "فتاوی رضویہ"میں ارشاد فرماتے ہیں:"سلک کو بعض نے کہا کہ انگریزی میں ریشم کا نام ہے،اگر ایسا ہو بھی تو اعتبار حقیقت کا ہے نہ کہ مجرد نام کا،بربنائے تشبیہ بھی ہو سکتا ہے جیسے ریگ ماہی، مچھلی نہیں، جرمن سلور، چاندی نہیں۔جو کپڑے رام بانس یا کسی چھال وغیرہ چیز غیر ریشم کے ہوں اگرچہ صناعی سے ان کو کتنا ہی نرم اور چمکیلا کیا ہو مرد کو حلال ہیں۔"

(فتاوی رضویہ،ج22،ص194،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ ایسا کپڑا جو بظاہر ریشم معلوم ہو مگر درحقیقت ریشم نہ ہو، تو اس کا استعمال کرنا، جائز ہے۔ البتہ ایسا کپڑا پہننے سے لوگ بدگمانی میں مبتلا ہوں گے اس لئے بچنا بہتر ہے، خصوصاً وہ حضرات جو عوام الناس کے درمیان کسی دینی منصب پر فائز ہوں جیسے علماء کرام اور مشائخ عظام، انہیں زیادہ احتیاط چاہیے۔ جیسا کہ صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''ریشم کے کپڑے مرد کے لئے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صوتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں... سن اور رام بانس کے کپڑے جو بظاہر بالکل ریشم معلوم ہوتے ہوں، ان کا پہننا اگرچہ ریشم کا پہننا نہیں مگر اس سے بچنا چاہیے۔ خصوصاً علما کو کہ لوگوں کو بدظنی کا موقع ملے گا یا دوسروں کو ریشم پہننے کا ذریعہ بنے گا۔''

(بہارشریعت، ج03، ص410، 411، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

22شوال المکرم 1433ھ 10ستمبر 2012ء

فتویٰ:05

مرد کا سلک اور ویلوٹ پہننا اور بچوں کو ریشمی کفن دینا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(1) مردوں کے لئے جو ریشم پہننے کی ممانعت ہے اس سے کونسا ریشم مراد ہے؟ آج کے دور میں جو ریشم ہے کیا وہ بھی اس میں شامل ہے؟ نیز سلک، ویلوٹ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ اور نابالغ کے لئے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(2) سفید ریشمی کپڑا بچوں کو کفن کے طور پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) کپڑا تیار کرنے میں اگر تانا بانا (جو دھاگا لمبائی میں ہو وہ تانا کہلاتا ہے اور جو چوڑائی میں ہو وہ بانا) دونوں ریشم کے ہوں یا صرف بانا ریشم کا ہو تو وہ کپڑا مَردوں کے لئے پہننا حرام ہے۔ لیکن یہاں ریشم سے وہ

وہ ریشم مراد ہے جو ریشم کے کیڑے سے بنتا ہے۔اس کے علاوہ کسی اور چیز سے بنا ہوا کپڑا حرام نہیں اگرچہ اسے ریشم کا نام دیا جاتا ہو۔لہٰذا آج کل جس کپڑے کو ریشم کہا جاتا ہے وہ اگر اس ریشم کے کیڑے سے نہیں بنایا جاتا بلکہ کسی اور چیز سے بنایا جاتا ہے تو وہ حلال ہے۔یونہی سلک، ویلوٹ وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔اصلی ریشم کی صحیح پہچان تو اس کی واقفیت رکھنے والے ہی کر سکتے ہیں، ہاں علماء نے اس کی ایک نشانی یہ لکھی ہے کہ اصلی ریشم کو جلانے سے گوشت کے جلنے جیسی بو آتی ہے۔

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سلک کے کپڑے کے بارے میں سوال ہوا کہ کیا یہ ریشم میں داخل ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں آپ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''سلک کو بعض نے کہا کہ انگریزی میں ریشم کا نام ہے۔اگر ایسا ہو بھی تو اعتبار حقیقت کا ہے نہ کہ مجرد نام کا، بر بنائے تشبیہ بھی ہوتا ہے جیسے ریگ ماہی مچھلی نہیں۔جرمن سلور، چاندی نہیں۔جو کپڑے رام بانس یا کسی چھال وغیرہ چیز غیر ریشم کے ہوں اگرچہ صناعی سے ان کو کتنا ہی نرم اور چمکیلا کیا ہو مرد کو حلال ہیں اور اگر خالص ریشم کے ہوں یا بانا ریشم ہو اگرچہ تانا کچھ ہو تو حرام ہے۔یہ امر ان کپڑوں کو دیکھ کر یا ان کا تار جلا کر واقفین سے تحقیق کر کے معلوم ہو سکتا ہے ۔واللہ تعالی اعلم۔'' (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ194، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

امام اہلسنت سے ایک اور کپڑے "ٹسر" کے متعلق سوال ہوا جو ریشم کے علاوہ کسی اور کیڑے سے بنایا جاتا تھا تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام اہلسنت لکھتے ہیں: ''اللھم لک الحمد، جو کپڑا فقیر نے دیکھا ہے اور اس کے متعلق بیان سائل نظر سے گزرا، اس نے صورۃ وصفۃ حریر سے مشابہت نہ پائی۔یہ بہت خشن کثیف، ردی، اکثر معمولی کپڑوں سے بھی گری حالت میں ہے اسے نعومت، ملاست، نظافت، ایراث، تزین، وتکبر وتفاخر سے کچھ علاقہ نہیں۔قیمت میں بھی سنا گیا ہے، کہ بہت ارزاں ہے۔وہ کرم جس سے یہ پیدا ہوتا ہے مسموع ہوا کہ وہ دود القز کے علاوہ اور کیڑا ہے۔اس کی غذا ورق فرصاد یعنی برگ توت ہے اور اس کی ورق الخروع یعنی برگ بید انجیر جسے ہندی میں انڈی اور دیار بنگلہ میں رینڈی کہتے ہیں۔اسی مناسبت سے یہ کپڑا وہاں انھیں ناموں سے مسمی ہے، اصل اشیاء میں اباحت ہے۔جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔۔۔ادعائے تحریم کے لئے لازم ہے کہ شرع سے خاص اس کپڑے کی حرمت پر دلیل قائم ہو یا ثبوت کافی دیا جائے کہ شرعا حریر اس کپڑے کو کہتے ہیں کہ جو کیڑے کے لعاب سے بنایا جائے اگرچہ دود القز کا غیر ہو اگرچہ

اس میں کوئی وجہ تزیّن وتفاخر وتشبہ بالجبابرۃ والاکاسرۃ کی نہ ہو ودونھما خرط القتاد بالجملہ جب تک تحریم ثابت نہ ہو اباحت اصلیہ شرعیہ پر عمل سے کوئی مانع نہیں، قال اللہ تعالیٰ خلق لکم مافی الارض جمیعا واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ179تا181، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں "ریشم سے مراد اصل یعنی کیڑے کا ریشم، کیونکہ سن کا ریشم اور دریائی ریشم مرد کو حلال ہے کہ وہ ریشم نہیں ہے۔ ریشم اصل کی پہچان یہ ہے کہ اس کو جلاؤ تو اس سے گوشت کے جلنے کی سی بو آتی ہے۔" (مراۃ المناجیح، جلد6، صفحہ126، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات)

واضح رہے کہ نقلی ریشم جس طرح بالغ مردوں کو حلال ہے یوں ہی نابالغ بچوں کے لئے بھی جائز ہے، البتہ اصلی ریشم نابالغ لڑکوں کو پہنانا حرام ہے اور گناہ پہنانے والے پر ہے، چنانچہ بہار شریعت میں ہے "نابالغ لڑکوں کو بھی ریشم کے کپڑے پہنانا حرام ہے اور گناہ پہنانے والے پر ہے۔"

(بہار شریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ415، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(2) اصل ریشم تو جس طرح زندگی میں بچے کو نہیں پہنا سکتے اسی طرح مرنے کے بعد کفن میں دینا بھی جائز نہیں اور لڑکی کو جس طرح زندگی میں جائز ہے اسی طرح کفن میں بھی جائز ہے اور اگر نقلی ریشم ہے تو وہ لڑکے و لڑکی دونوں کے لئے جائز ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لہذا ان دونوں کے کفن میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

بہار شریعت میں ہے "کسم یا زعفران کا رنگا ہوا یا ریشم کا کفن مرد کو ممنوع ہے اور عورت کے لیے جائز یعنی جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے، اُس کا کفن دیا جا سکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز، اُس کا کفن بھی ناجائز۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ819، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبـــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد ساجد عطاری
23جمادی الثانی1438ھ/23مارچ2017ء

فتویٰ:06

مرد کے لیے سونے کے بٹن لگانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مرد کے لئے سونے کے بٹن لگانا

، جائز ہے یا نہیں ؟آجکل بٹن کا کچھ زیادہ رواج چلا ہوا ہے، شرعی رہنمائی فرمائیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سونے کے بٹن لگانا، جائز ہے جبکہ بٹن زنجیر کے بغیر ہوں اور اگر زنجیر والے بٹن ہوں تو پھر ان کا استعمال جائز نہیں کہ یہ زنجیر زیور کے حکم میں ہے اور اس کا استعمال مرد کے لئے حرام ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ الرحمہ در مختار میں فرماتے ہیں "لا باس بازرار الدیباج والذھب" ترجمہ: ریشم اور سونے کے بٹن لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

(در مختار، کتاب الحظر والاباحۃ جلد 9، صفحہ 586، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں: "سونے چاندی کے بٹن کرتے یا اچکن میں لگانا، جائز ہے، جس طرح ریشم کی گھنڈی جائز ہے یعنی جبکہ بٹن بغیر زنجیر ہوں اور اگر زنجیر والے بٹن ہوں تو ان کا استعمال ناجائز ہے کہ یہ زنجیر زیور کے حکم میں ہے، جس کا استعمال مرد کو ناجائز ہے۔"

(بہار شریعت، جلد 3، حصہ 16، صفحہ 415، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

15 ذو الحجۃ الحرام 1439ھ / 27 اگست 2018ء

فتویٰ: 07

جاندار کی تصاویر والے کپڑے بچوں کو پہنانا اور ان کی خرید و فروخت کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جاندار کے چہرے کی تصویر والے لباس بنانا اور بیچنا جائز ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

کسی جاندار کی تصویر جس میں اُس کا چہرہ موجود ہو اور اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھیں تو اعضاء کی تفصیل بالکل واضح نظر آئے، اس طرح کی تصویر والے لباس بنانا، بیچنا، پہننا، پہنانا سب ناجائز ہے۔

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ المصورون۔ اخرجہ احمد و مسلم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سب سے زیادہ سخت عذاب روز قیامت ان پر ہو گا جو جاندار کی تصویر بناتے ہیں۔ امام احمد اور مسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تخریج فرمائی ہے۔)

اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں: جو تصویر دار کپڑے بنائے بیچے اس کی گواہی مردود ہے۔ فی الھندیۃ عن المحیط عن الاقضیۃ اذا کان الرجل یبیع الثیاب المصورۃ اوینسجھا لاتقبل شھادتہ (فتاویٰ ہندیہ میں محیط عن الاقضیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص تصویروں والے کپڑے بنائے یا بیچے تو اس کی گواہی نامقبول ہے)۔''

(فتاوی رضویہ، ج24، ص60-559، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی رضویہ میں ہے: ''فوٹو ہو یا دستی تصویر پوری ہو یا نیم قد، بنانا، بنوانا سب حرام ہے نیز اس کا عزّت سے رکھنا حرام اگرچہ نصف قد کی ہو کہ تصویر فقط چہرہ کا نام ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اشد الناس عذابا یوم القیامۃ من قتل نبیا اوقتلہ نبی والمصورون: '' (قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس پر ہے جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا اسے نبی نے قتل فرمایا اور تصویر والوں پر) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان الملئکۃ لاتدخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ'' (رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو) امام اجل ابو جعفر طحاوی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں: ''الصورۃ ھوالرأس ''(فقط چہرہ تصویر ہے)'' (فتاوی رضویہ، ج24، ص568، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی رضویہ میں ہے: ''کسی جاندار کی تصویر جس میں اس کا چہرہ موجود ہو اور اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے سے دیکھیں تو اعضا کی تفصیل ظاہر ہو، اس طرح کی تصویر جس کپڑے پر ہو اس کا پہننا، پہنانا یا بیچنا، خیرات **کرنا سب ناجائز ہے**، اور اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔''

(فتاوی رضویہ، ج24، ص567، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــه

مفتی فضیل رضا عطاری

04صفر المظفر 1438ھ 05نومبر 2016ء

فتویٰ:08

جانوروں کے کارٹون والے کپڑے بچوں کو پہنانا کیسا؟

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بچوں کوایسے کپڑے جن پر بلی ،کتاوغیرہ جانوروں کے واضح کارٹون بنے ہوتے ہیں،ایسے کپڑے بچوں کو پہنانا، جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

کارٹونز کی تصویر کسی زندہ وجاندار کی حکایت کرے تو وہ کارٹون جاندار کی تصویر کے حکم میں ہے اور کسی جاندار کی تصویر جس میں اس کا چہرہ موجود ہو اور اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضا کی تفصیل ظاہر ہو، اس طرح کی تصویر جس کپڑے پر ہو اس کا پہننا اور پہنانا سب ناجائز و گناہ ہے۔

بحر الرائق شرح کنزالد قائق میں ہے ”ولبس ثوب فیه تصاویر لانه یشبه حامل الصنم فیکره وفی الخلاصةو تکره التصاویر علی الثوب صلی فیه اولم یصل وھذه الکراھة تحریمیة“ ترجمہ: اور ایسا کپڑا پہننا جس میں تصاویر ہوں مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں بت اٹھانے والے کے ساتھ مشابہت ہے اور خلاصہ میں ہے کہ تصاویر والے کپڑے میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے مکروہ ہے اور یہ کراہت تحریمی ہے۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد2، صفحہ 29، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”کسی جاندار کی تصویر جس میں اس کا چہرہ موجود ہو اور اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے سے دیکھیں تو اعضا کی تفصیل ظاہر ہو، اس طرح کی تصویر جس کپڑے پر ہو اس کا پہننا، پہنانا یا بیچنا، خیرات کرنا سب ناجائز ہے، اور اسے پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ ایسے کپڑے پر سے تصویر مٹادی جائے یا اس کا سر یا چہرہ بالکل محو کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس کا پہننا، پہنانا، بیچنا، خیرات کرنا، اس سے نماز، سب جائز ہو جائے گا۔ اگر وہ ایسے پکے رنگ کی ہو کہ مٹ نہ سکے دھل نہ سکے تو ایسے ہی پکے رنگ کی سیاہی اس کے سر یا چہرے

پر اس طرح لگادی جائے کہ تصویر کا اُتنا عضو محو ہو جائے صرف یہ نہ ہو کہ اتنے عضو کا رنگ سیاہ معلوم ہو کہ یہ محو و منافی صورت نہ ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ شریف، جلد 24، صفحہ 567، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو چیز خود پہننا ناجائز ہو وہ چیز کسی نابالغ کو پہنانا بھی ناجائز ہے، چنانچہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے: "و کرہ الباس ذھب و حریر صبیالان التحریم لماثبت فی حق الذکور وحرم اللبس حرم الالباس کالخمرلماحرم شربھا حرم سقیھاللصبی "ترجمہ: چھوٹے بچوں کو سونے والا اور ریشمی لباس پہننا مکروہ (تحریمی) ہے اس لئے کہ مردوں کے حق میں حرمت ثابت ہو گئی ہے اور جس کا پہننا حرام ہے اس کا پہنانا بھی حرام ہے جیسا کہ شراب جب اس کا پینا حرام ہے تو بچے کو اس کا پلانا بھی حرام ہے۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد 8، صفحہ 217، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

البتہ کوئی ایسا کارٹون ہو جو کسی جاندار و زندہ کی حکایت نہ کرتا ہو بلکہ فرضی و خیالی بے جان اشیاء جیسے کوئی ڈبہ وغیرہ دوڑتا دکھائی دے تو ایسا کپڑا پہننا، پہنانا وغیرہ جائز ہے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

01 رمضان المبارک 1435ھ 31 مئی 2014ء

فتویٰ: 09

سیاہ لباس پہننے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ سیاہ رنگ کا لباس پہننا شرعاً کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سیاہ کپڑے بطورِ سوگ پہننا ناجائز و گناہ ہے سوائے عورت کے کہ وہ اپنے شوہر کی وفات کے غم میں صرف تین دن تک پہن سکتی ہے اور تین دن کے بعد اس کے لئے بھی جائز نہیں۔ اور اگر سیاہ کپڑے بطورِ سوگ یا اظہارِ غم کے لئے نہ پہنے جائیں تو جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ بطورِ سوگ سیاہ کپڑے پہننے کے ناجائز ہونے کے بارے میں فتاوی عالمگیری میں ہے: " لا یجوز صبغ الثیاب اسود تأسفا علی المیت "ترجمہ: میت کے سوگ کے طور پر سیاہ رنگ کے کپڑے پہننا جائز نہیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع، ج 5، ص 333، مطبوعہ کوئٹہ)

عورت کا اپنے شوہر کی وفات کے غم میں تین دن تک سیاہ کپڑے پہننے کے جواز کے بارے میں علامہ عالم بن علاء الانصاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "وفی الیتیمۃ سئل ابو الفضل عن المرأۃ یموت زوجھا او ابوھا او غیرھا من الاقرباء فتصبغ ثوبھا اسود فی المتن فتلبسھا شھرین او ثلاثۃ او اربعۃ تأسفا علی المیت ھل تعذر فی ذلک؟ فقال: لا، وسئل عنھا علی بن احمد فقال: لا تعذر وھی آثمۃ فی ذلک الا الزوجۃ فی حق زوجھا فانھا تعذر الی ثلاثۃ ایام "ترجمہ: اور "یتیمہ" میں ہے کہ علامہ ابو الفضل سے ایسی عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس کا شوہر یا والد یا کوئی اور رشتے دار فوت ہو گیا، تو اس نے اپنے کپڑوں کو سیاہ رنگ سے رنگا اور متن میں ہے کہ دو یا تین یا چار ماہ میت کے غم کی وجہ سے سیاہ کپڑے پہنے رہی، تو کیا اس عورت کے لئے یہ جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں اور علامہ علی بن احمد علیہ الرحمۃ سے یہی سوال پوچھا گیا (یعنی عورت کا میت کے غم میں سیاہ کپڑے پہننا)، تو انہوں نے فرمایا کہ اس عورت کے لئے (سیاہ کپڑے پہننا) جائز نہیں اور اگر پہنے گی تو گنہگار ہو گی، مگر یہ کہ بیوی کہ جب اس کا شوہر فوت ہو جائے تو صرف تین دن تک پہن سکتی ہے۔ (فتاوی تاتار خانیہ، کتاب الطلاق، ج 4، ص 55، مطبوعہ کراچی)

اور اگر سیاہ لباس پہننا سوگ یا غم کے اظہار کے لئے نہ ہو تو اس کے پہننے کے جواز کے بارے میں صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "اور سیاہ کپڑے غم ظاہر کرنے کیلئے نہ ہوں تو مطلقاً جائز ہیں۔" (بہارِ شریعت، ج 2، ص 244، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
عبد الرب شاکر عطاری مدنی
13 شعبان المعظم 1438ھ 10 مئی 2017ء

فتویٰ:10

خاص کفار یا فساق کی طرز کا لباس پہننا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خاص کفّار یا فُسّاق کی طرز کا لباس پہننا کیسا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

دریافت کردہ مسئلہ کی چند صورتیں ہیں:

(1) ایسا لباس جو خاص کفّار کی طرز کا ہو اور ان کا مذہبی شِعار (علامت) ہو، اُسے بغیر کسی شرعی ضرورت کے پہننا کفر ہے، کیونکہ اس میں کفّار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا پایا جاتا ہے، جیسے ہندوؤں کا زنّار باندھنا یا ہندو پنڈتوں کا خاص مذہبی لباس جو وہ اپنی عبادت کے وقت ہی پہنتے ہیں۔

(2) اور ایسا لباس جو کفّار کا مذہبی شِعار تو نہ ہو، مگر ان کی قوم کا خاص لباس ہو، جیسے وہ دھوتی جو خاص ہندوؤں کی طرز کی ہو یا فاسقوں کی طرز کا مخصوص لباس ہو، مثلاً فی زمانہ عورتوں کا (Tights) تنگ اور چست لباس پہننا، کہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے اسے فُسّاق کی وضع کا لباس قرار دیا، تو ایسا لباس پہننا مکروہِ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے۔

(3) اور ایسا لباس جو کفّار کا مذہبی شعار نہ ہو اور نہ ہی اُن کا مخصوص لباس ہو، بلکہ عام مسلمان بھی ویسا لباس پہنتے ہوں، مثلاً مردوں کا مہذب انداز کی پینٹ شرٹ پہننا، تو اس کا پہننا جائز ہے۔

کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من تشبہ بقوم فھو منھم“ ترجمہ: جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے، تو وہ انہیں میں سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، جلد2، صفحہ 203، مطبوعہ لاھور)

بیان کردہ حدیثِ پاک کے تحت علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات: 1014ھ/ 1605ء) لکھتے ہیں: ”أي: من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم): أي في الاثم والخير“ ترجمہ: یعنی جس نے اپنے آپ کو کفار کے مشابہ کیا، مثلا لباس وغیرہ میں یا فساق و فجار کے مشابہ کیا یا صوفیا، صلحا اور نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کی، تو وہ اُنہی کے

ساتھ ہوگا، یعنی (بُروں کے ساتھ) گناہ میں اور (اچھوں کے ساتھ) نیکی میں۔
(مرقاۃالمفاتیح، کتاب اللباس، جلد8، صفحہ222، رقم الحدیث4347، مطبوعہ کوئٹہ)

خاتم المحدثین شاہ عبد الحق محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (سالِ وفات:1052ھ) لکھتے ہیں: ”المتعارف في التشبه هو التلبس بلباس قوم، وبهذا الاعتبار أورده في (كتاب اللباس)، وهو باطلاقه يشمل الأعمال والأخلاق واللباس سواء كان بالأخيار أو بالأشرار... وبالجملة حكم المشابه للشئ حكمه، ظاهراً كان اوباطنا“ ترجمہ: مشابہت میں معروف یہی ہے کہ کسی قوم کا لباس پہن کر اس جیسا حلیہ اپنایا جائے، اسی لیے اس حدیثِ پاک کو کتاب اللباس میں ذکر کیا گیا، البتہ یہ حدیث پاک اپنے اطلاق (مطلق ہونے) کی وجہ سے اعمال، اخلاق اور لباس وغیرہ سب کو شامل ہے، خواہ اچھوں کے ہوں یا بُروں کے... خلاصہ کلام یہ کہ جو کسی چیز کے مشابہ ہو اس کا حکم بھی ظاہری اور باطنی اعتبار سے اس چیز والا ہی ہوتا ہے۔
(لمعات التنقیح، جلد7، صفحہ356، کتاب اللباس، الفصل الثانی، مطبوعہ دار النور، دمشق)

اور مذکورہ حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (سالِ وفات:1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں: ”یہ حدیث ایک اصل کلی ہے، لباس و عادات و اطوار میں کن لوگوں سے مشابہت کرنی چاہیے اور کن سے نہیں کرنی چاہیے۔ کفار وفساق وفجار سے مشابہت بُری ہے اور اہلِ صلاح وتقویٰ کی مشابہت اچھی ہے، پھر اس تشبہ کے بھی درجات ہیں اور انھیں کے اعتبار سے احکام بھی مختلف ہیں۔ کفار وفساق سے تشبہ کا ادنیٰ مرتبہ کراہت ہے، مسلمان اپنے کو ان لوگوں سے ممتاز رکھے، کہ پہچانا جاسکے اور غیر مسلم کا شبہ اس پر نہ ہو سکے۔“ (بہار شریعت، لباس کا بیان، حصہ16، صفحہ407، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کفار سے لباس وغیرہ میں مشابہت اختیار کرنے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: ”اس طرح کے مسائل میں حق تحقیق و تحقیقِ حق یہ ہے کہ تشبہ دو وجہ پر ہے: التزامی ولزومی، التزامی یہ ہے کہ یہ شخص کسی قوم کے طرز و وضع خاص اسی قصد سے اختیار کرے کہ ان کی سی صورت بنائے ان سے مشابہت حاصل کرے حقیقۃً تشبہ اسی کا نام ہے اور لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں مگر وہ وضع اس قوم کا شعار خاص ہو رہی ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہو گی۔

التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں: اول یہ کہ اس قوم کو محبوب و مرضی جان کر اُن سے مشابہت پسند

کرے ، یہ بات اگر مبتدع کے ساتھ ہو، (تو) بدعت اور کفّار کے ساتھ (ہو ،تو) معاذاللہ کفر، حدیث ”من تشبہ بقوم فھو منھم“ (جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ، انہی میں سے شمار ہوگا۔) حقیقۃً صرف اسی صورت سے خاص ہے۔

دوم: کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اِسے (تشبہ) اختیار کرے وہاں اس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہوگا اگر ضرورت غالب ہو، تو بقدرِ ضرورت کا وقتِ ضرورت یہ تشبیہ کفر کیا معنی، ممنوع بھی نہ ہوگا، جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا۔ **سوم:** نہ تو انہیں اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورتِ شرعیہ اس پر حامل ہے، بلکہ کسی نفع دنیوی کے لئے یا یوہیں بطور ہزل واستہزاء اس کا مرتکب ہوا، تو حرام وممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگر وہ وضع اُن کفار کا مذہبی دینی شعار ہے، جیسے زنّار، قشقہ، چُٹیا، چلیپا، تو علماء نے اس صورت میں بھی حکمِ کفر دیا اور فی الواقع صورتِ استہزاء میں حکمِ کفر ظاہر ہے۔

اور تشبہ لزومی میں بھی حکمِ ممانعت ہے، جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں جیسے انگریزی منڈا، انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون، اُلٹا پردہ، اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں تو ان سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ۔ ولہذا علماء نے فسّاق کی وضع کے کپڑے موزے سے ممانعت فرمائی۔۔۔۔ **اس تحقیق سے روشن ہوگیا کہ تشبُّہ وہی ممنوع ومکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شے ان بدمذہبوں کا شعارِ خاص یا فی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو، بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔**

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ530، 534، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

کفار کا ایسا لباس جو ان کا شعار تو نہ ہو، لیکن اُن کے ساتھ یا فاسقوں کے ساتھ خاص ہو، اُسے پہننے کے متعلق امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اگر (کوئی لباس) کافروں یا فاسقوں سے کوئی خصوصیت رکھتا ہو، تو پھر اس کا استعمال بھی ناجائز ہے... اور دھوتی (جو خاص ہندوؤں کی طرز کی ہو) دو وجوہ کی بناء پر ممنوع قابل ترک ہے، ایک اس لئے کہ ہندوؤں کا لباس ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ192، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

تنگ اور چست لباس پہننے میں وضعِ فُسّاق ہونے کے متعلق امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”یونہی

(عورتوں کے) تنگ پائنچے بھی، نہ چوڑی دار ہوں، نہ ٹخنوں سے نیچے، نہ خوب چست بدن سے سلے، کہ یہ سب وضعِ فُسّاق ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد22، صفحہ162، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

کفار سے اُن کے مذہبی شِعار میں مشابہت اختیار کرنے کے متعلق موسوعۃ الفقھیہ میں ہے:" ذهب الحنفية على الصحيح عندهم، والمالكية على المذهب، وجمهور الشافعية إلى: أن التشبه بالكفار في اللباس الذي هو شعار لهم به يتميزون عن المسلمين، يحكم بكفر فاعله ظاهرا، أي في أحكام الدنيا" ترجمہ: صحیح مذہب پر احناف، مالکیہ اور جمہور شافعیہ کا یہ مذہب ہے کہ کفار کے ساتھ ایسے لباس میں مشابہت اختیار کرنا، جو ان کا شِعار ہو اور وہ اُس لباس کے ذریعے مسلمانوں سے ممتاز ہوتے ہوں، تو ایسے لباس میں اُن کی مشابہت اختیار کرنے والے پر ظاہراً یعنی دنیوی احکام میں کفر کا حکم دیا جائے گا۔
(الموسوعۃ الفقھیہ الکویتیہ، جلد12، صفحہ5، مطبوعہ وزارتِ اوقاف، کویت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

06ذو الحجۃ الحرام1442ھ/17جولائی2021ء

فتویٰ:11

لہنگا پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے ہاں عورتوں کو لہنگا پہننا اور لہنگا پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

فی زمانہ ہمارے ملک پاکستان میں جس قسم کا بڑے سائز کا پورے بدن کو اچھی طرح ڈھانپ دینے والا لہنگا رائج ہے اس طرح کا لہنگا پہننا اور اسے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ لہنگا فی زمانہ شعارِ کفار نہیں رہا، بلکہ مسلم خواتین میں بھی عام وشائع ہو چکا ہے اور لہنگا پہننے سے سترِ عورت بھی ہو جاتا ہے، لہٰذا فی زمانہ لہنگا پہننے میں حرج نہیں ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:"

تشبہ وہی ممنوع و مکروہ ہے، جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شے ان بد مذہبوں کا شعارِ خاص یا فی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو، بغیر ان صورتوں کے ہر گز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔"
(فتاویٰ رضویہ، جلد 24، صفحہ 534، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فتاویٰ امجدیہ میں اپنے زمانے میں لہنگا پہن نماز پڑھنے کے متعلق فرماتے ہیں: " لہنگے سے بھی نماز ہو جائے گی، جبکہ ستر ہو جاتا ہو، **مگر یہ ہندوؤں کا لباس ہے۔ مسلمان** عورتیں اس سے اجتناب کریں۔۔۔ نماز کے لیے سترِ عورت فرض ہے۔ جب سترِ عورت ہو جائے، نماز ہو جائے گی۔" (فتاوی امجدیہ، جلد 1، صفحہ 182، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

فتاوی امجدیہ میں لہنگے کو ہندوؤں کا لباس قرار دیا ہے، لیکن اب ہمارے زمانے میں ایسا نہیں ہے اور جب شعار بدل جائے تو حکم بدل جاتا ہے، جیسا کہ فتاویٰ فقیہ ملت میں ہے: " جو لباس کسی قوم کے ساتھ خاص نہ ہو یا پہلے خاص تھا، اب خاص نہ رہا، عام ہو گیا، وہ کسی قوم کا خاص لباس نہیں کہلائے گا۔ اگرچہ وہ اس قوم کا ایجاد کردہ ہے۔۔۔ پینٹ کا استعمال (جو پہلے صرف انگریزوں کے ساتھ ہی خاص تھا) اب بالکل عام ہو چکا ہے، ہندو و مسلم ہر کوئی اس کو استعمال کرتا ہے۔ کسی قوم کے ساتھ خاص نہ رہا۔ اس لیے اگر پینٹ ایسا ڈھیلا ہو کہ نماز ادا کرنے میں دشواری نہ ہو، تو اسے پہن کر نماز جائز ہے۔" (فتاوی فقیہ ملت، جلد 1، صفحہ 179، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

16 رجب المرجب 1439ھ/03 اپریل 2018ء

فتویٰ: 12

عورت کے لیے چست اور تنگ لباس پہننے کا حکم؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت کا ٹائٹ پاجامہ پہننا کیسا ہے؟ آجکل مارکیٹ میں یہ پاجامے ٹائٹس کے نام سے ہی بکتے ہیں، انہی میں پینٹ کی ایک قسم ٹائٹ بھی ہے، عورت کا یہ پہننا کیسا ہے؟ اس کو پہن کر عورت کی پنڈلیوں کی پوری ہیئت واضح ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات تو چاک اتنے کھلے ہوتے ہیں کہ جسم تو ظاہر نہیں ہو رہا ہوتا اور نہ ہی جسم چمک رہا ہوتا ہے، البتہ رانوں کی سائیڈوں

کااوپر تک کے حصہ کی ہیئت ظاہر ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ٹائٹس تو بنائی ہی اس لیے جاتی ہیں کہ عضو کی ہیئت ظاہر ہو، ایسے کپڑے اگرچہ موٹے ہوں، مگر پھر بھی ایک طرح کی بے ستری ہے، عضو کی پوری بناوٹ ظاہر ہوتی ہے، لہٰذا بے پردگی کی وجہ سے بھی ناجائز ہے۔ یونہی کافرہ اور فاسقہ عورتوں سے مشابہت بھی ہے یہ بھی ممنوع وناجائز ہونے کی دلیل ،اس لئے مسلمان عورتیں اس کے قریب بھی نہ جائیں۔الامان والحفیظ اسے تو حدیث شریف میں قیامت کی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے کہ عورتیں کاسیات عاریات ہوں گی یعنی لباس پہنیں گی مگر برہنہ ہوں گی، اس کی شرح میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ چست لباس پہنے گی جس سے بدن کی بناوٹ ظاہر ہو گی۔

الغرض گھر کے مردوں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ گھر کی خواتین کو نت نئی بے پردگیوں سے باز رکھیں ورنہ باجود قدرت واستطاعت نہ روکنے کی وجہ سے وہ بھی سخت گنہگار ہوں گے عورتوں کو شرم وحیا اور پردہ کی تلقین کریں، گھر سے باہر نکلنے میں کسی قسم کی بے پردگی نہ ہو، اس کا لحاظ رکھا جائے۔ قیامت کے دن دردناک عذاب اور اپنے کیے کے حساب کا خوف کرتے ہوئے شریعت کے دائرے میں زندگی بسر کی جائے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں ”چوڑی دار پاجامہ پہننا منع ہے کہ وضع فاسقوں کی ہے۔ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آداب اللباس میں فرماتے ہیں: سراویل کہ در عجم متعارف است کہ اگر زیر شتالنگ باشد یا دوسہ چین واقع شود بدعت و گناہ است۔شلوار جو عجمی علاقوں میں مشہور ومعروف ہے اگر ٹخنوں سے نیچے ہو یا دو تین انچ (شکن) نیچے ہو تو بدعت اور گناہ ہے۔

یونہی بوتام لگا کر پنڈلیوں سے چمٹا ہوا بھی ثقہ لوگوں کی وضع نہیں۔ آدمی کو بد وضع لوگوں کی وضع سے بھی بچنے کا حکم ہے، یہاں تک کہ علماء درزی اور موچی کو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فاسقوں کے وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے نہ سیے اگرچہ اس میں اجر کثیر (بہت زیادہ مال) ملتا ہو۔

فتاوی امام قاضی خاں میں ہے:الاسکاف اوالخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیء من زی

الفساق ویعطی لہ فی ذلک کثیر الاجر لا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ۔اگر موچی یا درزی سے جب فاسقوں کی وضع کے مطابق کوئی چیز بنوانے یا سلوانے کے لئے اجارہ کیا جائے اور اس کام کے لئے اسے بہت اجرت دی جائے، تو اس کے لئے یہ کام کرنا بہتر نہیں اس لئے کہ یہ گناہ کے سلسلے میں امداد ہے۔تو یہ پاجامہ بھی اس راہ سے شرعی نہ ہوا، اگرچہ ٹخنوں سے اونچا ہونے میں حد شرع سے متجاوز نہیں، شرعی کہنا اگر صرف اسی حیثیت سے ہے تو وجہ صحت رکھتا ہے۔اور اگر مطلقاً مرضی و پسندیدہ شرعی مراد جیسا کہ ظاہر لفظ کا یہی مفاد تو صحیح نہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ172، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسی فتاوی رضویہ میں ہے: "یونہی تنگ پائچے بھی نہ چوڑی دار ہوں نہ ٹخنوں سے نیچے، نہ خوب چست بدن سے سلے کہ یہ سب وضع فساق ہے اور ساتر عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی کپڑے پہنے ننگیاں، اس کی وجوہ تفسیر سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ چست ہوں گے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اوپر سے بتائیں گے جیسے بعض لکھنؤ والیوں کی تنگ شلواریں چست کرتیاں۔ردالمحتار میں ہے: "فی الذخیرۃ وغیرھا ان کان علی المراۃ ثیاب فلا باس ان یتامل جسدھا اذا لم تکن ثیابھا ملتزقۃ بھا بحیث نصف ماتحتھا وفی التبیین قالوا ولا باس بالتأمل فی جسدھا وعلیھا ثیاب مالم یکن ثوب یبین حجمھا فلا ینظر الیہ حنیئذ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام **من تامل خلف امرأۃ ورأی ثیابھا حتی تبین لہ حجم عظامھا لم یرح رائحۃ الجنۃ** ولانہ متی کان یصف یکون ناظرا الی اعضائھا۔ اھ ملخصا۔ذخیرہ وغیرہ میں ہے کہ اگر عورت نے لباس پہن رکھا ہو تو اس کے جسم کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ لباس اس قدر تنگ اور چست نہ ہو کہ سب کچھ عیاں ہونے لگے۔ تبیین میں ہے کہ ائمہ کرام نے فرمایا: جب عورت لباس پہنے ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ لباس ایسا تنگ اور چست نہ ہو جو اس کے حجم کو ظاہر کرنے لگے (اگر ایسی صورت حال ہو تو پھر اس طرف نہ دیکھا جائے۔) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی نے عورت کو پیچھے سے دیکھا اور اس کے لباس پر نظر پڑی یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم واضح اور ظاہر ہو گیا تو ایسا

شخص (جو غیر محرم کو بغور دیکھ کر لطف اندوز ہونے والا ہے) جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا اور اس لئے کہ لباس سے انداز قد و قامت ظاہر ہو تو اس لباس کو دیکھنا مخفی اعضاء کو دیکھنے کے مترادف ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ162، 163، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

میرے پیر و مرشد حضرت علامہ مولانا محمد الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب پردے کے بارے سوال جواب میں ہے "سوال: گھر سے باہر نکلتے وقت اسلامی بہنوں کو کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟

جواب: شَرعی اجازت کی صُورت میں گھر سے نکلتے وَقت اسلامی بہن غیر جاذِبِ نظر کپڑے کا ڈِھیلا ڈھالا مَدَنی بُرقع اَوڑھے، ہاتھوں میں دستانے اور پاؤں میں جُرابیں پہنے۔ مگر دستانوں اور جُرابوں کا کپڑا اتنا باریک نہ ہو کہ کھال کی رنگت جھلکے۔ جہاں کہیں غیر مردوں کی نظر پڑنے کا امکان ہو وہاں چہرے سے نِقاب نہ اٹھائے مَثَلاً اپنے یا کسی کے گھر کی سیڑھی اور گلی مَحَلّہ وغیرہ۔ نیچے کی طرف سے بھی اِس طرح بُرقع نہ اٹھائے کہ بدن کے رنگ برنگے کپڑوں پر غیر مردوں کی نظر پڑے۔ واضح رہے کہ عورت کے سر سے لے کر پاؤں کے گٹّوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصّہ بھی مَثَلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی وغیرہ اجنبی مرد (یعنی جس سے شادی ہمیشہ کیلئے حرام نہ ہو) پر بلا اجازتِ شَرعی ظاہر نہ ہو بلکہ اگر لباس ایسا مَہین یعنی پتلا ہے جس سے بدن کی رنگت جھلکے یا ایسا چُست ہے کہ کسی عُضو کی ہیئَت (یعنی شکل و صورت یا اُبھار وغیرہ) ظاہِر ہو یا دوپٹّہ اتنا باریک ہے کہ بالوں کی سیاہی چمکے یہ بھی بے پردَگی ہے۔"

(پردے کے بارے میں سوال جواب، صفحہ43/42، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

16 محرم الحرام 1436ھ 10 نومبر 2014ء

فتویٰ: 13

عورت کا پینٹ پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ لڑکیاں پینٹ شرٹ پہن سکتی ہیں؟ بالکل جسم کے ساتھ ملی ہوئی اور دوسری وہ پینٹ شرٹ جو کھلی ہو دونوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

عورت کو پینٹ شرٹ پہننے کی قطعا اجازت نہیں، چاہے پینٹ جسم سے چپکی ہوئی ہو یا کھلی ہو، اس کی ممانعت کئی وجوہ سے ہے: ایک تو اس لئے کہ اس میں مَردوں کی مشابہت ہے اور مَردوں سے مشابہت ممنوع ہے۔ امام بخاری اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالی علیہما سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال "یعنی مردوں میں سے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے اور عورتوں میں سے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی پر اللہ تعالی کی لعنت ہے۔

(صحیح البخاری، 333/10، رقم الحدیث 5886، جامع ترمذی 5/98، رقم الحدیث 2784)

حافظ ابو داؤد رضی اللہ تعالی عنہ، سیدنا ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: "قیل لعائشۃ ان امرأۃ تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم الرجلۃ من النساء "یعنی حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانی وضع کی جوتی پہنتی ہے آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم نور مجسم شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے مردانی وضع اختیار کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی۔ (ابو داؤد 4099/4، مطبوعہ بیروت)

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیث کے لفظ "الرجلۃ" کی تشریح میں لکھتے ہیں: "التی تشبہ بالرجال فی زیھم او مشیھم او رفع صوتھم او غیر ذلک "یعنی اس عورت پر لعنت فرمائی جو مردوں سے ان کے طریقہ، ان کے چلنے، آواز بلند کرنے اور اس کی مثل دیگر باتوں میں مشابہت اختیار کرے۔

(فیض القدیر 4991/10 مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: " تلبس النعل التی تختص بالرجال "یعنی وہ عورت ایسی جوتی پہنتی تھی جو مردوں کے ساتھ خاص ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح 246/8 مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں: " یحرم علی الرجل التشبہ بالنساء وعکسہ فی لباس اختص بہ المشبہ "یعنی مرد و عورت کا ایک دوسرے کے ایسے لباس میں مشابہت اختیار

کرنا ممنوع ہے جو دوسرے کے ساتھ خاص ہو۔ (فیض القدیر 4991/10 مطبوعہ مکۃ المکرمہ)

اس میں ممانعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسے لباس کا پہننا فاسقہ عورتوں کا طریقہ کار ہے اور انہی کے ساتھ خاص ہے اور لباس کے بارے میں یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ وہ لباس جو فاسقوں کے ساتھ خاص ہو اس کا پہننا ممنوع ہے۔ اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی لباس کے بارے میں تیسرا قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: " سوم لحاظ وضع کہ نہ زی کفار باشد نہ طرق فساق (یعنی) تیسری بات جس کا لحاظ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ لباس کفار اور فساق کے طریقہ پر نہ ہو۔"

(فتاوی رضویہ 190/22 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

اس طرح کا لباس پہننے میں تیسری قباحت یہ ہے کہ اس عورت کی پنڈلی وغیرہ کی مکمل ہیئت ظاہر ہو گی اور یہ بھی ممنوع ہے۔ اعلی حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالی عنہ لکھتے ہیں: " یونہی تنگ پائچے بھی نہ چوڑی دار ہوں نہ ٹخنوں سے نیچے، نہ خوب چست بدن سے سلے، کہ یہ سب وضع فساق ہے اور ساتر عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی کپڑے پہنے ننگیاں، اس کی وجوہ تفسیر میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ ہوں گے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اوپر سے بتائیں گے جیسے کہ بعض لکھنؤ والیوں کی تنگ شلواریں چست کُرتیاں۔"

(فتاوی رضویہ 163,162/22 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	ابو حمزہ محمد حسان عطاری
	10 ربیع الاول 1432ھ 14 فروری 2011ء

فتویٰ: 14

عورت کا باریک لان کے کپڑے پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ آج کل مارکیٹ میں باریک لان کے کپڑے کثرت سے موجود ہیں، خواتین یہ لان بڑے شوق سے پہنتی ہیں، حالانکہ ان کے باریک ہونے کی وجہ سے جسم کی رنگت ظاہر ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ خواتین کا ایسا باریک لباس پہننا شرعا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

انسان کے لیے لباس اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے، کہ اس کے ذریعے انسان پردہ اور زینت اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر کئی فوائد بھی حاصل کرتا ہے۔اس نعمت اور اس کے بعض فوائد کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ لہذا اسے خدا کا احسان سمجھتے ہوئے چاہئے کہ اس رب کریم کے رحمت و برکت والے دین، اسلام کی تعلیم کے مطابق ہی اسے استعمال کریں اور ہر اس انداز اور طریقے سے بچیں جو خدا کی مرضی کے خلاف ہے، مگر افسوس کہ آج کل معاشرے میں جس طرح دیگر برائیاں دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہیں، وہیں لباس کے معاملے میں بھی فیشن یا معیار کے نام پہ شرعی احکام کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔لباس یا تو پورے ستر کو ڈھانپنے والا ہی نہیں ہوتا، بلکہ بازو، سینہ ، گردن وغیرہ کھلے ہوتے ہیں یا اتنا باریک ہوتا ہے کہ جس سے جسم کی رنگت جھلکتی ہے یا اتنا تنگ اور چست ہوتا ہے کہ اس سے نسوانی اعضاء کے ابھار واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں، حالانکہ لباس کے معاملے میں اسلامی اصول بہت واضح ہیں اور وہ یہ کہ عورت کا چہرے کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے علاوہ تمام بدن ستر میں داخل ہے یعنی عورت کے لیے غیر محرم کے سامنے بدن کے اتنے حصے کو چھپانا ضروری ہے اور فتنے کے خوف کی وجہ سے فی زمانہ عورت کو چہرے کے پردے کا بھی حکم ہے، لہذا عورت کا لباس ایسا ہونا چاہئے جو بدن کو اچھی طرح چھپا سکے اور ایسا لباس جو بدن کو نہ ڈھانپے یا بظاہر بدن کو تو ڈھانپ لے، لیکن اتنا باریک ہو کہ جس سے بدن کی رنگت جھلکے یا باریک تو نہ ہو، لیکن اتنا چست اور تنگ ہو کہ جس سے اعضا کی ہیئت واضح طور پر معلوم ہو، تو ایسا لباس (سوائے شوہر کے) غیر محرم کے سامنے مطلقاً اور کئی صورتوں میں محارم کے سامنے پہننا بھی ناجائز اور گناہ ہے، جیسے محارم کے سامنے سرین یارانوں کی ہیئت واضح ہو، کیونکہ یہ لباس پردہ نہیں، بلکہ بے پردگی ہے اور ایسا لباس پہننے والی عورتوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھیں گی۔

اور بالخصوص وہ لباس جس سے اعضائے ستر (بدن کے وہ اعضا جنہیں چھپانے کا حکم ہے) مکمل چھپے ہوئے نہ ہوں یا بظاہر چھپے تو ہوں، لیکن کپڑا باریک ہونے کی وجہ سے جسم کی رنگت ظاہر ہو رہی ہو، تو ایسے لباس کی ایک بہت بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ اسے پہن کر عورت کی نماز ادا نہیں ہوگی، اگرچہ وہ تنہائی میں ہی نماز پڑھے، کیونکہ نماز کے لیے چھپانے کے حکم میں داخل بدن کو چھپانا شرط ہے اور ان اعضاء میں سے کسی

عضو کا چوتھائی حصہ کھلا ہو یا کپڑا باریک ہونے کی وجہ سے اس عضو کی رنگت ظاہر ہو رہی ہو، تو ایسی حالت میں نماز شروع ہی نہیں ہوتی، بلکہ ذمہ پر باقی رہتی ہے، اس طرح اگر ہزار نمازیں بھی ادا کی ہوں، تو ان سب کو دوبارہ ادا کرنا فرض ہے۔ پس اس بات سے بھی بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو لباس دیگر خرابیوں کے ساتھ اللہ عزوجل کے حق کو پورا کرنے (نماز کی ادائیگی) میں بھی رکاوٹ بنتا ہو، وہ کس قدر بُرا لباس ہے؟ **لہذا عورت کا نماز اور اس کے علاوہ بھی باریک لان (جس سے بدن چمکے) یا ایسا کوئی بھی کپڑا پہننا، ناجائز و ممنوع ہے کہ جس سے شرعی پردہ نہ ہو سکے۔**

پھر فیشن اور برانڈ کے نام پر ایسے لباس بنانے اور بے حیائی کے گھٹیا سے گھٹیا حیا سوز مناظر کے ساتھ ان کی تشہیر کرنے والی اور کروانے والی کمپنیوں خصوصاً ایسے اشتہار دکھانے والے چینلز کو بھی اپنے طرزِ عمل پہ خوب غور کر لینا چاہیے کہ وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر کفار اور شیطان کی خواہش کے مطابق اسلامی احکام و تعلیمات کے خلاف شیطانی و شہوانی کلچر عام کر کے مسلمانوں میں بے حیائی، عریانی اور بے پردگی کو فروغ دے رہے ہیں، حالانکہ ایسوں کے بارے میں قرآن پاک میں سخت وعید بیان کی گئی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ﴾ ترجمہ: بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

(پارہ 18، سورۃ النور، آیت 19)

اور بے حیائی پھیلانے کی مختلف صورتوں میں سے ایک حیا سے عاری لباس والے کلچر کو عام کرنا بھی ہے۔ لہذا اس میں مبتلا افراد کو سوچنا چاہیے کہ وہ بروزِ قیامت اپنے رب کو کیا منہ دکھائیں گے؟ اور قرآنِ کریم کے واضح احکام کے باوجود اس کلچر کو عام کرنے کا ان کے پاس کیا جواب ہو گا؟ یقیناً وہ اس کا جواب نہیں دے پائیں گے۔

لباس کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِیْشًا﴾ ترجمہ کنزالعرفان: اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا ہے اور (ایک لباس وہ جو) زیب و زینت ہے۔ (پارہ 8، سورۃ الاعراف، آیت 26)

اور بے پردگی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى﴾ ترجمہ

کنزالعرفان: اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی۔ (پارہ22، سورۃ الاحزاب، آیت33)

اس آیت کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: ”(ایک قول یہ ہے کہ) اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے، اس زمانے میں عورتیں اتراتی ہوئی نکلتی اور اپنی زینت اور محاسن کا اظہار کرتی تھیں، تاکہ غیر مرد انہیں دیکھیں، لباس ایسے پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضا اچھی طرح نہ ڈھکیں۔“

(تفسیر صراط الجنان تحت ھذہ الآیہ، ج8، ص21، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور شرعی پردہ نہ کرنے والی عورتوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" صنفان من اهل النار لم ارهما:۔۔۔۔۔۔ نساء كاسيات، عاريات، مميلات ، مائلات، رءوسهن كاسنمة البخت المائلة، لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وان ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا“ ترجمہ: دوزخیوں کی دو جماعتیں ایسی ہیں، جنہیں میں نے (اپنے زمانے میں) نہیں دیکھا۔ (میرے بعد والے زمانے میں ہوں گی۔ایک جماعت) ایسی عورتوں کی ہوگی جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن حقیقت میں بے لباس اور ننگی ہوں گی، بے حیائی کی طرف دوسروں کو مائل کرنے اور خود مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر ایسے ہوں گے، جیسے بختی اونٹوں کی ڈھلکی ہوئی کوہانیں ہوں، یہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النساء الکاسیات۔۔الخ، ج3، ص1680، مطبوعہ بیروت)

اس حدیثِ پاک کے تحت مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں ہے:” يسترن بعض بدنهن ويكشفن بعضه اظهارا لجمالهن وابرازا لكمالهن وقيل: يلبسن ثوبا رقيقا يصف بدنهن وان كن كاسيات للثياب عاريات في الحقيقة “ ترجمہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے حسن و جمال اور بدن کے کمال کو ظاہر کرنے کی غرض سے کچھ بدن چھپا کر رکھیں گی اور کچھ بدن کھول کر اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ باریک کپڑے پہنیں گی، جس سے ان کا بدن جھلکے گا، اگرچہ یہ عورتیں بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن حقیقت میں بے لباس اور ننگی ہوں گی۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج6، ص2302، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”عورت اگر نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اس کے بال، گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس

میں سے چمکے، تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور بندوبست نہ کریں، تو دیوث ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص509تا510، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مزید ایک مقام پہ ارشاد فرماتے ہیں: "نہ (لباس) خوب چست بدن سے سلے، کہ یہ سب وضع فساق ہے اور ساترِ عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے، یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج22، ص162تا163، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "بعض عورتیں بہت باریک کپڑے پہنتی ہیں، مثلاً آب رواں یا جالی یا باریک ململ ہی کا ڈوپٹا (دوپٹا)، جس سے سر کے بال یا بالوں کی سیاہی یا گردن یا کان نظر آتے ہیں۔۔اس حالت میں (ان کی طرف) نظر کرنا حرام اور ایسے موقع پر ان کو اس قسم کے کپڑے پہننا بھی ناجائز۔"

(بہار شریعت، ج3، ص448، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عورت کے لیے کن اعضاء کا پردہ ضروری ہے، اس بارے میں در مختار میں ہے: " (وللحرة) ۔ (جميع بدنها) حتى شعرها النازل في الاصح (خلا الوجه والكفين)۔۔ (والقدمين ۔۔ (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين رجال)۔۔لخوف الفتنة) "ترجمہ: چہرے کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے علاوہ، آزاد عورت کا تمام بدن، حتی کہ لٹکتے ہوئے بال بھی سترِ عورت ہیں۔۔اور فی زمانہ خوفِ فتنہ کی وجہ سے مردوں کے سامنے جوان عورت کو اپنا چہرہ ظاہر کرنا بھی منع ہے۔

(در مختار، ج1، ص405تا406، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

نماز میں سترِ عورت کے حوالے سے صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "سترِ عورت ہر حال میں واجب ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہیں۔۔اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو، ستر کے لئے کافی نہیں، اس سے نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ یونہی اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے، نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک ساڑیاں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے، ان کی نمازیں نہیں ہوتیں اور ایسا کپڑا پہننا جس سے سترِ عورت نہ ہو سکے، علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔۔اگر نماز شروع کرتے وقت عضو کی چوتھائی کھلی ہے، یعنی اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا، تو نماز منعقد ہی نہ ہوئی۔"

(بہارِ شریعت، ج1، ص479تا482، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نوٹ: اس بارے میں مزید مفید معلومات حاصل کرنے کے لیے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب بنام "پردے کے بارے میں سوال جواب" کا مطالعہ فرمائیں۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

30شوال المکرم1441ھ22جون2020ء

فتویٰ:15

عورت کا کالر والی قمیص پہننا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا کالر (Collar) والی قمیص پہننا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

وہ کالر (Collar) جو عورتوں کی قمیصوں پر لگائے جاتے ہیں اور اُن کو مخصوص انداز کے مطابق عورتوں کے لیے ہی تیار کیا جاتا ہے اور ایسی کالر والی قمیص مردانہ قمیص کے مشابہ نہیں ہوتی، تو اِس طرح کے کالر والی قمیص عورت کو پہننا جائز ہے، کہ یہ عورتوں کا ہی لباس ہے، جو اُن کے لیے جائز ہے، نیز اِس میں مُمانعت کی وجہ یعنی مردوں سے مشابہت بھی نہیں پائی جا رہی، البتہ وہ کالر جو مردوں کی قمیصوں یا شرٹس (Shirts) پر لگائے جاتے ہیں اور وہ مردوں کے ساتھ ہی خاص ہوتے ہیں اور عورتوں کی قمیصوں پر لگنا معروف نہیں ہے۔ ایسا کالر لگی ہوئی قمیص، عورت کو پہننا جائز نہیں، بلکہ گناہ ہے کہ اِس میں مردوں سے مشابہت پائی جاتی ہے اور عورت کا لباس وغیرہ میں مردوں سے مشابہت اختیار کرنا، جائز نہیں۔

ابو داؤد شریف میں ہے: "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ، والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل" ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس مرد پر جو عورتوں جیسا لباس پہنے اور ایسی عورت پر جو مردوں کی ہیئت والا لباس پہنے، لعنت فرمائی ہے۔

(سنن ابی داؤد، جلد2، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، صفحہ212، مطبوعہ لاھور)

مزید ایک حدیث مبارک میں ہے: ”لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الرجلة من النساء“ ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (سنن ابی داؤد، جلد2، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، صفحہ212، مطبوعہ لاھور)

اِس حدیث مبارک کی شَرح میں ابن الملک علامہ کِرمانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”وھي التي تتشبه نفسها بالرجال في الكلام واللباس“ ترجمہ: ”رَجُلة“ وہ عورت کہ جو خود کو بول چال اور لباس میں مردوں کے مشابہ کرے۔ (شرح مصابیح السنہ لابن الملک، جلد5، صفحہ72، مطبوعہ ادارۃ الثقافۃ الاسلامیۃ)

امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان رَحِمَہُ اللہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس، وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام، نہ کہ خاص صورت وبدن میں۔
(فتاوی رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، جلد22، صفحہ664، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے: ”يحرم تشبه النساء بالرجال في زيهن فلا يجوز للمرأة أن تلبس لباسا خاصا بالرجال“ ترجمہ: عورتوں کو اپنی وضع قطع میں مردوں سے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے، لہذا عورت کا ایسا لباس زیب تَن کرنا کہ جو مردوں کے ساتھ خاص ہو، ناجائز ہے۔
(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، جلد35، صفحہ192، مطبوعہ وزارتِ اوقاف، کویت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

06 ذو الحجۃ الحرام 1442ھ/17 جولائی 2021ء

فتوی: 16

عورت کے لیے ہاف آستین والے کپڑے پہننا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا ”آدھے بازو“ والے کپڑے پہننا کیسا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کا غیر محرم مردوں کے سامنے آدھی آستین یعنی ہاف بازو والی قمیص پہن کر بازو ظاہر کرنا، ناجائز،

گناہ اور حرام ہے، کیونکہ عورت کے لباس اور پردے کے معاملے میں اسلامی اُصول بہت واضح ہے اور وہ یہ کہ عورت کے چہرے کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے علاوہ تمام بدن ستر میں داخل ہے، یعنی عورت کے لئے غیر محرم کے سامنے بدن کے اِتنے حصے کو چھپانا ضروری ہے اور فتنے کے خوف کی وجہ سے فی زمانہ عورت کو چہرے کے پردے کا بھی حکم ہے، لہٰذا غیر مردوں کے سامنے ہاف بازو قمیص پہن کر بازو کھولنا بے ستری ہے، جو کہ حرام ہے۔ البتہ بیوی کا شوہر کے سامنے یا عورت کا اپنے محرم مردوں کے سامنے ایسی قمیص پہننا جائز ہے، کہ اُن کے حق میں عورت کا بازو ستر میں داخل نہیں ہے۔

عورتوں کو اپنا جسم چھپانے اور لوگوں کی نظروں سے بچانے کا اللہ پاک نے تاکیداً حکم ارشاد فرمایا، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾ ترجمہ کنزالعرفان: اور بے پردہ نہ رہو، جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی۔ (الاحزاب:33/22)

ایسا لباس پہننے والی عورتوں کے متعلق نبی اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”صنفان من أهل النار لم أرهما، قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات، رءوسهن كأسنمة البخت المائلة، لا يدخلن الجنة، ولا يجدن ريحها، وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا“ ترجمہ: دوزخیوں کی دو جماعتیں ایسی ہیں، جنہیں میں نے (اپنے زمانے میں) نہیں دیکھا۔ (میرے بعد والے زمانے میں ہوں گی) ایک جماعت تو وہ لوگ جن کے پاس بیلوں کی دُموں کی طرح کوڑے ہیں، وہ لوگوں کو اُس سے مارتے ہیں (یعنی ظالم لوگ) اور (ایک جماعت) ایسی عورتوں کی ہوگی جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن حقیقت میں بے لباس اور برہنہ ہوں گی، بے حیائی کی طرف دوسروں کو مائل کرنے اور خود مائل ہونے والیاں ہوں گی، اُن کے سر ایسے ہوں گے، جیسے بختی اونٹوں کی ڈھلکی ہوئی کوہانیں ہوں، یہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔

(الصحیح لمسلم، جلد3، صفحہ1680، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

کپڑے پہننے کے باوجود برہنہ عورتیں کون ہیں، اِس کی ایک مراد بیان کرتے ہوئے امام شرف الدین نَوَوِی رَحِمَہُ اللہ (سالِ وفات: 676ھ/1277ء) مذکورہ حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ” تكشف شيئا من بدنها إظهارا

لجمالها فهن كاسيات عاريات" ترجمہ: جو عورتیں اپنا جسمانی جمال دِکھانے کے لیے اپنے بدن کا کچھ حصہ ظاہر کرتی ہیں، وہ حدیث مبارک کے مطابق کپڑے پہننے کے باوجود بے لباس ہیں۔
(المنہاج مع الصحیح لمسلم، جلد 17، صفحہ 191، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

عورت کے لیے جن اعضاء کا پردہ ضروری ہے، اُسے بیان کرتے ہوئے علامہ علاؤالدین حصکفی رَحِمَہُ اللہ (سالِ وفات:1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں:"(وللحرة)۔۔(جميع بدنها)حتى شعرها النازل فى الاصح (خلا الوجه والكفين)۔۔(والقدمين۔۔(وتمنع)المرأة الشابة(من كشف الوجه بين رجال)۔۔ (لخوف الفتنة)" ترجمہ: چہرے کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے علاوہ، آزاد عورت کا تمام بدن، حتی کہ لٹکے ہوئے بال بھی سترِ عورت ہیں۔۔اور فی زمانہ خوفِ فتنہ کی وجہ سے مردوں کے سامنے جوان عورت کو اپنا چہرہ ظاہر کرنا بھی منع ہے۔
(درمختار مع ردالمحتار، جلد2، باب شروط الصلاۃ، مطلب في ستر العورۃ، صفحہ 95، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان رَحِمَہُ اللہ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں:"عورت اگر نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال، گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ اُن چیزوں سے کوئی حصہ اس میں سے چمکے، تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں "فاسقات" ہیں اور اُن کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور بندوبست نہ کریں، تو دیوث ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد6، صفحہ 509، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

محرم مرد کے حق میں بازو اعضائے ستر میں داخل نہیں، چنانچہ علامہ کاسانی حنفی رَحِمَہُ اللہ (سالِ وفات:587ھ/1191ء) لکھتے ہیں:"يحل للرجل النظر من ذوات محارمه إلى رأسها وشعرها وأذنيها وصدرها وعضدها وثديها وساقها وقدمها" ترجمہ: کسی شخص کا اپنی محرم رشتے دار خاتون کے سر، بال، کانوں، سینے، بازو، چھاتی، پنڈلی اور قدموں کی طرف نظر کرنا، جائز ہے۔
(بدائع الصنائع، جلد6، کتاب الاستحسان، صفحہ 489، مطبوعہ کوئٹہ)

مگر یہ دیکھنا ایک شرط کے ساتھ مقید ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی رَحِمَہُ اللہ (سالِ وفات: 1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں:"إن أمن شهوته وشهوتها أيضا وإلا لا" ترجمہ: اگر مرد اور عورت کو اپنی شہوت نہ

بھڑکنے پر اعتماد ہو تو دیکھنا جائز ہے، ورنہ ہر گز جائز نہیں۔

(درمختار مع ردالمحتار، جلد9، کتاب الحظر والاباحۃ،فصل فی النظر واللبس، صفحہ605، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

06ذو الحجۃ الحرام1442ھ/17جولائی2021ء

فتویٰ:17

ساڑھی پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورتوں کو ساڑھی پہننا جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر اس طرح پہنی جائے کہ بے پردگی نہ ہو تو جائز اور بے پردگی ہو تو ناجائز ہے۔ فتاوی فیض الرسول میں ہے: "ساڑھی اگر اس طرح پہنی جائے کہ بے پردگی نہ ہو تو جائز اور بے پردگی ہو تو ناجائز اور نیچے کی جانب کھلے رہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اس لئے کہ شریعت مطہرہ نے ساڑھی اور تہبند پہن کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تہبند ہی استعمال فرماتے رہے۔"

(فتاوی فیض الرسول، جلد2، صفحہ601 مطبوعہ شبیر برادرز، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

08رجب المرجب1433ھ30مئی2012ء

فتویٰ:18

مرد وعورت کے لیے چوڑی دار پاجامے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرد یا عورت کو چوڑی دار پاجامہ پہننا کیسا ہے؟ نیز

اسے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم کیا ہوگا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مرد و عورت دونوں کو چوڑی دار پاجامہ پہننا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جسم سے بالکل چمٹا ہوا ہوتا ہے، جس سے اعضا کی ہیئت بالکل واضح نظر آتی ہے جو کہ ایک طرح کی بے ستری ہی ہے۔ نیز یہ فاسقوں کا لباس ہے اور فاسقوں کی مشابہت سے بچنے کا حکم ہے، لہذا چوڑی دار پاجامہ پہننا مکروہ ہے، چوڑی دار پاجامہ پہن کر نماز تو ہو جاتی ہے مگر مکروہ کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

عورتوں کو جسم سے چپکے ہوئے لباس کی ممانعت کے متعلق امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس کے کپڑوں کی طرف دیکھنے کا حکم نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: ”وھذا إذا لم تکن ثیابھا بحیث تلصق في جسدھا وتصفھا حتی یستبین جسدھا فإن کان کذلک فینبغي لہ أن یغض بصرہ عنھا لما روي عن عمر رضي اللہ تعالی عنہ أنہ قال لا تلبسوا نساء کم الکتان ولا القباطي فإنھا تصف ولا تشف“ ترجمہ: یہ جواز کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ عورت کے کپڑے اس کے جسم سے چمٹے ہوئے اس کے جسم کی ہیئت کو واضح نہ کرتے ہوں، اگر ایسے کپڑے ہوں تو اس عورت کو دیکھنے سے بچنا ہوگا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا، اپنی عورتوں کو کتان اور قبطی کپڑے نہ پہناؤ کیونکہ وہ تو جسم کی صفت بیان کرتے ہیں نہ کہ چھپاتے ہیں۔

(المبسوط للسرخسی، کتاب الاستحسان، ج10، ص162، مطبوعہ کوئٹہ)

چوڑی دار پاجامہ پہننے کی ممانعت کے متعلق امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”چوڑی دار پاجامہ پہننا منع ہے کہ وضع فاسقوں کی ہے۔۔۔ **یونہی بوتام لگا کر پنڈلیوں سے چمٹا ہوا بھی ثقہ لوگوں کی وضع نہیں۔ آدمی کو بد وضع لوگوں کی وضع سے بھی بچنے کا حکم ہے** یہاں تک کہ علماء درزی اور موچی کو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فاسقوں کے وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے نہ سیے اگرچہ اس میں اجر کثیر (بہت زیادہ مال) ملتا ہو۔“ (فتاوی رضویہ، ج22، ص172، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جسم سے چپکے ہوئے لباس کے متعلق فرماتے ہیں: ”یونہی تنگ پائچے بھی نہ چوڑی دار ہوں نہ ٹخنوں سے نیچے، نہ خوب چست بدن سے سلے کہ یہ سب وضع

فساق ہے اور ساتر عورت کا ایسا چست ہونا کہ عضو کا پورا انداز بتائے، یہ بھی ایک طرح کی بے ستری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی کہ نساء کاسیات عاریات ہوں گی کپڑے پہنے ننگیاں، اس کی وجوہ تفسیر سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کپڑے ایسے تنگ چست ہوں گے کہ بدن کی گولائی فربہی انداز اوپر سے بتائیں گے جیسے بعض لکھنؤوالیوں کی تنگ شلواریں چست کُرتیاں۔''

(فتاوی رضویہ، ج22، ص162-163، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مرد و عورت دونوں کے لیے چوڑی دار پاجامہ پہننے کی ممانعت کے بارے میں صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''بعض لوگ چوڑی دار پاجامہ پہنتے ہیں، اس میں بھی ٹخنے چھپتے ہیں اور عضو کی پوری ہیأت نظر آتی ہے۔ عورتوں کو بالخصوص چوڑی دار پاجامہ نہیں پہننا چاہیے۔''

(بہار شریعت، ج3، ص417، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

موٹا کپڑا جو جسم سے چپکا ہوا ہو اس میں نماز ہو جانے اور پہننے کی ممانعت کے متعلق بہار شریعت میں ہے ''دبیز کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو، مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیأت معلوم ہوتی ہے، ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی، مگر اس عضو کی طرف دوسروں کو نگاہ کرنا، جائز نہیں اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا بھی منع ہے اور عورتوں کے لیے بدرجہ اَولی ممانعت۔ بعض عورتیں جو بہت چست پاجامے پہنتی ہیں، اس مسئلہ سے سبق لیں۔''

(بہار شریعت، ج1، ص480، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

01ربیع الاول1439ھ20نومبر2017ء

فتویٰ:19

عورت کے لیے ٹخنے چھپانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت کیلئے نماز اور بیرون نماز میں ٹخنے چھپانے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کے ٹخنے ستر عورت میں شامل ہیں اور ستر عورت نماز کی شرائط میں شامل ہے، لہٰذا نماز میں ان کا چھپانا لازم وضروری ہے، اسی طرح نماز کے علاوہ میں بھی غیر محرم کے سامنے ٹخنے کھولنا ناجائز و حرام ہے، لہٰذا نماز کے علاوہ بھی غیر محرم کے سامنے ان کا چھپانا ضروری ہے۔ احادیث میں عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے پائنچے ٹخنوں سے نیچے رکھے، تاکہ چلنے میں ستر عورت کھلنے کا احتمال نہ رہے۔

عورت کے ٹخنے ستر عورت میں شامل ہیں اس کے بارے میں ردالمحتار میں عورت کے ستر عورت کے اعضاء شمار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”الساقان مع الکعبین“ ترجمہ: ٹخنوں سمیت پنڈلیاں۔

(ردالمحتار، جلد2، صفحہ101، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی کے بارے میں بنایہ میں ہے: ”کعب المراۃ حکمھا حکم الرکبۃ“ ترجمہ: عورت کے ٹخنے کا وہی حکم ہے جو اس کے گھٹنے کا ہے۔ (البنایہ شرح الھدایہ، جلد2، صفحہ140، مطبوعہ ملتان)

ستر عورت نماز کی شرائط میں سے ہے اس کے بارے میں مراقی الفلاح میں ہے ”ومنھا ستر العورۃ“ ترجمہ: نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ستر عورت بھی ہے۔

(مراقی الفلاح متن الطحطاوی، صفحہ210، مطبوعہ کوئٹہ)

بیرون نماز ٹخنے چھپانے کے بارے میں اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں ”عورت کے گٹے ستر عورت میں داخل ہیں غیر محرم کو ان کا دیکھنا حرام ہے، عورت کو حکم ہے کہ اس کے پائنچے خوب نیچے ہوں کہ چلتے میں ساق یا گٹے کھلنے کا احتمال نہ رہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ188، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عورت کا ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے بارے میں حدیث پاک میں ہے: ”أن أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم، قالت لرسول الله صلى الله عليه وسلم حين ذكر الإزار، فالمرأة يا رسول الله؟ قال ترخي شبرا، قالت أم سلمة إذا ينكشف عنها، قال فذراعا لا تزيد عليه“ ترجمہ: جب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مرد کے تہبند کا ٹخنوں سے نیچے ہونے کی مذمت بیان فرمائی تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! عورت کے لیے کیا حکم ہے، فرمایا وہ ایک بالشت تک لٹکائے گی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے

عرض کی: تب تو اس کا ستر عورت ظاہر ہو جائے گا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ایک ذراع تک لٹکا سکتی ہے اس پر زیادہ نہ کرے۔ (سنن ابو داؤد، جلد2، صفحہ214، مطبوعہ لاہور)

اس حدیث کی شرح میں مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ''(فقال ترخي) أي ترسل المرأة من ثوبها (شبرا) أي من نصف الساقين، وقيل من الكعبين (فقالت إذا تنكشف) أي تظهر القدم (عنها) أي عن المرأة إذا مشت (قال فذراعا) أي فترخي ذراعا، والمعنى ترخي قدر شبر أو ذراع بحيث يصل ذلک المقدار إلى الأرض لتكون أقدامهن مستورة'' ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورت آدھی پنڈلی سے اور ایک قول میں ٹخنوں سے ایک بالشت نیچے کپڑا چھوڑے گی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ تب تو قدم ظاہر ہو جائے گا جب وہ چلے گی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ایک ذراع تک چھوڑے گی، مطلب یہ ہے کہ ایک بالشت یا ایک ذراع کی مقدار تک عورت کپڑا نیچے رکھے گی اس طرح کہ اتنی مقدار کپڑا چھوڑا ہو کہ زمین تک پہنچ جائے تاکہ قدم چھپے رہیں۔
(ملخصا من مرقاۃ المفاتیح، جلد8، صفحہ210، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــه

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

14 شعبان المعظم 1436ھ 02 جون 2015ء

فتویٰ: 20

پینٹ شرٹ پہننے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ پینٹ شرٹ پہننا کیسا ہے؟ سنا ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ناجائز لکھا ہے، اب کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر پینٹ چست اور تنگ ہو جس سے اُن اعضا کی ہیئت ظاہر ہوتی ہو، جن کے چھپانے کا حکم ہے، تو لوگوں کے سامنے ایسی پینٹ پہننا ممنوع و مکروہ ہے۔

اور اگر پینٹ اتنی موٹی، ڈھیلی اور کھلی ہو کہ اعضائے ستر کی ہیئت معلوم نہ ہوتی ہو، تو ایسی پینٹ پہننا

ممنوع نہیں، البتہ علمائے کرام (مثلاً اعلیٰ حضرت) نے پہلے پینٹ پہننے کی ممانعت اس لیے فرمائی تھی کہ یہ پہننا کفار کے ساتھ خاص اور ان کا شعار تھا، لیکن فی زمانہ پینٹ پہننا چونکہ کفار کا شعار (یعنی اُن کے ساتھ خاص) نہ رہا بلکہ مسلمانوں میں بھی اس کا رواج ہو گیا ہے، لہذا ممانعت کی علت باقی نہ رہی، اس کی نظیر ترکی ٹوپی پہننے والا مسئلہ ہے کہ یہ پہلے نیچیریوں کا شعار تھی، اس لئے علمائے کرام نے یہ ٹوپی پہننے سے ممانعت فرمائی، لیکن امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے دور میں مسلمانوں نے بھی اس کو پہننا شروع کر دیا اور نیچریوں کا شعار نہ رہا، تو آپ علیہ الرحمۃ نے اس کے جواز کا حکم صادر فرمایا، البتہ اب بھی پینٹ شرٹ پہننا کراہت (تنزیہی) سے خالی نہیں کہ یہ نیک لوگوں کا طور طریقہ نہیں بلکہ فاسقوں کا طریقہ ہے کہ اکثر فاسق لوگ ہی اسے پہنتے ہیں۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”دبیز کپڑا، جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو، مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیات معلوم ہوتی ہے، ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی، مگر اس عضو کی طرف دوسروں کو نگاہ کرنا، جائز نہیں۔ (ردالمحتار) اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا بھی منع ہے اور عورتوں کے لیے بدرجہ اَولیٰ ممانعت۔ بعض عورتیں جو بہت چست پاجامے پہنتی ہیں، اس مسئلہ سے سبق لیں۔“

(بہارِ شریعت، ج1، حصہ3، ص480، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے: ”لکنہ یصف حجمها حتی یری شکل العضو فإنه مکروہ “ترجمہ: (ایسا کپڑا جو ستر عورت کا کام دے) لیکن عضو کے حجم کو بیان کرے یعنی عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہو تو وہ کپڑا پہننا مکروہ ہے۔ (الموسوعہ الفقھیہ الکویتیہ، لبس مایشف أو یصف، ج6، ص136، دارالسلاسل، کویت)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”کلاہ ترکی ابتدائے او در نیچریاں شد آناں را بہرہ از اسلام نیست اگر ہم چناں می ماند دریں ممالک حکم جوازش نبودی کہ ایں جا ترکان نیند بید ینان باوعاوی اند مگر حالا مشاہدہ است کہ در بسیارے از مسلمانان نیز ایں تپ سرخ سرایت کردہ پس شعار نیچریت نماند اہل علم وتقوی را از واحتراز باید کہ تاحال وضع علماء وصلحاء شدہ است ہمچناں۔ (ترجمہ:) ترکی ٹوپی کہ اس کی ابتداء نیچریوں سے ہوئی اور ان کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ اگر یہی حالت رہتی تو ان ممالک میں اس کا جواز نہ ہوتا کیونکہ یہاں کوئی ترکی نہیں۔ صرف بے دین اس کے استعمال کی عادت رکھتے ہیں۔ لیکن اب دیکھنے میں آیا ہے (اور یہ مشاہدہ ہوا ہے) کہ بہت سے

مسلمانوں میں بھی یہ سرخ بخار سرایت کر گیا ہے۔ لہذا اب نیچریت کا شعار نہیں رہا، پس اہل علم اور اصحاب تقوٰی کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے یہاں تک کہ علماء اور صلحاء کا معمول ہو جائے۔"

(فتاوی رضویہ، ج22، ص93-192، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی فقیہ ملت میں ہے: "اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ کے دور میں پینٹ انگریزوں کا خاص لباس اور شعار تھا جو کوئی کسی پینٹ پہنے ہوئے کو دیکھتا تو کہہ دیتا کہ یہ انگریز ہے اس لئے آپ نے فتوی دیا کہ پتلون، پینٹ پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے میں نماز بھی مکروہ لیکن پینٹ کا استعمال اب بالکل عام ہو چکا ہے۔ ہندو و مسلم ہر کوئی اس کو استعمال کرتا ہے۔ کسی قوم کے ساتھ خاص نہ رہا۔ اس لئے اگر پینٹ ایسا ڈھیلا ہو کہ نماز ادا کرنے میں دشواری نہ ہو تو اسے پہن کر نماز جائز ہے۔ البتہ ائمہ مساجد کے شایان شان نہیں کہ وہ نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر ہیں۔ لہذا وہ پینٹ نہ پہنیں۔"

(فتاوی فقیہ ملت، ج1، ص179، شبیر برادرز، لاہور)

"فتاوی بریلی شریف" میں پینٹ شرٹ پہننے کے حوالے سے مذکور ہے: "اعلی حضرت کا یہ حکم (انگریزی لباس پہننا حرام ہے) اس وقت کا ہے جب انگریزی وضع قطع کا لباس انگریزوں کا شعار قومی تھا انہیں تک محدود اور انہیں کے ساتھ خاص تھا اور جو وضع کسی قوم کے ساتھ خاص ہو یا اس کا شعار قومی ہو اسے مسلمانوں کو اپنانا ناجائز و حرام ہے.... اب جبکہ انگریزی لباس مثلاً پینٹ شرٹ وغیرہ کا پہننا انگریزوں کے ساتھ خاص نہ رہا بلکہ دیگر قوموں کے ساتھ مسلمانوں میں بھی عام ہو گیا تو اب یہ کسی ایک قوم کا وضع مخصوصہ اور شعار قومی نہ رہا اور نہ ہی اب یہ انگریزوں کا شعار قومی کہلائے گا لہذا اب وہ حکم سابق نہ رہا البتہ اسے پہننا اب بھی کراہت سے خالی نہیں کہ یہ وضع صلحاء نہیں بہر حال وضع فساق ہے کہ لباس مذکور ابھی اتنا عام نہیں ہوا کہ صلحاء علما اور متقین بھی استعمال کرتے ہوں بلکہ اکثر فساق ہی استعمال کرتے ہیں ان میں بھی کچھ ایسے ہوتے ہیں جو بدرجہ مجبوری اسے استعمال کرتے ہیں بلکہ بعض پہننے والے خود بھی اسے کوئی اچھا لباس نہیں تصور کرتے اور لوگوں کا اسے معیوب سمجھنا ہی اس کی کراہت کو کافی لہذا ایسی صورت میں مطلقاً مکروہ تنزیہی کا حکم ہے۔"

(فتاوی بریلی شریف، ص208, 207، شبیر برادرز، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری
06رجب المرجب1439ھ24مارچ2018ء

فتویٰ:21

عورت کا گھر میں مردانہ لباس، سویٹر پہننا کیسا؟

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ گھر میں عام طور پر خواتین سردی کے وقت جو بھی سویٹر ہاتھ میں آئے پہن لیتی ہیں اور عموماً مَردوں کے ہی سویٹر میسر آتے ہیں، تو کیا عورتوں کوایسے سویٹر پہننا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کو مردانہ لباس یاجوتے پہننا ناجائز وگناہ ہے، کیونکہ اسے مَردوں کی مشابہت اختیار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے اور ایسی عورتوں پر لعنت ہوتی ہے، لہٰذا مردانہ سویٹر پہننا بھی جائز نہیں ہے، اگرچہ گھر کی چار دیواری میں ہی پہنتی ہو۔

سنن ابو داؤد میں ہے: ”عن ابن أبي مليكة قال قيل لعائشة رضي اللہ عنها إن امرأة تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم الرجلة من النساء“ ترجمہ: ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانہ جوتا پہننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔
(سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، جلد4، صفحہ105، دار الکتاب العربی، بیروت)

اس میں لفظ الرجلۃ کی تشریح کو فیض القدیر میں یوں بیان کیا گیا ہے: ”تتشبه بالرجال في زيهم أو مشيهم أو رفع صوتهم أو غير ذلک“ ترجمہ: جو عورت مردوں سے ان کی وضع، چلنے، آواز بلند کرنے وغیرہ میں مشابہت اختیار کرے۔ (فیض القدیر، حرف اللام، جلد5، صفحہ343، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ”مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام نہ کہ خاص صورت وبدن میں۔“
(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ664، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: ''ایڑی والی جوتی یعنی مثل جوتی مردوں کے عورت پہن لے تو درست ہے یا نہیں؟ مردانی جوتی عورت نمازی کے واسطے پاؤں کو ناپاکی سے بچانے کے لیے بہت خوب ہے۔ خیر جیسا شریعت میں حکم ہو۔''

آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''ناجائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء'' رواہ الائمۃ احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ (ترجمہ:) اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں۔ اسے ائمہ کرام مثلاً: امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''لعن اللہ الرجل یلبس لبسۃ المراۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل'' رواہ ابوداؤد والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔ (ترجمہ:) اللہ تعالیٰ اس مرد پر لعنت کرے جو عورت جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر بھی لعنت کرے جو مرد جیسا لباس پہنے۔ ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ173، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

14 ربیع الآخر 1439ھ/02 جنوری 2018ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

چہرے کی زیب وزینت کے متعلق شرعی احکام

فتویٰ:22

ابرو اور پلکوں وغیرہ کے بالوں کو کلر کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ہم دلہن کے چہرے پر میک اپ کرتے ہوئے آئی بروز پہ تھوڑا بہت کلر، کاجل، سرمہ، پنسل اور شیڈز وغیرہ لگاتی ہیں اور یہ کلر ابروؤں کے بالوں کے رنگ جیسا ہی کیا جاتا ہے، مثلاً بال کالے ہوں، تو کاجل یا سرمہ لگایا جاتا ہے، بھورے ہوں تو اسی طرح کا شیڈ استعمال کرتی ہیں، تاکہ چہرے کے بقیہ حصوں (مثلاً رخسار، ناک، جبڑا اور ہونٹ) کی طرح ان کے نقوش کو بھی ابھارا اور خوبصورت بنایا جاسکے۔ اسی طرح ابرو کے زائد کالے بالوں کو بلیچ اور کلر کرکے ڈائی لگا کر جلد کا ہم رنگ کردیا جاتا ہے، تو کیا بھنوؤں کی اس طرح کی زینت کرنا بھی جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

آپ کے لیے آئی بروز یعنی ابرو کی مذکورہ زینت کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ ابرو کے بال اکھاڑ کر باریک نہ کریں، ناپاک اشیاء پر مشتمل کریم یا پاؤڈر نہ لگائیں اور سفید بالوں کے لئے سیاہ یا مائل بہ سیاہ (یعنی سیاہ سے ملتا جلتا) خضاب یا کلر استعمال نہ کریں، ہاں اگر مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام یا کسی بھی خلافِ شرع طریقے سے زینت کریں، تو پھر زینت کرنا، جائز نہ ہوگا۔

ابرو کے بال اکھڑوا کر باریک کرنا کروانا، ناجائز و گناہ ہے۔ حدیث پاک میں ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، مسلم وابوداؤد میں روایت ہے: واللفظ للآخر: ”لعنت الواصلة والمستوصلة، والنامصة والمتنمصة، والواشمة والمستوشمة من غير داء“ ترجمہ: بال ملانے اور ملاوانے والی، ابرو کے بال نوچنے اور نوچوانے والی، جسم گودنے اور گودوانے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے، جبکہ بغیر بیماری کے ہو۔“ (سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی صلۃ الشعر، جلد2، صفحہ 221، مطبوعہ لاھور)

سفید بالوں کو سیاہ کرنے کے متعلق مصنف ابن ابی شیبہ و معجم الکبیر للطبرانی میں ہے: والنظم للثانی: ”من مثل بالشعر، فليس له عند الله خلاق“ ترجمہ: جو بالوں کا مثلہ کرے، اللہ عزوجل کے

یہاں اس کے لئے بھلائی کا کوئی حصہ نہیں۔" (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد 11، صفحہ 41، مطبوعہ قاھرہ)

اس حدیث پاک کے تحت فیض القدیر شرح جامع صغیر میں ہے:"صيره مثلة بالضم بأن نتفه أو غيره بسواد" ترجمہ: بالوں کا مثلہ یوں کہ (سفید بال) اکھاڑے یا انہیں سیاہی کے ساتھ بدل دے۔

(فیض القدیر، جلد 2، صفحہ 860، مطبوعہ مکتبہ امام شافعی، ریاض)

بلاضرورتِ شرعیہ ناپاک چیز کا استعمال حرام ہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے: "اما تنجيس الطاهر فحرام" یعنی پاک چیز کا ناپاک کرنا حرام ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الطھارۃ، فصل فی طھارۃ الحقیقیۃ، جلد 1، صفحہ 209، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے:"جسم ولباس بلاضرورتِ شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 4، صفحہ 585، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

20 شوال المکرم 1439ھ 05 جولائی 2018ء

فتوی: 23

خوبصورتی کے لیے چہرے کی سرجری کروانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ چہرے کا جو حصہ انسان کو اچھا نہ لگے، کیا اس کی پلاسٹک سرجری کروا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

چہرہ کی پلاسٹک سرجری خوبصورتی کے لئے کروانا، جائز نہیں کہ تغییر خلق اللہ ہے، جو مثلہ ہے اور مثلہ ناجائز ہے۔

بخاری شریف میں ہے:"عن عبد الله بن يزيد عن النبي صلى الله عليه وسلم: أنه نهى عن النهبة والمثلة" ترجمہ: روایت ہے عبد اللہ بن یزید سے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے راوی کہ

حضورانورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوٹ مار کرنے اورناک کان کاٹنے سے منع فرمایا۔
(صحیح البخاری، جلد7، صفحہ94، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

ہاں کسی حادثہ وغیرہ کی صورت میں یا جل جانے کی وجہ سے چہرے کی ہیئت بگڑ گئی ہو، تو جمال مقصود کے تحفظ کے لیے سرجری کروانے کی اجازت ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد طارق رضا عطاری مدنی
29محرم الحرام1431ھ16جنوری2010ء

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ:24

خواتین کا کنٹورنگ کروانا کیسا؟

کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خواتین کا کنٹورنگ (contouring) کروانا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

کنٹورنگ(Contouring) جس میں خوبصورتی کے لیے چہرے کے خدوخال میں مختلف انداز سے تبدیلی کی جاتی ہے، مثلاًگر خسار کے ابھرے پن کو بیٹھا ہوا محسوس کروایا جاتا ہے، یونہی موٹی ناک کو باریک ظاہر کیا جاتا ہے، یہ سب میک اپ(Make Up) کے ذریعے کیا جاتا ہے، یونہی بالوں میں بھی کنٹورنگ کی جاتی ہے جس میں بالوں کو مختلف کلر کے شیڈ دیئے جاتے ہیں۔

خواتین کا کنٹورنگ(contouring) کروانا، جائز ہے، البتہ چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

(1) کنٹورنگ میں استعمال ہونے والا مواد یعنی پاؤڈر وغیرہ ناپاک اشیاء سے تیار شدہ نہ ہو اور اگر بالیقین معلوم ہو جائے کہ کنٹورنگ پاؤڈر یا کریم ناپاک اشیاء سے بنی ہوئی ہے یا اس میں پاک اجزاء کے ساتھ ساتھ ناپاک اجزا بھی شامل ہیں، تو اس کا استعمال کرنا، جائز نہیں۔

(2) ایسا میک اپ(Make Up) نہ ہو کہ جو بدن پر چپک جانے کی وجہ سے جِلد تک پانی پہنچنے سے مانع

(رکاوٹ) ہو، کیونکہ اس کے لگے ہونے کی صورت میں وُضو اور غسل نہیں ہوگا اور اگر بالفرض ایسا میک اپ ہو، تو وضو و غسل میں اتارنا، ممکن ہو اور وضو میں اور فرض غسل میں اتار بھی دیا جائے۔

(3) اور بالوں میں کنٹورنگ کروانے میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ بالوں کو سیاہ یا سیاہ سے ملتا جلتا خضاب یا کلر نہ لگایا جائے، کہ بالوں کو سیاہ خضاب (Black Color) لگانا، ناجائز و گناہ ہے، الغرض کسی بھی خلافِ شرع طریقے سے کنٹورنگ نہ کی جائے، ورنہ جائز نہ ہوگی۔

ناپاک چیز کے بیرونی استعمال کا حکم بیان کرتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: ”شراب حرام بھی ہے اور نجس بھی، اس کا خارج بدن پر بھی لگانا، جائز نہیں اور افیون حرام ہے نجس نہیں، خارج بدن پر اس کا استعمال جائز ہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 198، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وضو میں چہرہ دھونا فرض ہونے کے متعلق اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ-وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْاؕ﴾ ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو اور اگر تم بے غسل ہو، تو خوب پاک ہو جاؤ۔ (القرآن الکریم، پارہ 6، سورۃ المائدۃ، آیت 6)

مذکورہ بالا آیت کے تحت غَسل کا معنی بیان کرتے ہوئے امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (سالِ وفات: 370ھ/980ء) لکھتے ہیں: ”والغسل: اسم لامرار الماء علی الموضع ... وانما علیہ امرار الماء حتی یجری علی الموضع“ ترجمہ: اور غَسل، عضو (کی کھال (skin) تک پانی پہنچا دینے کا نام ہے، لہٰذا وضو کرنے والے پر پانی پہنچانا لازم ہے، حتی کہ وہ عضو پر بہہ جائے۔

(احکام القرآن للجصاص، جلد 2، صفحہ 470، مطبوعہ کراچی)

وضو میں عضو کے خشک رہ جانے کے متعلق حدیث پاک میں ہے: ”عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، قال: رجعنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مکۃ إلی المدینۃ حتی إذا کنا بماء بالطریق تعجل قوم عند العصر، فتوضئوا وھم عجال فانتھینا إلیھم وأعقابھم تلوح لم یمسھا

الماء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ویل للأعقاب من النار أسبغوا الوضوء
"ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف لوٹے حتی کہ جب ہم راستے میں پانی کی جگہ پہنچے، تو عصر کے وقت ایک قوم نے جلدی کی اور جلدی میں وضو کیا، ہم اُن کے پاس آئے، تو اُن کی ایڑیاں پانی نہ لگنے کے سبب چمک رہی تھیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِن ایڑیوں کے لئے آگ کا ویل ہے، (لہٰذا) وضو پورا کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب وجوب غسل الرجلین۔۔۔، جلد1، صفحہ157، مطبوعہ لاھور)

مذکورہ بالا حدیث پاک کے تحت مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (سالِ وفات: 1391ھ/1971ء) لکھتے ہیں: "وَیل کے معنی افسوس بھی ہیں اور دوزخ کے ایک طبقے کا نام بھی ہے، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں، یعنی اگر اعضائے وضو میں سے کوئی عضو ناخن برابر سوکھا رہ گیا، تو وہ شخص ویل میں جانے کا مستحق ہے۔" (مراۃ المناجیح، باب سنن الوضو، جلد01، صفحہ271، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات)

وضو صحیح ہونے کی شرائط بیان کرتے ہوئے علامہ حسن بن عمار شُرُنبلالی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1069ھ/1658ء) لکھتے ہیں: "وشرط صحته أي الوضوء: ثلاثة، الأول: عموم البشرة بالماء الطهور ...و زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد "ترجمہ: اور وضو صحیح ہونے کی تین شرائط ہیں: پہلی یہ کہ جن اعضا کو وضو میں دھونا ضروری ہے ان کی جلد تک پاک پانی کا پہنچنا... اور (ایک شرط یہ ہے کہ) جو چیز جسم تک پانی پہنچنے سے مانع ہو، اُس کا نہ ہونا۔

(نور الایضاح، فصل فی احکام الوضو، صفحہ48، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بدن تک پانی پہنچنے سے مانع چیز کے لگے ہونے کی صورت میں وضو نہ ہونے کے متعلق امام کمال الدین ابنِ ہمام رحمۃ اللہ تعالی علیہ (سالِ وفات: 861ھ/1456ء) لکھتے ہیں: "ولو لزق باصل ظفره طين يابس ونحوه او بقي قدر راس الابرة من موضع الغسل، لم يجز "ترجمہ: اگر اس (یعنی وضو کرنے والے) کے ناخن کے اوپر خشک مٹی یا اس کی مثل کوئی اور چیز چپک گئی یا دھونے والی جگہ پر سُوئی کی نوک کے برابر جگہ باقی رہ گئی، تو جائز نہیں ہے، یعنی وُضو نہیں ہوگا۔ (فتح القدیر، کتاب الطھارۃ، جلد1، صفحہ12، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے: "إن بقي من موضع الوضوء قدر رأس إبرة أو لزق بأصل ظفره طين

یابس أو رطب لم یجز... والخضاب إذا تجسد و یبس یمنع تمام الوضوء والغسل ”ترجمہ: اگر وُضو والی کسی جگہ پر سُوئی کی نوک کے برابر کوئی چیز باقی ہو یا ناخن کے اوپر خشک یا تر مٹّی چپک جائے، تو جائز نہیں، یعنی وضو و غسل نہیں ہوگا... اور خضاب جب جِرم دار ہو اور خشک ہو جائے، تو وضو اور غسل کی تمامیّت سے مانع (یعنی مکمل ہونے میں رکاوٹ) ہے، یعنی اس کی وجہ سے وضو اور غسل مکمل نہیں ہوگا۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، الباب الاوّل فی الوضو، جلد1، صفحہ4، مطبوعہ کوئٹہ)

سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت کے متعلق حدیثِ پاک میں ہے: ”عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: یکون قوم في آخر الزمان يخضبون بهذا السواد، کحواصل الحمام، لایجدون رائحة الجنة“ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو کبوتروں کے سینوں جیسا سیاہ خضاب لگائیں گے، وہ لوگ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ سکیں گے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الترجّل، باب ما جاء فی خضاب السواد، جلد2، صفحہ226، مطبوعہ لاھور)

مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات: 1391ھ/1971ء) لکھتے ہیں: ”اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ سیاہ خضاب حرام ہے، خواہ سر میں لگائے یا داڑھی میں، مرد لگائے یا عورت۔“ (مرأۃ المناجیح، جلد06، صفحہ166، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاھور)

بالوں کو سیاہ خضاب کرنا مُثلہ یعنی اللہ پاک کی تخلیق کو بدلنا ہے، جیسا کہ سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: ” (امام) طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من مثل بالشعر فلیس له عندالله خلاق (جو بالوں کے ساتھ مثلہ کرے اللہ پاک کے یہاں اس کا کچھ حصہ نہیں) والعیاذ باللہ رب العالمین، یہ حدیث خاص مسئلہ مُثلہ مو (بالوں کے بدلنے کے بارے) میں ہے، بالوں کا مثلہ یہی جو کلمات ائمہ سے مذکور ہوا کہ عورت سر کے بال منڈالے یا مرد داڑھی، یا مرد خواہ عورت بھنویں (منڈائے) کما یفعله کفرۃ الهند فی الحداد (جیسے ہندوستان کے کفار سوگ مناتے ہوئے ایسا کرتے ہیں) یا سیاہ خضاب کرے کما فی المناوی والعزیزی والحفنی شروح الجامع الصغیر، یہ سب صورتیں مثلہ مو میں داخل ہیں اور سب حرام (ہیں)۔“

(فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، جلد22، صفحہ664، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

کتبـــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

09ذوالحجۃ الحرام1442ھ/20جولائی2021ء

فتویٰ:25

عورت کا چہرے کے بالوں کو صاف کروانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کے چہرے پر اگر بال آ گئے ہوں، تو کیا وہ اپنے چہرے کی تھریڈنگ یعنی چہرے کے بال صاف کرواسکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کے چہرے پر اگر بال آگئے ہوں، تو عام حالت میں اس کے لئے یہ بال صاف کرانا مباح وجائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ کام اگر شوہر کے لئے زینت کی نیت سے ہو تو جائز ہونے کے ساتھ ساتھ مستحب بھی ہے، کیونکہ عورت کو شوہر کے لئے زینت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور چہرے پر بالوں کا ہونا شوہر کے لئے باعث نفرت ووحشت اور خلاف زینت ہے۔

البتہ ابرو بنوانا اس حکم سے مستثنیٰ ہے کہ صرف خوبصورتی وزینت کے لئے ابرو کے بال نوچنا اور اسے بنوانا ،ناجائز ہے، حدیث پاک میں ابرو بنوانے والی عورت کے بارے میں لعنت آئی ہے، لہذا آجکل عورتوں میں ابرو بنوانے کا جو رواج چل پڑا ہے، یہ ناجائز ہے، اس سے ان کو باز آنا چاہیے، ہاں اس میں جواز کی ایک صورت یہ ہے کہ ابرو کے بال بہت زیادہ بڑھ چکے ہوں، بھدے (برے) معلوم ہوتے ہوں تو صرف ان بڑھے ہوئے بالوں کو تراش کراتنا چھوٹا کر سکتے ہیں کہ بھدا پن دور ہو جائے، اس میں حرج نہیں۔

صحیح مسلم میں ہے:”عن عبداللہ قال:لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ“حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،انہوں نے فرمایا:اللہ تبارک و تعالیٰ کی لعنت ہے گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور بال اکھیڑنے والیوں پر اور اکھڑوانے والیوں پر اور حسن کے لئے کھڑکیاں کرانے والیوں پر جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والیاں ہیں۔ (صحیح المسلم،ج2،ص205،مطبوعہ کراچی)

مذکورہ بالا حدیث پاک کے الفاظ "بال اکھیڑنے والیاں" کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''یعنی جو عورت بھووں کے بال نوچ کر ابرو کو خوبصورت بناتی ہے اس پر لعنت ہے۔'' (بہار شریعت، ج3، ص595، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ردالمحتار میں ہے: ''فلو کان فی وجھھا شعر ینفر زوجھا عنھا بسببه ففی تحریم ازالته بعد لأن الزینة للنساء مطلوبة للتحسین (الی ان قال) اذا نبت للمرأة لحیة أو شوارب فلا تحرم ازالته بل تستحب. و فی التاترخانیة عن المضمرات: ولا بأس بأخذ الحاجبین و شعر وجھه ما لم یتشبه المخنث اھ. ملخصا'' اگر عورت کے چہرے پر بال ہوں تو اس کے سبب سے شوہر کو بیوی سے نفرت ہوگی لہذا بالوں کے دور کرنے کو حرام قرار دینے میں دوری ہے کیونکہ عورتوں کے لئے زینت، خوبصورتی کے لئے مطلوب (طلب کی گئی) ہے (یہاں تک کہ مزید فرمایا) جب عورت کی داڑھی یا مونچھیں نکل آئیں تو ان کو دور کرنا حرام نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اور تاتر خانیہ میں مضمرات سے ہے: اور دونوں ابرو اور چہرے کے بال لینے (کاٹنے) میں کوئی حرج نہیں جب تک ہیجڑے سے مشابہت نہ ہو۔ (ردالمحتار، ج9، ص615، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: ''عورت کو داڑھی یا مونچھ کے بال نکل آئیں تو ان کا نوچنا جائز بلکہ مستحب ہے کہ کہیں اس کے شوہر کو اس سے نفرت نہ پیدا ہو۔'' (بہار شریعت، ج3، ص449، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بہار شریعت میں ہے: ''گودنے والی اور گودوانے والی یا ریتی سے دانت ریت کر خوبصورت کرنے والی یا دوسری عورت کے دانت ریتنے والی یا موچنے (بال اکھاڑنے کے آلہ) سے ابرو کے بالوں کو نوچ کر خوبصورت بنانے والی اور جس نے دوسری کے بال نوچے ان سب پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔''

(بہار شریعت، ج3، ص596، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

02 رمضان المبارک 1437ھ/08 جون 2016ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ: 26

آرٹیفیشل پلکیں لگانا

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت آرٹیفیشل پلکیں

لگا سکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

آرٹیفیشل (یعنی مصنوعی) پلکیں جبکہ اِنسان اور خنزیر (Pig) کے بالوں سے بنی ہوئی نہ ہوں، زینت کے طور پر عورتوں کا لگانا، جائز ہے، لیکن وُضو، غُسل کرنے کے لئے ان پلکوں کا اُتار نا ضروری ہوگا کیونکہ آرٹیفیشل پلکیں گوند وغیرہ سے لگانے کے بعد اَصلی پلکوں کے ساتھ چِپکا دی جاتی ہیں، لہٰذا انہیں اُتارے بغیر اصلی پلکوں کا دھونا، ممکن نہیں جبکہ وُضو، غُسل میں اَصلی پلکوں کے ہر بال کا دھونا فرض ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

03 ذوالحجۃ الحرام 1440ھ/05 اگست 2019ء

فتویٰ: 27

عورت کا کان اور ناک چھدوانا اور ان میں زیور پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورتوں کا ناک اور کان میں زیور پہننا اور اس کے لئے ناک کان چھدوانا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورتوں کا ناک، کان چھیدنا اور ان میں زیور پہننا بالکل جائز ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی کان چھیدنے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''لا بأس بثقب أذن البنت'' ترجمہ: لڑکیوں کے کان چھیدنے میں کوئی حرج نہیں۔

(درمختار، ج9، ص693، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: ''عورتوں کا نتھ یا بلاق کے لئے ناک چھیدنا، جائز ہے جس طرح بالوں، بالیوں، کان کے گہنوں کے لئے کان چھیدنا۔''

(فتاوی رضویہ، ج23، ص482، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

07ذو القعدۃ الحرام 1431ھ 16اکتوبر 2010ء

فتویٰ:28

عورت کے لیے مسواک یا دنداسہ استعمال کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کے لیے مسواک کرنا سنت ہے یا نہیں؟ نیز اگر عورت دنداسہ یا کوئی اور چیز استعمال کرے تو اسے مسواک کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کے لیے مسواک کرنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سنت ہے، چنانچہ سنن ابو داود میں ہے: "عن عائشة، أنها قالت: «كان نبي الله صلى الله عليه وسلم يستاك، فيعطيني السواك لأغسله، فأبدأ به فأستاك، ثم أغسله وأدفعه إليه" ترجمہ: حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر کے مجھے دھونے کے لیے دیتے تھے تو میں پہلے اس سے مسواک کر لیتی تھی پھر دھو کر آپ علیہ السلام کو دیتی تھی۔

(سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب غسل السواك، جلد1، صفحہ14، المكتبة العصرية، بيروت)

البتہ عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ بجائے مسواک کے دوسری نرم چیزیں، مثلاً مسی کے ذریعے دانت صاف کرے، کیونکہ عورتوں کے دانت مردوں کے مقابلے میں کمزور ہوتے ہیں اور مسواک پر مواظبت ان کے دانتوں کو مزید کمزور کردے گی اور مسی یا کسی پاؤڈر کے ذریعے دانت صاف کرتے وقت حصول ثواب کی نیت پائے جانے کی صورت میں مسواک کا ثواب بھی ملے گا کہ عورت کے لیے یہ چیزیں ثواب کے معاملے میں مسواک کے قائم مقام ہیں۔

عورتوں کے لیے مسواک پر قدرت کے باوجود گوند (جسے دانتوں کی صفائی اور مضبوطی کے لیے چبایا جاتا ہے) کے استعمال کرنے کے بارے میں در مختار مع رد المحتار میں ہے: (يقوم العلك مقامه للمرأة مع

القدرة علیه) أي في الثواب إذا وجدت النية، وذلك أن المواظبة علیه تضعف أسنانها فیستحب لها فعله"ترجمہ: عورتوں کے لیے مسواک پر قدرت کے باوجود مصطگی (ایک قسم کی گوند) کا استعمال کرنا ثواب میں مسواک کے قائم مقام ہے جبکہ نیت پائی جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسواک پر مواظبت ان کے دانتوں کو کمزور کردے گی لہذا عورتوں کے لیے مسی کا استعمال کرنا مستحب ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، سنن الوضوء، جلد1، صفحہ115، دار الفکر، بیروت)

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں ہے: "ان (عورتوں) کے لیے (مِسواک کرنا) اُمُّ الْمُؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سُنَّت ہے لیکن اگر وہ نہ کریں تو حرج نہیں۔ ان کے دانت اور مسوڑھے بہ نسبت مردوں کے کمزور ہوتے ہیں، (ان کیلئے) مسی یعنی دَنداسہ کافی ہے۔" (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص357، مکتبۃ المدینہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: "مسواک موجود ہو تو انگلی سے دانت مانجنا ادائے سنت و حصول ثواب کے لئے کافی نہیں۔ ہاں مسواک نہ ہو تو انگلی یا کھر کھرا کپڑا ادائے سنت کردے گا اور عورتوں کے لئے مسواک موجود ہو جب بھی مسّی کافی ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ810، رضا فاونڈیشن، لاھور)

مراۃ المناجیح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "عورتوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ بجائے مسواک، سکڑا، مسّی استعمال کریں، انگلی سے دانت صاف کریں، کیونکہ ان کے مسوڑے کمزور ہوتے ہیں۔" (مراۃ المناجیح، جلد1، صفحہ278، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

03 ربیع الاول 1439ھ 22 نومبر 2017ء

فتویٰ: 29

مردوں کا شوقیہ ناک اور کان چھدوانا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مَردوں کا شوقیہ ناک اور کان چھدوانا شرعا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ناک اور کان چھدوانا عورتوں کے لئے جائز اور مَردوں کے لئے ناجائز، کیونکہ ناک اور کان چھیدوانے میں عورتوں کے لئے زینت ہے جبکہ مردوں کے لئے زینت نہیں لہذا مردوں کا ناک اور کان چھدوانا عورتوں سے مشابہت ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام ہے۔

چنانچہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں کے بارے میں صحیح بخاری میں ہے: ''عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال'' ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ان مَردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مَردوں سے مشابہت کریں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء الخ، ج02، صفحہ874، مطبوعہ کراچی)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: ''ثقب الأذن لتعلیق القرط، وھو من زینۃ النساء، فلا یحل للذکور'' ترجمہ: بالیاں لٹکانے کے لئے کان کو چھیدنا عورتوں کی زینت ہے اور مَردوں کے لئے حرام ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج09، ص693، مطبوعہ کوئٹہ)

مفتی محمد وقار الدین علیہ رحمۃ اللہ المتین سے سوال کیا گیا کہ ''مردوں کا کان میں بالی پہننا کیسا ہے؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا'' مردوں کا ناک، کان یا پاؤں کسی جگہ زیور پہننا حرام۔ حدیث میں اس فعل پر لعنت آئی ہے۔''

(وقار الفتاوی، ج01، ص269، مطبوعہ بزم وقار الدین، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
عبد الرب شاکر عطاری مدنی
29 ربیع الثانی 1436ھ 19 فروری 2015ء

فتویٰ:30

مرد کے لیے سیاہ سرمہ لگانا

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مرد کے لئے سیاہ سرمہ لگانے کا کیاحکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مرد کو زینت حاصل کرنے کے لئے سیاہ سرمہ لگانا مکروہ ہے، لیکن علاج کی غرض سے لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔یونہی زینت کی نیت نہ ہوتب بھی کراہیت نہیں۔

فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب المحیط البرہانی میں ہے:"اتفق المشایخ علی أنه لا بأس بالإثمد للرجل، واتفقوا علی أنه یکرہ الکحل الأسود إذا قصد به الزینة" یعنی فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مَردوں کو سرمہ لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں اوراس بات پر بھی اتفاق ہے کہ زینت کی نیت سے سیاہ سرمہ لگانامکروہ ہے۔ (المحیط البرھانی، جلد5، صفحہ377، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب فتاوی ہندیہ میں ہے:"لا باس بالاثمد للرجال باتفاق المشائخ ویکرہ الکحل الاسود بالاتفاق اذا قصد به الزینة واختلفوا فیما اذا لم یقصد به الزینة عامتھم علی انه لا یکرہ"یعنی مَردوں کو سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں لیکن سیاہ سرمہ زینت کے ارادے سے استعمال کرنامکروہ ہے اوراس میں علماء کااختلاف ہے کہ وہ زینت کاارادہ نہ کرے توکیاحکم ہے؟اس میں کثیر علماء کا یہی فتوی ہے کہ یہ مکروہ نہیں۔ (فتاوی ھندیہ، جلد5، ص359، مطبوعہ کوئٹہ)

فقہ حنفی کی عظیم المرتبت کتاب "الھدایہ"میں ہے۔"ولا باس بالاکتحال للرجال اذا قصد به التداوی دون الزینة" یعنی مردوں کوزینت کی نیت سے نہیں بلکہ علاج کی نیت سے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الھدایہ مع فتح القدیر، جلد2، صفحہ350، مطبوعہ کوئٹہ)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃاللہ تعالٰی علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں۔"پتھر کا سرمہ استعمال کرنے میں حرج نہیں اور سیاہ سرمہ یا کاجل بقصد زینت مرد کو لگانا مکروہ ہے اور زینت مقصود نہ ہو تو

کراہت نہیں۔“ (بہارِ شریعت، جلد3، حصہ16، زینت کا بیان، صفحہ597، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

07ذوالقعدۃ الحرام1435ھ03ستمبر2014ء

فتویٰ:31

مرد کے لیے کاجل لگانا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرد کے لیے کاجل لگانا کیسا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مرد کا زینت کے ارادے سے سرمہ یا کاجل لگانا مکروہ یعنی ناپسندیدہ عمل ہے اور زینت مقصود نہ ہو، تو حرج نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ سوتے وقت سرمہ لگایا جائے کہ سوتے وقت سرمہ لگانا سنت ہے، اور سرموں میں بہترین اِثْمِدْ ہے کہ حدیث پاک میں اِثْمِدْ سرمے کو بہترین سرمہ قرار دیا گیا۔

مرد کے لیے زینت کے ارادے سے سرمہ لگانا مکروہ ہونے کے متعلق علامہ ابو المعالی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات:616ھ/1219ء) لکھتے ہیں:”اتفق المشایخ علی أنہ لا بأس بالاثمد للرجل، واتفقوا علی أنہ یکرہ الکحل الأسود إذا قصد بہ الزینۃ، واختلفوا فیما إذ لم یقصد بہ الزینۃ عامتھم علی أنہ لا یکرہ“ترجمہ: مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرد کے اثمد سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مرد کو زینت کے قصد سے کالا سرمہ (یا کاجل) لگانا مکروہ ہے اور جب زینت کا قصد نہ ہو، تو اس بارے میں اختلاف ہے، البتہ اکثر کے نزدیک مکروہ نہیں۔

(المحیط البرھانی، الفصل الحادی والعشرون فی الزینۃ، جلد5، صفحہ377، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات:1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں:”پتھر کا سرمہ استعمال کرنے میں حرج نہیں اور سیاہ سرمہ یا کاجل بقصدِ زینت مرد کو لگانا مکروہ ہے اور زینت مقصود نہ ہو تو کراہت نہیں۔“

(بہارِ شریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ597، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوتے وقت سرمہ لگانا سنت ہونے کے بارے میں جامع ترمذی میں ہے:” عن ابن عباس، قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خیر ما اکتحلتم به الاثمد، فإنه یجلو البصر و ینبت الشعر و کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکحلة یکتحل بها عند النوم ثلاثا في كل عين" ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سرمہ تم لگاؤ ان میں بہترین اِثْمِدْ سرمہ ہے، کیونکہ یہ نگاہ کو روشن کرتا اور پلکیں اگاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے سوتے وقت ہر آنکھ میں تین سلائیاں لگاتے تھے۔

(جامع الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الاکتحال، جلد1، صفحہ438، مطبوعہ لاھور)

مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات: 1391ھ/1971ء) لکھتے ہیں: "یعنی (نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم) رات کو سوتے وقت سرمہ لگاتے تھے، دوپہر میں سوتے وقت نہیں، **سنت یہ ہی ہے کہ رات کو سوتے وقت سرمہ لگائے۔**"

(مراۃ المناجیح، جلد6، صفحہ180، مطبوعہ ضیاء القرآن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــه

مفتی محمد قاسم عطاری

06ذو الحجۃ الحرام1442ھ/17جولائی2021ء

فتویٰ:32

مرد کے لیے دنداسہ استعمال کرنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرد کا دنداسہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

دنداسے کے استعمال کا تعلق عرف و عادت کے ساتھ ہے، ہمارے ہاں پاکستان میں عمومی عادت کے لحاظ سے حکم شرعی یہ ہے کہ مرد کا دنداسہ استعمال کرنا، ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ ہمارے عرف میں دنداسے کا استعمال عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ اگر کسی جگہ کا عرف ایسا نہ ہو تو وہاں کا حکم جدا ہو گا۔

فقہائے کرام نے عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے عِلک (وہ گوند جو عورتیں دانتوں کی صفائی اور خوبصورتی کے لیے استعمال کرتی ہیں) کا استعمال مردوں کے لیے مکروہ و ممنوع قرار دیا ہے، کیونکہ یہ عورتوں کے

ساتھ خاص ہے، اسی طرح دنداسہ کا استعمال بھی عورتوں کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا جب مرد اس کو استعمال کرے گا، تو اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت پائی جائے گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مردوں کو دانتوں کی صفائی کے لیے مسواک کا استعمال کرنا سنّت اور باعثِ اجر وثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک کے استعمال کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، حتی کہ ارشاد فرمایا: اگر مجھے اپنی اُمّت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر (نماز کے وقت) وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا، اس لیے مردوں کو مسواک کے استعمال کا اہتمام کرنا چاہیے۔

زنانہ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں کے متعلق حدیثِ پاک میں ہے: ”عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء، والمتشبھات من النساء بالرجال“ ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء، جلد2 صفحہ 874، مطبوعہ کراچی)

اوپر بیان کردہ حدیثِ پاک کی شرح میں علامہ ابو الحسن ابنِ بطال رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 449ھ) لکھتے ہیں: ”لا یجوز للرجال التشبہ بالنساء فی اللباس والزینۃ التی ھی للنساء خاصۃ“ ترجمہ: مردوں کو عورتوں کے ساتھ لباس اور ان کی مخصوص زیب وزینت میں مشابہت اختیار کرنا، ناجائز ہے۔

(شرح صحیح بخاری لابنِ بطال، کتاب اللباس، جلد 9، صفحہ 140، مطبوعہ الریاض)

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1340ھ/ 1921ء) لکھتے ہیں: ”مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام نہ کہ خاص صورت وبدن میں۔“ (فتاوی رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، جلد 22، صفحہ 664، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

عِلک کے مَردوں کے لیے مکروہ ہونے کے متعلق تبیین الحقائق، بحر الرائق، نہر الفائق، فتح القدیر اور دیگر کتبِ فقہ میں ہے، واللفظ للاوّل: ”(وکرہ ذوق شیء ومضغہ بلا عذر ومضغ العلک)... وفی غیر الصوم لا یکرہ للمرأۃ لأنہ یقوم مقام السواک في حقھن، لأن بنیتھن ضعیفۃ فلا تحتمل

السواک وھو ینقي الأسنان ویشد اللثة کالسواک ویکرہ للرجال إذا لم یکن من علة لما فیه من التشبه بالنساء" ترجمہ: اور روزہ کی حالت میں کسی چیز کو بلا عذر چکھنا اور چبانا اور علک (درختوں سے نکلنے والی گوند) کو چبانا، مکروہ ہے اور روزہ کے علاوہ عورتوں کے لیے علک کا استعمال مکروہ نہیں ہے، کیونکہ یہ ان کے حق میں مسواک کے قائم مقام ہے، اس لیے کہ ان کے مسوڑھے کمزور ہونے کی وجہ سے مسواک کے متحمل نہیں ہوتے اور علک مسواک کی طرح، دانتوں کو صاف اور مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے اور مردوں کے لیے بلاوجہ مکروہ ہے، کیونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔

(تبیین الحقائق، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم و مالا یفسد، جلد2، صفحہ 185، مطبوعہ کوئٹہ)

عِلک کے عورتوں کے ساتھ خاص ہونے کے متعلق علامہ محمد امین ابنِ عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں: "العادة مضغه خصوصا للنساء، لأنه سواکھن" ترجمہ: عادۃً علک کا استعمال عورتوں کے ساتھ خاص ہے، اس لیے کہ یہ ان کی مسواک ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الصوم، مطلب فیما یکرہ للصائم، جلد3، صفحہ 452، مطبوعہ کوئٹہ)

مفسّرِ شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1391ھ/1971ء) لکھتے ہیں: "مردوں کے لیے مسّی اور سکڑ ملنا مکروہ ہے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔"

(مرآۃ المناجیح، کتاب الصوم، باب تنزیہ الصوم، الفصل الثالث، جلد3، صفحہ 181، مطبوعہ گجرات)

مسواک کی فضیلت واہمیت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لولا أن أشق علی أمتي لأمرتھم بالسواک عند کل وضوء" ترجمہ: اگر مجھے اپنی اُمّت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر (نماز کے وقت) وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب السواک الرطب الخ، جلد1، صفحہ 259، مطبوعہ کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

06ذوالحجۃ الحرام1442ھ/17جولائی2021ء

فتویٰ: 33

چہرے پر سرمے سے تِل بنانا

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چہرے پر سرمے کا تل بنانا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

چہرے پر تل بنانے کے حوالے سے عام طور چند طرح کی صورتیں پائی جاتی ہیں:

1. بعض عورتیں فیشن کے طور پر چہرے کے کسی حصے کو سوئی وغیرہ سے گدوا کر اس میں سرمہ وغیرہ بھر کر مصنوعی تِل بنواتی ہیں، ایسا کرنا، ناجائز وگناہ ہے اور حدیث پاک میں ایسا کرنے والیوں پر لعنت کی گئی۔
2. چہرے کو گودے بغیر خوبصورتی کے لیے سرمے سے تل کا نشان بنایا جاتا ہے، ایسا کرنا، جائز ہے، کیونکہ یہ زینت کی چیز ہے اور عورتوں کو شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے زینت کرنے کی اجازت ہے، بلکہ اچھی نیت کے ساتھ، مثلاً شوہر کے لیے زینت اختیار کرنے کے طور پر ہو، تو کارِ ثواب ہے۔
3. اور ایک صورت یہ ہے کہ بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کے لیے سرمے سے تل بنایا جاتا ہے، یہ بھی جائز ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت بچے کو دیکھا تو اس کی ٹھوڑی پر سیاہ نقطہ لگانے کا حکم کاارشاد فرمایا۔

جسم گودنے اور گدوانے والیوں کے متعلق حدیث پاک میں ہے: ”لعن اللہ الواشمات و المستوشمات والمتنمصات والمتفلّجات للحسن المغیّرات خلق اللہ“ ترجمہ: اللہ پاک لعنت کرے گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں پر، (کیونکہ یہ سب) اللہ تعالی کی بنائی ہوئی چیز کو بگاڑنے والیاں ہیں۔

(بخاری شریف، کتاب اللباس باب المتفلجات للحسن، جلد2 صفحہ 878، مطبوعہ کراچی)

مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (سالِ وفات: 1391ھ/1971ء) لکھتے ہیں: ”گودنے، گدوانے سے مراد سوئی کے ذریعہ نیل یا سرمہ جسم میں لگا کر نقش ونگار کرانا یا اپنا نام لکھوانا یہ دونوں کام ممنوع ہیں، طریقۂ مشرکین ہیں اور طریقۂ کفار وفجار (ہے)۔“

(مراٰۃ المناجیح، جلد4، صفحہ231، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاھور)

عورت کا اپنے شوہر کے لیے زینت اختیار کرنا کارِ ثواب ہونے کے متعلق سیّدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: ''عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا (زیور) پہننا، بناؤ سنگار کرنا، باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نمازِ نفل سے افضل ہے۔ ''

(فتاویٰ رضویہ، جلد22، صفحہ126، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

نظرِ بد سے حفاظت کے لیے بچوں کے چہرے پر تل وغیرہ بنانے کے متعلق شرح السنۃ للبغوی اور مرقاۃ المفاتیح وغیرہ میں ہے: ''روي أن عثمان رأى صبيا مليحا، فقال: دسموا نونته كيلا تصيبه العين'' ترجمہ: مروی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خوبصورت بچے کو دیکھا، تو فرمایا کہ اس کی ٹھوڑی میں سیاہ نقطہ لگا دو، تاکہ اِسے نظر نہ لگے۔

(شرح السنۃ للبغوی، کتاب الطب والرقی، باب ما رخص فیہ من الرقی، جلد12، صفحہ166، مطبوعہ المکتب الاسلامی، بیروت)

شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ''نظر سے بچنے کے لئے ماتھے یا ٹھوڑی وغیرہ میں کاجل وغیرہ سے دھبہ لگا دینا یا کھیتوں میں کسی لکڑی میں کپڑا لپیٹ کر گاڑ دینا تاکہ دیکھنے والے کی نظر پہلے اس پر پڑے اور بچوں اور کھیتی کو کسی کی نظر نہ لگے، ایسا کرنا منع نہیں ہے، کیونکہ نظر کا لگنا حدیثوں سے ثابت ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، حدیث شریف میں ہے کہ جب اپنی یا کسی مسلمان کی کوئی چیز دیکھے اور وہ اچھی لگے اور پسند آجائے تو فوراً یہ دعا پڑھے: تبارک اللہ احسن الخالقین اللھم بارک فیہ۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، جلد9، صفحہ601)

یا اردو میں یہ کہہ دے کہ اللہ برکت دے اس طرح کہنے سے نظر نہیں لگے گی۔''

(جنتی زیور، صفحہ410، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

06ذو الحجۃ الحرام1442ھ/17جولائی2021ء

فتویٰ: 34

کریم وغیرہ کے ذریعے رنگ گورا کرنا یا میک اپ کے ذریعے اصل چہرہ بدل دینا مثلہ ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین درج ذیل سوالات کے بارے میں کہ :

(1) عورت کا چہرے پر بہت زیادہ میک اپ کرنا کیسا کہ جس سے اصلی چہرہ ہی تبدیل ہو جائے، کیا یہ مُثلہ ہے؟

(2) رنگ گورا کرنے کے لئے عورت کا چہرے وغیرہ پر کوئی دوا یا کریم استعمال کرنا کیسا، کیا یہ بھی مُثلہ ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) عورت کا پاک چیزوں سے میک اپ کرنا فی نفسہ تو شرعاً جائز ہے، کہ یہ زینت کا ایک ذریعہ ہے اور عورت کا شریعت کے دائرے میں رہ کر زینت حاصل کرنا، جائز ہے، بلکہ بعض صورتوں میں ثواب ہے، جیسے اگر بیوی شوہر کے لئے میک اپ وغیرہ کرے، تو مستحب اور باعثِ ثواب ہے۔ عورت کو زینت اختیار کرنے، بالخصوص شوہر کے لئے سجنے، سنورنے کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ یونہی شادی کے موقع پر دلہن کو سجانا بھی سنت قدیمہ اور متعدد روایات سے ثابت ہے۔ لہذا عورت کسی بھی جائز ذریعہ سے زینت حاصل کرنا چاہے، تو کر سکتی ہے۔

اور جہاں تک میک اپ سے اصل چہرہ تبدیل ہو جانے کا معاملہ ہے، تو اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر میک اپ کی وجہ سے اصل چہرہ تو تبدیل ہو جائے، لیکن وہ "Beauty makeup" یعنی ایسا میک اپ ہو کہ جس کی وجہ سے چہرہ خوبصورت دکھائی دے اور عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے، تو یہ بھی ناجائز و گناہ نہیں اور اسے مُثلہ بھی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ مُثلہ بدن میں تبدیلی کر کے اسے کاٹنے، بگاڑنے یا بدنُما کر دینے کو کہتے ہیں، خواہ وہ اعضاء کاٹ کر ہو یا چہرہ پر سیاہی یا کوئی اور چیز مَل کر ہو اور یہ حرام و گناہ اور شیطانی کام ہے، جبکہ "Beauty makeup" کی وجہ سے چہرے میں بگاڑ اور بدنمائی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ چہرہ خوبصورت دکھائی دیتا ہے، لہذا یہ مثلہ نہیں۔

البتہ اگر عورت اس طرح میک اپ کرتی ہے کہ جس کی وجہ سے چہرہ واقعی بگڑا ہوا اور بدنُما دکھائی دے جیسے "Horror makeup، Zombie makeup، Fx makeup، Scary makeup اور

"Halloween makeup" وغیرہ میں ہوتا ہے کہ اس میں دوسروں کی خاص توجہ حاصل کرنے کے لئے عجیب و غریب انداز سے میک اَپ کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے چہرہ واقعی بگڑا ہوا، بد نما اور ڈراؤنا سا دکھائی دیتا ہے، تو ایسا میک اپ کرنا ضرور حرام و گناہ اور مثلہ میں داخل ہے۔

(2) رنگ گورا کرنے کے لئے عورت کا چہرے وغیرہ پر دوا یا کریم استعمال کرنا شرعاً جائز ہے، جبکہ ان میں کسی ناپاک چیز کی آمیزش نہ ہو، کیونکہ یہ بھی زینت کا ایک ذریعہ ہے اور عورت کسی بھی جائز ذریعہ سے زینت حاصل کر سکتی ہے۔ نیز دوا یا کریم سے رنگ گورا کرنا مثلہ میں داخل نہیں، کیونکہ اوپر بیان ہو چکا کہ مثلہ بدن میں تبدیلی کر کے اسے کاٹنے، بگاڑنے یا بد نُما کر دینے کو کہتے ہیں، جبکہ رنگ گورا کرنے والی دوا یا کریم استعمال کرنے کے بعد چہرے میں بگاڑ اور بد نمائی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ چہرے میں نکھار اور خوبصورتی نظر آتی ہے، لہذا یہ مثلہ نہیں۔

دونوں جوابات کے جزئیات درج ذیل ہیں:

زینت جائز ہونے کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ۔الخ ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ: کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت، جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی؟ (پارہ 8، سورۃ الاعراف، آیت 32)

اس آیت کے تحت تفسیرِ صراط الجنان میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے ہے: "آیت میں لفظِ "زینت" زینت کی تمام اقسام کو شامل ہے، اسی میں لباس اور سونا چاندی بھی داخل ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو شریعت حرام نہ کرے، وہ حلال ہے۔ حرمت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، جبکہ حلت کے لئے کوئی دلیل خاص ضروری نہیں۔"

(تفسیرِ صراط الجنان، تحت ھذہ الایۃ، ج 3، ص 303، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

حدیثِ پاک میں عورت کو مہندی لگانے کی تاکید ہے اور یہ بھی زینت ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، وہ فرماتی ہیں: "ان ھندا ابنۃ عتبۃ قالت: یا نبی اللہ! بایعني، قال: لا ابایعک حتی تغیري کفیک کانھما کفا سبع "ترجمہ: بیشک ہندہ بنتِ عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بیعت کر لیجئے۔ ارشاد فرمایا: میں تجھے بیعت نہیں کروں گا یہاں

تک کہ تو اپنی ہتھیلیاں (مہندی کے رنگ سے) تبدیل نہ کر لے، (مہندی کے بغیر تو) گویا یہ کسی درندے کی ہتھیلیاں ہیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی الخضاب للنساء، ج2، ص220، مطبوعہ لاھور)

جو عورت شوہر کو خوش کرنے کے لئے بناؤ سنگار کرے، وہ بہترین عورت ہے۔ چنانچہ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی، وہ فرماتے ہیں: " قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایُّ النساء خیر؟ قال: التی تسرّہ اذا نظر۔۔الخ " ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ کہ جب شوہر اسے دیکھے تو وہ شوہر کو (اپنے اخلاق و محبت اور بناؤ سنگار وغیرہ سے) خوش کردے۔ (سنن نسائی، کتاب النکاح، باب ای النساء خیر، ج2، ص71، مطبوعہ لاھور)

شادی کے موقع پر دلہن کو سجانا کئی احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی، وہ فرماتی ہیں: " انا قینت عائشۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ادخلتھا علیہ " ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی رخصتی کے وقت ان کا بناؤ سنگار کیا، یہاں تک کہ میں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی۔
(المعجم الکبیر للطبرانی، ج23، ص126، مطبوعہ قاھرہ)

اسی طرح حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا خود اپنی رخصتی کے متعلق ارشاد فرماتی ہیں: " لما قدمنا المدینۃ جاءني نسوۃ وانا العب علی ارجوحۃ وانا مجمۃ فذھبن بي، فھیانني وصنعنني، ثم اتین بي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔الخ " ترجمہ: جب ہم مدینہ منورہ آئے، تو میرے پاس چند عورتیں آئیں، اس وقت میں جھولا جھول رہی تھی اور میرے بال بہت گھنے تھے، وہ مجھے لے گئیں، مجھے بنایا سنوارا اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں۔
(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الارجوحۃ، ج2، ص333، مطبوعہ لاھور)

اور اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز ہے۔۔بلکہ عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعث اجر عظیم اور اس کے حق میں نماز نفل سے افضل ہے۔۔اور دلھن کو سجانا تو سنت قدیمہ اور بہت احادیث سے ثابت ہے، بلکہ کنواری لڑکیوں کو زیور و لباس سے آراستہ رکھنا، کہ انکی منگنیاں آئیں، یہ بھی سنت ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج22، ص126، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

عورت کا رنگ گورا کرنے کے لئے کوئی دوا یا کریم استعمال کرنا، جائز ہے۔ چنانچہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے چہرے کے نکھار میں اضافہ کرنے کے لئے "ایلوا" نامی چیز استعمال کرتی تھیں۔ "ایلوا" ایک کڑوے درخت کا جما ہوا رس ہوتا ہے، جو چہرے پر لگانے سے اسے نکھارتا اور خوبصورت بنا دیتا ہے۔ زینت کے لئے عورتوں میں اس کا استعمال معروف تھا، اسی لئے حدیث میں وفات کی عدت گزارنے والی ایک خاتون کو چہرے پر "ایلوا" لگانے کی ممانعت کا حکم بتایا گیا، البتہ ضرورت کے تحت اسے بھی رات کو لگانے کی اجازت دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عدت والی شرعی رکاوٹ نہ ہو، تو خواتین کو زینت حاصل کرنے کے لئے ایلوا یا اس کے علاوہ کوئی اور دوا یا کریم کے استعمال کی اجازت ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "دخل علیَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم حین توفی ابو سلمۃ و قد جعلت علی عینی صبرا، فقال: ماھذا یا ام سلمۃ؟ فقلت: انما ھو صبر یا رسول اللہ! لیس فیہ طیب، قال: انہ یشب الوجہ فلا تجعلیہ الا باللیل و تنزعینہ بالنھار" ترجمہ: جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کا انتقال ہو چکا تھا (اور میں ان کی عدت میں تھی) تو میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے اور میں نے اپنے چہرے پر ایلوا لگا رکھا تھا، تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ایلوا ہے، جس میں خوشبو نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چہرے کو نکھارتا ہے، پس اسے نہ لگاؤ، مگر (ضرورتاً لگانا پڑے) تو رات کو لگاؤ اور دن کو اتار لو۔

(سنن ابی داؤد، ج2، ص292، الرقم 2305، مطبوعہ بیروت)

اس حدیثِ پاک کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "قال: ما ھذا ای: التلطخ؟ وانت في العدۃ یا ام سلمۃ! قلت: انما ھو صبر لیس فیہ طیب ای: عطر، فقال: انہ۔۔یشب ای: یوقد الوجہ ویزید في لون وعلل المنع بہ، لان فیہ تزیینا للوجہ وتحسینا لہ" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لیپ کس چیز کا ہے؟ حالانکہ تو عدت میں ہے اے ام سلمہ! میں نے کہا: یہ ایلوا ہے، اس میں خوشبو نہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چہرے کو نکھارتا ہے اور چہرے کی رنگت میں اضافہ کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کی وجہ یہی بیان فرمائی، کیونکہ اس میں چہرے کو زینت دینا اور اسے خوبصورت بنانا ہے (حالانکہ معتدہ کو ان چیزوں کی ممانعت ہے)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب العدۃ، ج6، ص458تا459، مطبوعہ کوئٹہ)

چہرے پر مختلف دوائیوں کا استعمال کرنے کے بارے میں **عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری** میں ہے: "ولا یمنع من الادویۃ التي تزیل الکلف وتحسن الوجہ" ترجمہ: اور ان دوائیوں کا استعمال منع نہیں، جو جھائیاں (چہرے کے سیاہ داغ) ختم کرتی ہیں اور چہرے کو خوبصورت بناتی ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، کتاب فضائل القران، ج14، ص179، مطبوعہ ملتان)

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دلہا، دلہن کے جسم پر اُبٹن (ایک خوشبودار مسالہ جس سے جسم صاف، خوشبودار اور ملائم ہو جاتا ہے) ملنے کے بارے میں سوال ہوا، تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "اُبٹن ملنا جائز ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج22، ص245، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مثلہ اللہ پاک کی پیدا کی ہوئی چیز میں خلاف شرع تبدیلی کرنا ہے، جو حرام و گناہ اور شیطانی کام ہے۔ اس بارے میں قرآن پاک میں ہے: ﴿وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: (شیطان نے کہا) قسم ہے میں ضرور بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے **اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔**

(پ5، س النساء، آیت119)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ مثلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "وقال ابن الانباری رحمہ اللہ:۔۔ وھو تغییر تبقی الصورۃ معہ قبیحۃ وھو من قولھم "مثّل فلان بفلان" اذا قبح صورتہ اما بقطع اذنہ او انفہ او سمل عینیہ او بقر بطنہ، فھذا ھو الاصل" ترجمہ: اور ابنِ انباری رحمہ اللہ نے فرمایا:۔۔ وہ (یعنی مثلہ) اللہ پاک کی بنائی ہوئی چیز میں ایسی تبدیلی ہے جس کے ساتھ صورت بد نما ہو جائے اور یہ اہلِ عرب کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ فلاں نے فلاں کا مثلہ کر دیا (یہ اس وقت بولا جاتا ہے) جب وہ کان یا ناک کاٹنے یا آنکھیں پھوڑنے یا پیٹ پھاڑنے کے سبب اس کی صورت کو بد نما کر دے۔ پس مثلہ کی یہی اصل ہے۔

(تفسیرِ کبیر، ج19، ص11، مطبوعہ دار احیاء التراث، بیروت)

اسی بارے میں البنایہ شرح ہدایہ میں ہے: "والمثلۃ بضم المیم ما یتمثل منہ فی تبدیل خلقہ وبتغیر ھیئتہ سواء کان بقطع عضو او تسوید وجہ وتغیرہ، ھکذا فسرہ الاکمل اخذہ من

الدرایۃ وقال تاج الشریعۃ: المثلۃ ما یتمثل فیہ فی القبح، قال الاترازی نحوہ وزاد: واصلھا قطع الاعضاء ویرید الوجہ، قلت: المثلۃ: اسم لمصدر المثل بفتح المیم وسکون الثاء، یقال مثلت بالحیوان امثل مثلاً: اذا قطعت اطرافہ وشوھت بہ ومثلت بالعبد اذا جدعت انفہ او اذنہ او مذاکیرہ او شیئاً من اطرافہ“ ترجمہ: اور مُثلہ میم کے ضمہ (پیش) کے ساتھ ہے، جو کسی کی فطرت کو تبدیل کرنے اور اس کی ہیئت کو بدلنے کی صورت میں کیا جاتا ہے، اب برابر ہے کہ یہ کسی عضو کو کاٹنے کے سبب ہو یا چہرے کو سیاہ اور اسے تبدیل کرنے کے سبب ہو۔ ایسے ہی اکمل نے درایہ سے نقل کرتے ہوئے تفسیر بیان کی ہے اور تاج الشریعہ نے فرمایا: مثلہ وہ ہے جو بد نمائی کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ اترازی نے اسی کی مثل بیان کیا ہے اور یہ الفاظ زیادہ کیے کہ مثلہ کی اصل اعضاء کاٹنا ہے اور وہ اس سے مراد چہرہ لیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مثلہ مثل مصدر (جو میم کے فتحہ یعنی زبر اور ثاء کے سکون کے ساتھ ہے، اس) کا اسم ہے، کہا جاتا ہے کہ میں نے حیوان کا مثلہ کیا (یہ اس وقت بولا جاتا ہے) جب اس کے اعضاء کاٹ دیے جائیں اور اسے بد شکل بنا دیا جائے اور (کہا جاتا ہے کہ) میں نے غلام کا مثلہ کیا جب اس کی ناک یا کان یا شرمگاہ یا دیگر اعضا میں سے کوئی چیز کاٹ دی جائے۔

(البنایہ شرح ھدایہ، ج 1، ص 527، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”**منہ کیچڑ سے سانا صورت بگاڑنا ہے اور صورت بگاڑنا مُثلہ اور مُثلہ حرام ہے**، یہاں تک کہ جہاد میں حربی کافروں کو بھی مُثلہ کرنا صحیح حدیث میں منع فرمایا، جن کے قتل کا حکم فرمایا، اُن کے بھی مثلہ کی اجازت نہیں دی۔ افسوس اُن مسلمانوں پر کہ باہم کھیل میں ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ تھوپتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اس کے منہ پر سیاہی لگاتے ہیں، یہ سب حرام ہے اور اس سے پرہیز فرض۔“

(فتاوی رضویہ، ج 3 ص 667، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

29 ذو الحجۃ الحرام 1442ھ / 09 اگست 2021ء

فتویٰ: 35

چہرے پر کلر (Face Painting) کرنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ آج کل مختلف مواقع پر چہرے پر مختلف قسم کے پینٹ کلر

کیے جاتے ہیں، عموماً ملکی یا پارٹی پرچم کا پینٹ کیا جاتا ہے، جو کبھی پورے چہرے پر بنایا جاتا ہے، کبھی صرف گال پر مختصر سا جھنڈا پینٹ کیا جاتا ہے۔اس بارے میں حکمِ شرعی کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب، اللھم ھدایۃ الحق والصواب

چہرے پر پینٹ کے ذریعے پرچم یا کوئی اور ڈیزائن بنانے کی جائز و ناجائز دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔

جن صورتوں میں چہرے پر پینٹ کی وجہ سے چہرہ بِگڑا ہوا، بد نُما دکھائی دے، ان صورتوں میں پینٹ کرنا، کروانا شرعی اعتبار سے مثلہ یعنی چہرہ بگاڑنے کے حکم میں ہے اور یہ حرام ہے، جبکہ جن صورتوں میں پینٹ کی وجہ سے چہرہ خوبصورت لگے یا کم از کم بِگڑا ہوا نہ لگے تو یہ ناجائز و گناہ نہیں۔

بعض لوگ نہر یا دریا کے کنارے چکنی مٹی کا اپنے منہ پر لیپ کر کے شکل و صورت بد نما کر کے ہنسی مذاق اور تفریح کرتے ہیں، یہ بھی مثلہ ہی کی صورت ہے۔اسی بناء پر فقہاء کرام نے پانی نہ ہونے کی صورت میں گیلی پاک کیچڑ سے بھی تیمم کرنے کی ممانعت فرمائی ہے کہ کیچڑ منہ پر لگنے سے منہ آلودہ اور بد نما، بگڑا ہوا دکھائی دے گا، جو مثلہ کی ہی صورت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”ولو كان المسافر في طين وردغة لا يجد ماء ولا صعيدا وليس في ثوبه وسرجه غبار يلطخ ثوبه أو بعض جسده بالطين فاذا جف تيمم به ولا ينبغي أن يتيمم ما لم يخف ذهاب الوقت لأن فيه تلطخ الوجه من غير ضرورة فيصير بمعنى المثلة “یعنی کوئی مسافر شخص کسی کیچڑ اور دلدل جیسی جگہ میں ہو، جہاں نہ پانی دستیاب ہے نہ خشک مٹی، نہ ہی کپڑے یا زِین پر غبار ہے، تو اپنے کپڑے یا جسم کے کسی حصّے پر کیچڑ لگالے، جب خشک ہو جائے، تو اس سے تیمم کرے اور جب تک وقت نکلنے کا اندیشہ نہ ہو، اس سے تیمم نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس میں بلا ضرورت، چہرہ آلودہ ہو کر مثلہ (صورت بگاڑنے) کے معنی میں ہو جاتا ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جلد 1 صفحہ 27، مطبوعہ کوئٹہ)

امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”منہ کیچڑ سے سانا صورت بگاڑنا ہے اور صورت بگاڑنا مُثلہ اور مُثلہ حرام ہے، یہاں تک کہ جہاد میں حربی کافروں کو بھی مُثلہ کرنا صحیح حدیث میں منع فرمایا، جن کے قتل کا حکم فرمایا اُن کے بھی مثلہ کی اجازت نہیں دی۔ افسوس اُن

مسلمانوں پر کہ باہم کھیل میں ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ تھوپتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اس کے منہ پر سیاہی لگاتے ہیں، یہ سب حرام ہے اور اس سے پرہیز فرض۔"

(فتاوٰی رضویہ، جلد3 صفحہ 667، رضافاؤنڈیشن لاھور)

البتہ پینٹ کرنا، جائز ہو یا ناجائز، بہر صورت چہرے پر پینٹ کا جِرم و تہہ جم جاتی ہے اور وضو کرنے یا غسلِ فرض ادا کرنے میں پینٹ کا یہ جِرم و تہہ چہرے کی کھال پر پانی بہنے سے مانع ہے، جس کے سبب وضو و غسلِ فرض ادا نہیں ہوتا اور اس حالت میں نماز کی ادائیگی بھی نہیں ہوتی۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

10ذوالقعدۃ الحرام1438ھ/03اگست2017ء

بالوں کی زیب وزینت کے متعلق شرعی احکام

فتویٰ:36

انجیکشن کے ذریعے بال سیاہ کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انجیکشن کے ذریعے بال سیاہ کرنا کیسا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

انجیکشن (Injection) اور کھائی جانے والی ادویات (Medicines) کے ذریعے بال سیاہ کرنا ، جائز ہے، کیونکہ احادیثِ مبارکہ میں خاص طور پر کالے رنگ (Black Color) کے ذریعے ، بال سیاہ کرنے کی ممانعت آئی ہے اوراسی سیاہ کلر لگانے کو مُثلہ یعنی اللہ پاک کی تخلیق کو بدلنا فرمایا گیا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص سیاہ کلر لگانے کی بجائے کوئی دوا (Medicine) وغیرہ استعمال کرے یا انجکشن لگائے، جس کے ذریعے اس میں طاقت پیدا ہو جائے اور اس کے بال سیاہ ہو جائیں، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، کیونکہ دوا استعمال کرنے سے سفید (White) بال سیاہ (Black) نہیں ہوں گے، بلکہ ان میں قوت و طاقت پیدا ہو جائے گی کہ آئندہ سیاہ بال نکلیں گے۔

سیاہ کلر لگانے کی ممانعت کے متعلق حدیثِ پاک میں ہے: ”عن النبي صلی اللہ علیه وسلم قال: یکون قوم في آخر الزمان یخضبون بھذا السواد، کحواصل الحمام، لا یجدون رائحۃ الجنۃ“ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو کبوتروں کے سینوں جیسا سیاہ خضاب لگائیں گے، وہ لوگ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ سکیں گے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الترجل، باب ما جاء فی خضاب السواد، جلد2، صفحہ 226، مطبوعہ لاھور)

اوپر بیان کردہ حدیثِ مبارک کے تحت علامہ علی بن سلطان قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1014ھ / 1605ء) لکھتے ہیں: ”فمعناہ باللون الأسود“ ترجمہ: حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ سیاہ کلر لگا کر بالوں کو سیاہ کریں گے (اس لیے جنّت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائیں گے)۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الترجل، جلد 7، صفحہ 293، مطبوعہ کوئٹہ)

بالوں کو سیاہ کلر لگانا مُثلہ یعنی اللہ پاک کی تخلیق کو بدلنا ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: ”من مثلہ بالشعر فلیس لہ عند اللہ خلاق“ ترجمہ: جو بالوں کے ساتھ مثلہ کرے اللہ عزوجل کے یہاں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، طاؤس عن ابن عباس، جلد11، صفحہ41، مطبوعہ قاھرۃ)

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: ”یہ حدیث خاص مسئلہ مثلہ مو میں ہے، بالوں کا مثلہ یہی جو کلماتِ ائمہ سے مذکور ہوا کہ عورت سر کے بال یا مرد داڑھی یا مرد خواہ عورت بھنویں (منڈائے) کما یفعلہ کفرۃ الھند فی الحداد (جیسے ہندوستان کے کفار لوگ سوگ مناتے ہوئے ایسا کرتے ہیں) **یا سیاہ خضاب کرے، یہ سب صورتیں مثلہ مو میں داخل ہیں اور سب حرام۔**“

(فتاوی رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، جلد22، صفحہ664، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ادویات وغیرہ کھا کر بال سیاہ کرنے کے متعلق کیے گئے ایک سوال کے جواب میں امامِ اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اس میں کوئی حرج نہیں، دوا کھانے سے سپید (سفید) بال سیاہ نہ ہو جائیں گے، بلکہ قوت وہ پیدا ہو گی کہ آئندہ سیاہ نکلیں گے، تو کوئی دھوکہ نہ دیا گیا نہ خلق اللہ کی تبدیل کی گئی۔“

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، صفحہ311، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

البتہ یہ یاد رہے کہ سیاہ کے علاوہ سیاہ سے ملتے جلتے رنگوں سے بھی بال کلر کرنا منع ہے جن کے استعمال سے دیکھنے میں بال سیاہ جیسے ہی لگیں۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

08ذوالحجۃ الحرام1442ھ/19جولائی2021ء

فتویٰ:37

مصنوعی وگ لگانے اور بالوں کی پیوند کاری کرانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ آج کے دور میں اگر بال گر جائیں تو بالوں کو پیوند کاری کے ذریعے لگایا جا سکتا ہے؟ نیز اگر پیوند کاری نہ کروائی جائے بلکہ بالوں کی وِگ لگوائی جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بالوں کی اپنے یا کسی دوسرے انسان کے بالوں سے پیوند کاری کرنا ناجائز و گناہ ہے۔اسی طرح انسانی بالوں کی وِگ لگانا ناجائز و حرام ہے، چاہے وہ وگ کسی دوسرے انسان کے بالوں سے بنائی جائے یا اسی انسان کے اپنے بال کاٹ کر وگ بنائی جائے کہ حدیث مبارک میں ایسا کرنے والے پر بھی لعنت کی گئی ہے۔اسی طرح خنزیر کے بالوں کی وگ بھی نہیں لگا سکتے کہ خنزیر نجس العین ہے اور اس کے کسی عضو سے انتفاع جائز نہیں۔ خنزیر کے علاوہ دیگر جانوروں کے بال یا اون وغیرہ سے بنے ہوئے مصنوعی بالوں کی وگ لگانے میں حرج نہیں۔

پیوند کاری کرنا اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنا ہے جو شیطانی کام ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ﴾ ترجمہ کنزالایمان: (شیطان بولا) میں ضرور انہیں کہوں گا کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے۔ (پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 119)

اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والوں پر حدیث مبارک میں لعنت کی گئی ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: "عن عبداللہ قال لعن اللہ الواشمات و المستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ "ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کھال گودنے اور گدوانے والی، بال اکھاڑنے والی، خوبصورتی کے لیے دانتوں میں مصنوعی فاصلہ بنانے والی اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم، جلد2، ص205، مطبوعہ کراچی)

انسانی بالوں کی پیوند کاری کروانا یا انسانی بالوں سے بنی ہوئی وگ استعمال کرنا، ناجائز ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواصلۃ والمستوصلۃ" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابی داؤد، جلد2، ص221، مطبوعہ لاہور)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ واصلہ اور مستوصلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "الواصلۃ التی

تصل الشعر بشعر النساء والمستوصلة المعمول بها" ترجمہ: واصلہ وہ عورت جو بالوں میں عورتوں کے بال ملائے اور مستوصلہ وہ عورت جس کے سر میں بال لگائے جائیں۔

(سنن ابی داود، جلد2، ص221، مطبوعہ لاھور)

عنایہ میں ہے: "الواصلة من تصل الشعر والمستوصلة من يفعل بها ذلك" ترجمہ: واصلہ وہ عورت جو بال جوڑے اور مستوصلہ وہ عورت جس کے سر میں بال جوڑے جائیں۔

(العنایہ شرح الھدایہ، جلد6، ص426، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

درمختار میں ہے: "وصل الشعر بشعر الادمی حرام سواء كان شعرها او شعر غيرها" ترجمہ: انسانی بالوں کو کسی انسان کے بالوں میں لگانا حرام ہے، چاہے وہ اس کے اپنے بال ہوں یا کسی اور کے۔

(درمختار مع ردالمحتار، جلد9، ص614، مطبوعہ پشاور)

خنزیر کے بال لگانا حرام ہے، چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے: "الخنزير فقد روى عن ابى حنيفة انه نجس العين لان الله تعالى وصفه بكونه رجسا فيحرم استعمال شعره وسائر اجزائه" ترجمہ: خنزیر کے بارے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ نجس العین ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس کو گندگی کی صفت سے موصوف کیا ہے پس اس کے بالوں اور تمام اجزاء کا استعمال حرام ہے۔

(بدائع الصنائع، جلد1، ص200، مطبوعہ کوئٹہ)

خنزیر کے علاوہ دوسرے جانوروں کے بالوں سے بنی ہوئی وگ یا مصنوعی بالوں کی وگ لگانے میں حرج نہیں، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "لا بأس للمرأة ان تجعل فى قرونها وذوائبها شيئا من الوبر" ترجمہ: عورت کا اپنے گیسوؤں اور چوٹی میں اونٹ یا خرگوش وغیرہ کے بال لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاوی عالمگیری، جلد5، ص438، مطبوعہ کراچی)

صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "انسان کے بالوں کی چوٹی بنا کر عورت اپنے بالوں میں گوندھے یہ حرام ہے۔ حدیث میں اس پر لعنت آئی ہے بلکہ اس پر بھی لعنت جس نے کسی دوسری عورت کے سر میں ایسی چوٹی گوندھی اور اگر وہ بال جس کی چوٹی بنائی گئی خود اسی عورت کے ہیں جس کے سر میں جوڑی گئی جب بھی ناجائز اور اگر اون یا سیاہ تاگے کی چوٹی بنا کر لگائے تو اس کی ممانعت نہیں۔"

(بہار شریعت، جلد3، ص596، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

22جمادی الاولی 1437ھ 02مارچ 2016ء

فتویٰ:38

کیا سر کی سائیڈوں سے بال چھوٹے اور اوپر سے بڑے رکھنا منع ہے، جسے حدیث میں قزع کہا گیا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث پاک میں قزع (یعنی سر کے بالوں میں بعض کو کاٹنا اور بعض چھوڑ دینے) سے منع کیا گیا ہے، اس سے کیا مراد ہے اور آجکل جس طرح عموما بال کاٹے جاتے ہیں۔ کانوں سے اوپر چھوٹے کرنا اور سر کے اوپر والے حصے کو بڑا کرنا یہ بھی قزع میں شمار ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

حدیث پاک میں قزع سے منع کیا گیا ہے اور اس کی کیفیت جو شروح حدیث اور فقہ میں بیان کی گئی ہے کہ آدمی سر کے متفرق مقامات سے بال منڈوا دے اور بعض جگہوں پر بالوں کو چھوڑ دے یہ قزع کہلاتا ہے، اس طرح بال کٹوانا مکروہ تنزیہی اور ممنوع ہے۔ ہمارے ہاں جس طرح عموما بال کٹوائے جاتے ہیں، جو طریقہ سوال میں مذکور ہے اس پر قزع کا اطلاق نہیں آئے گا، کیونکہ قزع خاص کیفیت ہے جو اوپر مذکور ہے، البتہ ایسے بال کٹوانا بھی سنت اور سلف وصلحاء کے طریقوں کے برخلاف ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے: "أخبرني ابن جريج قال أخبرني عبيد الله بن حفص أن عمر بن نافع أخبره عن نافع مولى عبد الله أنه سمع ابن عمر رضي الله عنهما يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن القزع قال عبيد الله قلت وما القزع فأشار لنا عبيد الله قال إذا حلق الصبي وترك هاهنا شعرة وهاهنا وهاهنا فأشار لنا عبيد الله إلى ناصيته وجانبي رأسه" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا۔ عبید اللہ کہتے ہیں میں نے کہا، قزع کیا ہے؟ تو عبید اللہ نے

اشارہ کر کے بتایا کہ جب بچے کا سر کچھ جگہوں سے مونڈا جائے اور کچھ جگہ چھوڑ دیا جائے اور عبید اللہ نے اپنی پیشانی اور سر کے دونوں کناروں کی طرف اشارہ کیا۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب القزع، جلد2، صفحہ 877، مطبوعہ کراچی)

زمخشری نے قزع کی تعریف یوں بیان کی ہے: ”النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن القزع وروى عن القنازع. يحلق الرأس ويترك شعر متفرق في مواضع فذلك الشعر قزع“ ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا اور ایک روایت میں قنازع ہے، یعنی سر کو متعدد مقامات سے مونڈا جائے اور متعدد مقامات سے بال چھوڑ دیئے جائیں تو یہ بال قزع ہیں۔

(الفائق فی غریب الحدیث والاثر، حرف القاف مع الزاء، جلد3، صفحہ 189، دار المعرفۃ، بیروت)

منتقی میں ہے: ”ونهى عن القزع وهو أن يحلق بعض الرأس ويبقي مواضع، والأصل في ذلك ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن القزع ومن ذلك القصة والقفا وهو أن يحلق رأس الصبي فيترك منه مقدمه وشعر القفا“ ترجمہ: قزع سے منع کیا گیا ہے اور قزع یہ ہے کہ سر کا کچھ حصہ مونڈ دیا جائے اور کچھ جگہوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اس میں اصل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا کہ آپ نے قزع سے منع فرمایا ہے اور اسی سے قصہ اور قفا ہے اور وہ یہ ہے کہ بچے کے سر کو (بیچ سے) مونڈنا اور آگے کے اور گُدی کے بالوں کو چھوڑ دیا جائے۔

(المنتقی، الجامع، السنۃ فی الشعر، جلد7، صفحہ 267، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی، قاھرہ)

عمدۃ القاری میں ہے: ”وقال النووي في شرح مسلم **أجمع العلماء على كراهة القزع إذا كان في مواضع متفرقة إلا أن يكون لمداواة ونحوها وهي كراهة تنزيه**“ ترجمہ: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: قزع کے مکروہ ہونے پر علماء کا اجماع ہے جب (سر کے) مختلف حصوں میں ہو، سوائے علاج وغیرہ کی خاطر (کہ پھر مکروہ نہیں اور اس مکروہ سے مراد) مکروہ تنزیہی ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الطب، باب فی القزع، جلد22، صفحہ 58، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

یہی کلام مرقاۃ میں ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”يكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعا مقدار ثلاثة أصابع كذا في الغرائب“ ترجمہ: قزع مکروہ ہے اور قزع یہ ہے کہ مختلف ٹکڑوں میں تین انگلیوں کی مقدار

تک بعض سر کو مونڈے اور بعض کے بال چھوڑ دے۔

(فتاوی ھندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع عشر، جلد 5، صفحہ 437، مطبوعہ کراچی)

علامہ شامی لکھتے ہیں: ''وفي الذخيرة: ولا بأس أن يحلق وسط رأسه ويرسل شعره من غير أن يفتله وإن فتله فذلک مکروہ، لأنه يصير مشبها ببعض الكفرة والمجوس في ديارنا يرسلون الشعر من غير فتل، ولكن لا يحلقون وسط الرأس بل يجزون الناصية تتارخانية قال ط: ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترک البعض قطعا مقدار ثلاثة أصابع كذا في الغرائب''ترجمہ: ذخیرہ میں ہے کہ سر کے درمیانی حصے کو مونڈ دینا اور باقی بال چھوڑ دینے میں حرج نہیں جبکہ ان بالوں کو نہ گوندھے اور اگر گوندھ لیا تو یہ مکروہ ہے کیونکہ ہمارے شہروں میں یہ بعض کافروں اور مجوسیوں کی مشابہت ہے کہ وہ بال گوندھے بغیر لٹکاتے ہیں لیکن سر کا درمیانی حصہ نہیں مونڈتے بلکہ پیشانی کے بال مونڈتے ہیں، علامہ طحطاوی نے فرمایا قزع مکروہ ہے اور قزع یہ ہے کہ مختلف ٹکڑوں میں تین انگلیوں کی مقدار تک بعض سر کو مونڈے اور بعض کے بال چھوڑ دے۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، جلد 9، صفحہ 672، مطبوعہ کوئٹہ)

جدالممتار میں اسی کو ہندیہ کے حوالے سے مقرر رکھا گیا ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ''تالو کے بال منڈانا جس طرح یہاں کے لوگوں کی عادت ہے بشرطیکہ پیشانی کے بال باقی رکھے جائیں جسے پان بنوانا کہتے ہیں جائز ہے مگر اولیٰ نہیں۔ **ہاں متفرق مواضع سے قطعے قطعے منڈوانا جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں بیچ سر منڈوا دیا آس پاس کے بال چھوڑ دیئے اور کنپٹیوں پر ببریاں رکھیں آس پاس منڈوا دیئے اور گدی پر ایک قطعہ بالوں کا چھوڑا دہنے بائیں حلق کیے، اسے عربی میں قزع کہتے ہیں اور وہ ممنوع ہے**۔۔۔اور یہ نئی نئی تراشیں ایک ایک انگل کے بال رکھنا جب اس سے بڑھیں کتروا دینا یا آگے سے بڑے پیچھے سے کترے ہوئے یا وسط تالو سے پیشانی تک کھلوا دینا یا گدی کے بال منڈانا یا پیشانی سے گدی تک سڑک نکالنا یا منڈے سر خواہ بالوں کی حالت میں یعنی چوڑی قلمیں بڑھا کر رخساروں پر جھکانا یا داڑھی میں ملا دینا، یہ باتیں مخالف سنت و خلاف وضع صلحائے مسلمین ہونے کے علاوہ ان میں اکثر اقوام کفار کی ایجاد ہیں جن کی مشابہت سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 577، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے: ''بیچ سر کو مونڈا دینا اور باقی جگہ کو چھوڑ دینا جیسا کہ ایک زمانہ میں پان بنوانے کا رواج

تھا یہ جائز ہے اور حدیث میں جو قزع کی ممانعت آئی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ متعدد جگہ سر کے بال مونڈنا اور جگہ جگہ باقی چھوڑنا، جس کو گل بنانا کہتے ہیں۔ بخاری شریف سے بھی یہی ظاہر ہے۔ پان بنوانے کو قزع سمجھنا غلطی ہے، ہاں بہتر یہی ہے کہ سر کے بال مونڈائے تو کل مونڈا ڈالے یہ نہیں کہ کچھ مونڈے جائیں اور کچھ چھوڑ دیے جائیں۔ بعض دیہاتیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ پیشانی کو خط کی طرح بنواتے ہیں اور دونوں جانب نوکیں نکلواتے ہیں یا اور طرح سے بنواتے ہیں یہ سنت اور سلف کے طریقہ کے خلاف ہے، ایسا نہ کریں۔"

(بہار شریعت، جلد3، صفحہ587، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبــــــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری
07 ذیقعدۃ الحرام 1437ھ/11 اگست 2016ء

فتویٰ: 39

مونچھیں بالکل صاف کروانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا بالکل مونچھیں صاف کرنا چاہیے؟ اگر کوئی مونچھیں بالکل صاف کرے تو اس پر کیا حکم ہے؟ حرام ہے یا مباح ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مونچھوں کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ بہار شریعت میں ہے: "مونچھوں کو کم کرنا سنت ہے اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں اور ایک روایت میں مونڈانا آیا ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ16، جلد3، صفحہ585، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ہندیہ میں ہے: "ذکر الطحاوی فی شرح الآثار أن قص الشارب حسن، وتقصیرہ أن یؤخذ حتی ینقص من الإطار وھو الطرف الأعلی من الشفۃ العلیا قال والحلق سنۃ وھو أحسن من القص وھذا قول أبی حنیفۃ وصاحبیہ رحمھم اللہ" ترجمہ: امام طحاوی نے شرح الآثار میں فرمایا کہ مونچھیں کاٹنا اچھا ہے اور اس کا کم کرنا اتنا ہے کہ اوپر والا ہونٹ واضح ہو جائے۔ فرمایا کہ مونڈنا سنت ہے اور یہ

کاٹنے سے زیادہ اچھا ہے اور یہ قول امام ابو حنیفہ وصاحبین رحمھم اللہ کا ہے۔
(ھندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع، قص الشارب، جلد 5، صفحہ 358، مطبوعہ کوئٹہ)

بحر الرائق میں ہے: "أن السنة قص الشارب لا حلقه" ترجمہ: سنت موچھیں کتروانا ہے منڈوانا نہیں۔
(البحر الرائق، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، جلد 3، صفحہ 18، مطبوعہ کوئٹہ)

اصل بات یہ ہے کہ موچھیں خوب پست کرنا سنت ہے، کاٹنا بھی درست ہے اور مونڈنا گناہ نہیں۔ حلق کے معنی مونڈنا ہیں، قص کے معنی کٹوانا، احفاء کے معنی خوب پست کرنا ہے۔ فتاوی ہندیہ میں شرح معانی الآثار کے حوالے سے جو جزئیہ نقل کیا گیا ہے اس میں لفظ "حلق" جبکہ اصل کتاب میں احفاء ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کی روشنی میں یہی ثابت کیا ہے کہ موچھیں خوب پست کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ شرح معانی الآثار میں ہے: "قال أبو جعفر فذهب قوم من أهل المدينة إلى هذه الآثار، واختاروا لها قص الشارب على إحفائه وخالفهم في ذلك آخرون فقالوا بل يستحب إحفاء الشوارب، نراه أفضل من قصها۔ عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال (أحفوا الشوارب، وأعفوا اللحى). فهذا رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد أمر بإحفاء الشوارب، فثبت بذلك الإحفاء على ما ذكرنا،في حديث ابن عمر .وفي حديث ابن عباس وأبي هريرة ،(جزوا الشوارب) فذاك يحتمل أن يكون جزا، معه الإحفاء۔۔فإنا رأينا الحلق قد أمر به في الإحرام، ورخص في التقصير. فكان الحلق أفضل من التقصير، وكان التقصير، من شاء فعله، ومن شاء زاد عليه، إلا أنه يكون بزيادته عليه أعظم أجرا ممن قص. فالنظر على ذلك أن يكون كذلك حكم الشارب قصه حسن، وإحفاؤه أحسن وأفضل. وهذا مذهب أبي حنيفة، وأبي يوسف، ومحمد" ترجمہ: امام جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کے ایک گروہ نے موچھیں خوب پست کرنے سے کاٹنے کو افضل ٹھہرایا۔ دوسرے گروہ نے فرمایا کہ موچھیں خوب پست کرنا کاٹنے سے افضل ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم موچھیں خوب پست کرنے کو کاٹنے سے افضل جانتے ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موچھیں خوب پست کرو اور داڑھی کو معافی دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں موچھیں خوب پست کرنے کا حکم دیا تو خوب پست کرنے کا افضل ہونا اس حدیث سے ثابت ہو گیا۔ حضرت ابن عمر، ابن عباس اور ابو ہریرہ کی جو حدیث ہے جس میں ہے

مونچھیں کاٹو (جو کہ اہل مدینہ کے گروہ کا مذہب ہے) اس میں یہ احتمال ہے کہ اتنی کاٹو کہ پست ہو جائیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ احرام میں حلق کرنے کا حکم دیا گیا اور بال چھوٹے کرنے کی رخصت دی گئی حالانکہ حلق کرنا اس سے افضل تھا دیکھو یہی حکم مونچھوں کا ہے کہ کاٹنا اچھا ہے اور خوب پست کرنا زیادہ اچھا و افضل ہے اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب حلق الشارب، جلد2، صفحہ316، مطبوعہ لاھور)

امام طحاوی کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ مونچھیں خوب پست کرنا مستحب ہے۔ فتاوی ہندیہ میں جو حلق کا لفظ استعمال ہوا، اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ احفاء مونڈنے کے قریب ہوتا ہے، اس لئے وہاں لفظ حلق استعمال کیا گیا، جبکہ مونڈنے کو بعض علماء نے مکروہ کہا ہے۔ چنانچہ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: ”قال الطحاوی یستحب إحفاء الشوارب ونراه أفضل من قصها وفی شرح شرعة الإسلام قال الإمام الإحفاء قریب من الحلق وأما الحلق فلم یرد بل کرهه بعض العلماء ورآه بدعة اه وفی الخانیة وینبغی أن یأخذ من شاربه حتی یوازی الطرف الأعلی من الشفة العلیا ویصیر مثل الحاجب“ ترجمہ: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مونچھوں کو خوب پست کرنا مستحب ہے اور ہمارے نزدیک کاٹنے سے یہ افضل ہے۔ شرعۃ الاسلام کی شرح میں ہے: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: احفاء مونڈنے کے قریب ہے اور بہر حال مونڈنا، تو اس کا رد نہیں کیا جائے گا، بلکہ بعض علماء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور اسے بدعت میں شمار کیا ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے: مناسب یہ ہے کہ اپنی مونچھوں کو کاٹے، یہاں تک کہ اوپر والے ہونٹ والی سائیڈ کے برابر ہو جائے اور ابرو کی طرح (باریک) ہو جائے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، جلد1، صفحہ342، مطبوعہ مصر)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وفیه دلیل لما قاله النووی من أن السنة فی امر الشارب أن لا یبالغ فی إحفائه بل یقتصر علی ما تظهر به حمرة الشفة وطرفها وهو المراد بإحفاء الشوارب فی الأحادیث“ ترجمہ: امام نووی کے قول کی اس حدیث میں دلیل ہے وہ فرماتے ہیں کہ مونچھیں پست کرنے میں سنت یہ ہے کہ بالکل ہی ان کا صفایا نہ کیا جائے بلکہ اتنی پست ہوں کہ اوپر کے پورے ہونٹ کی سرخی نظر آئے، احادیث میں جو مونچھیں پست کرنے کا حکم ہے ان سے یہی مراد ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ، کتاب الاطعمہ، جلد7، صفحہ2728، دار الفکر، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی
29شوال المکرم1430ھ19اکتوبر2009ء

فتویٰ:40

مونچھیں کتنی باریک کرنی چاہییں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مونچھیں کتنی باریک کرنی چاہییں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مونچھیں اتنی باریک کرنی چاہییں کہ ابرو کے مثل ہو جائیں اور اوپر والے ہونٹ کے بالائی (اوپر والے) کنارے سے نیچے نہ لٹکیں۔ چنانچہ عالمگیری میں ہے:"و یاخذ من شاربہ حتی یصیر مثل الحاجب کذا فی الغیاثیۃ" اور وہ اپنی مونچھوں سے لے (کاٹے) یہاں تک کہ وہ ابرو کے مثل ہو جائیں اسی طرح غیاثیہ میں ہے۔ (عالمگیری، ج5، ص358، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے:''مونچھوں کو کم کرنا سنت ہے اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں یعنی اتنی کم ہوں کے اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں۔''

(بہار شریعت، ج3، ص585، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری
25صفر المظفر1439ھ15نومبر2017ء

فتویٰ:41

بیوی کے کہنے پر داڑھی چھوٹی کرنا یا منڈوا دینا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی ایک مٹھی داڑھی ہو اور اس کی

بیوی اسے داڑھی خشخشی کروانے یا منڈوانے کا کہتی ہو اور ساتھ یہ بھی کہتی ہو کہ میری نظر داڑھی منڈوں پر پڑتی ہے جو آنکھ کا زنا ہے اور اس کا وبال بھی آپ پر ہی ہوگا، تو کیا ایسی صورت میں اسے داڑھی خشخشی کروانے یا منڈوانے کی اجازت ملے گی؟ رہنمائی فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

حکمِ شرع کو سب پر مقدم رکھنا ضروری ہے اور مرد کے لیے حکمِ شرع یہی ہے کہ وہ پوری ایک مٹھی داڑھی رکھے، جبکہ بیوی کا داڑھی خشخشی کروانے یا منڈوانے کا کہنا شرعاً ناجائز و گناہ ہے اور جو حکم شرعاً ناجائز ہو، اس میں کسی کی بھی پیروی جائز نہیں، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں شوہر کا بیوی کے کہنے پر داڑھی خشخشی کروانا یا بالکل ہی منڈوا دینا سخت ناجائز و حرام ہے۔

عورت کی یہ نفسیاتی کمزوری ہے کہ اس کو داڑھی والے مرد اچھے نہیں لگتے، ورنہ روایات میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عمامے اور داڑھی سے زینت بخشی ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''امام زیلعی تبیین الحقائق، علامہ اتقانی غایۃ البیان، علامہ طوری تکملہ بحر، سب علماء کتاب الجنایات اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کیمیائے سعادت میں ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ان للہ ملائکۃ تسبیحھم سبحٰن من **زین الرجال باللحی** والنساء بالقرون والذوائب" یعنی اللہ عزوجل کے کچھ ملائکہ ایسے ہیں جن کی تسبیح یہ ہے کہ تمام پاکی اس ذات کے لئے ہے جس نے **مردوں کو داڑھیوں سے** اور عورتوں کو چوٹیوں سے **زینت بخشی ہے۔**'' (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ664-665، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اصل چیز یہ ہے کہ اپنے دل کا فتور دور کرنا ہی غیر کی طرف نظر اٹھنے کے خدشے کا حل ہے۔ شیطان جب داڑھی رکھنے والے پر حاوی نہیں ہو پایا، تو اس نے داڑھی منڈوانے کے مشن میں اب کسی اور کا سہارا لیا ہے، پس عورت پر لازم ہے کہ شریعت کے احکامات کے سامنے اپنا سر جھکا دے، اپنے دل کا فتور دور کرے۔ داڑھی میں تو بلاشبہ زینت ہے، خوبصورتی ہے۔ اگر عورت کو یہ چیز خوبصورت نہیں لگتی، تو اس کی اپنی نظر کا قصور ہے۔ کسی جائز بات کو مثبت اور منفی دونوں طرح سے دیکھنے والے موجود ہوتے ہیں اور مثبت چیز کو بھی منفی کہنے والوں کی کمی نہیں ہوتی، لیکن اہل عقل یہی کہتے ہیں کہ منفی سوچ رکھنے والوں کو اپنی سوچ کا زاویہ بدلنے کی حاجت ہوتی ہے۔

یہی معاملہ اس خاتون کے ساتھ ہے، اگر یہ اپنے سامنے صرف اس چیز کو رکھ لے کہ ہم سب کے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھی اور آپ پوری مخلوق میں سب سے بڑھ کر حسین و جمیل ہیں اور داڑھی رکھنے کا آپ نے ہی حکم دیا اور آپ کے حکم پر عمل کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہتے اور نہ ہی اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی غلطی کا کام ہے، بلکہ فلاح کا راستہ ہے، یہ چیز سامنے رکھی جائے گی، تو امید ہے اس کی سوچ کا زاویہ تبدیل ہو گا اور منفی سوچ، مثبت سوچ میں تبدیل ہو جائے گی۔ اب تک جو شریعت کی مخالفت کی تلقین کی، اس پر سچی توبہ کے ذریعے اس غلطی کا بھی ازالہ کرنا ہو گا۔

شوہر پر لازم ہے کہ حکم شریعت کی ہی پیروی کرے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی حدیثِ مبارک ہے: "عن علی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ و اٰلہ و سلم قال لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ، انما الطاعۃ فی المعروف" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، بلکہ مخلوق کی اطاعت تو فقط بھلائی کے کاموں میں ہی جائز ہے۔

(صحیح البخاری، جلد2، صفحہ 1077-1078، مطبوعہ کراچی، ملخصاً)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "جس کو شرع مطہر نے ناجائز قرار دیا ہے، اس میں اطاعت نہیں کہ یہ حق شرع ہے اور کسی کی اطاعت میں احکامِ شرع کی نافرمانی نہیں کی جا سکتی کہ معصیت میں کسی کی طاعت نہیں ہے۔ حدیث میں ہے: لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق" (فتاویٰ امجدیہ، جلد4، صفحہ 198، مکتبہ رضویہ، کراچی)

مزید ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "جو حکم شرعاً ناجائز ہے اس میں کسی کی پیروی جائز نہیں، حکمِ شرع کو سب پر مقدم رکھنا ضروری ہے۔" (فتاویٰ امجدیہ، جلد4، صفحہ 222، مکتبہ رضویہ، کراچی)

کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ ترجمہ کنزالایمان: "اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔"

(پارہ 22، سورۃ الفاطر، آیت 18)

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ خزائن العرفان میں ہے: "معنیٰ یہ ہیں کہ روزِ قیامت ہر ایک جان پر اسی

کے گناہوں کا بار ہوگا، جو اس نے کئے ہیں اور کوئی جان کسی دوسرے کے عوض نہ پکڑی جائے گی۔‘‘
(تفسیرِ خزائن العرفان، صفحہ 808، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

03 ذو الحجۃ الحرام 1440ھ/05 اگست 2019ء

فتویٰ: 42

عورت کے سر کے بال کٹوانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورتوں کو سر کے بال کٹوانا، جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کہاں تک بال کٹوا سکتیں ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بلا عذر شرعی عورتوں کے لئے اتنے بال کاٹنا کہ مردوں سے مشابہت ہو حرام ہے اسی طرح فیشن کے طور پر اتنے بال کاٹنا جس سے فاسقات عورتوں سے مشابہت ہو منع ہے، اس کے علاوہ معمولی سے بال کاٹنے میں حرج نہیں۔

بخاری شریف میں ہے: ’’لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشابھات من النساء بالرجال‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت رکھنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت رکھنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری، ج2، ص398، مطبوعہ لاھور)

مذکورہ حدیث شریف کے تحت علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ’’قال الطبرانی المعنی لایجوز للرجال التشبہ بالنساء فی اللباس والزینۃ التی تختص بالنساء ولاالعکس‘‘ یعنی امام طبرانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مردوں کے لئے عورتوں کے ساتھ لباس اور زینت جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوں، اس میں تشبیہ جائز نہیں اور اسی طرح اس کے برعکس عورتوں کے لئے مردوں

سے ان کے لباس اور زینت جو ان کے ساتھ خاص ہے اس میں تشبیہ ناجائز ہے۔"
(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج10،ص408،مطبوعہ کراچی)

درمختار میں ہے :"قطعت شعر راسها اثمت ولعنت والمعنى المؤثر التشبه "ترجمہ : کسی عورت نے اپنے سر کے بال کاٹے تو وہ گنہگار اور ملعونہ ہے اور اس میں معنی مؤثر تشبہ ہے۔
(درمختار وردالمحتار،ج9،ص671،مطبوعہ کوئٹہ)

ردالمحتار میں درمختار کی مذکورہ عبارت کے تحت ہے:"ای :العلة المؤثرة فی اثمها التشبه بالرجال فانه لایجوز کالتشبه بالنساء حتی قال فی المجتبی :یکره غزل الرجل علی هیأة غزل النساء "ترجمہ : عورت کے گنہگار ہونے میں علتِ مؤثرہ مردوں سے مشابہت ہے اور مردوں سے مشابہت عورت کو جائز نہیں ہے جیسا کہ مردوں کو عورتوں سے مشابہت جائز نہیں ہے۔یہاں تک کہ مجتبی میں فرمایا:مرد کا عورتوں کی ہیئت پر سوت کاتنا مکروہ ہے۔
(ردالمحتار مع درمختار،ج9،ص671،مطبوعہ کوئٹہ)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے :"عن ابن عمر قال:قال رسول اللہ :صلی اللہ علیہ وسلم (من تشبه بقوم):أی من شبه نفسه بالکفار مثلا فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار أو باهل التصوف والصلحاء الأبرار۔(فهو منهم)أی: فی الإثم والخیر "ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی یعنی جس نے اپنی ذات کو کفار سے تشبیہ دی مثلا لباس وغیرہ میں یا فساق یا فجار یا اہل تصوف وصلحاء اور نیک لوگوں کے ساتھ تو وہ انہیں میں سے ہے،یعنی:گناہ اور بھلائی میں۔
(مرقاۃ شرح مشکوۃ،ج8،ص222،مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"عورت کو سر کے بال کٹوانے جیسا کہ اس زمانے میں نصرانی (عیسائی) عورتوں نے کٹوانے شروع کر دیئے ناجائز و گناہ ہے اور اس پر لعنت آئی۔شوہر نے اگر ایسا کرنے کو کہا جب بھی یہی حکم ہے کہ عورت ایسا کرنے میں گنہگار ہوگی کیونکہ شریعت کی نافرمانی میں کسی کا کہنا نہیں مانا جائیگا۔سنا ہے کہ بعض مسلمان گھروں میں بھی عورتوں کے بال کٹوانے کی بلا آگئی ہے ایسی پر قینچ عورتیں دیکھنے میں لونڈا معلوم ہوتی ہیں اور حدیث میں فرمایا کہ جو عورت مردانہ ہیئت میں ہو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"
(بہار شریعت، حصہ16،ص588،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

08شوال المکرم1433ھ27اگست2012ء

فتویٰ:43

عورت کا کندھے سے اوپر تک بال کٹوانے اور اس کی اجرت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

1۔ عورتوں کا بال کندھوں سے اوپر تک کٹوانا کہ مردوں سے مشابہ ہو جائیں، شرعاً کیسا ہے؟

2۔کسی عورت کا اس طرح بال کاٹنے کی اجرت لینا(کہ عورت کے بالوں کی مردوں سے مشابہت ہو جائے)شرعاً کیسا؟جیسا کہ آج کل بیوٹی پارلر میں ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

1۔عورتوں کا سر کے بال اس طرح کٹوانا کہ مردوں سے مشابہت ہو، ناجائز و حرام ہے۔

عورتوں کا مردوں سے یا مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے اور حدیث مبارک میں ایسوں پر لعنت کی گئی ہے۔چنانچہ بخاری شریف میں ہے:"لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال"ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

(صحیح بخاری، جلد2، ص874، مطبوعہ کراچی)

درمختار میں ہے:"قطعت شعر راسھا اثمت ولعنت،زادفی البزازیۃ ولو باذن الزوج لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی الموثر التشبہ بالرجال"ترجمہ: عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گنہگار ہوئی اور اس پر لعنت ہے۔بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے بال کاٹے(پھر بھی ناجائز ہے)اس لیے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی اطاعت نہیں اسی لیے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور عورتوں کے لیے بال کاٹنے کے حرام ہونے کی علت مردوں کی وضع بنانی ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، جلد9، ص671، مطبوعہ پشاور)

امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں ''ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اسے لعنت کی خبر دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا، ارشاد فرمایا'' اللہ کی لعنت ان عورتوں پر کہ مردوں سے تشبہ کریں '' حالانکہ جوتا کوئی جزو بدن نہیں جزو لباس ہے اور کمان جزو لباس بھی نہیں ایک خارج شے ہے جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزو بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعث لعنت ہوگی۔''

(فتاوی رضویہ، جلد6، ص610,611، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

2۔ عورت کے سر کے بال اس طرح کاٹنے کی اجرت لینا بھی ناجائز ہے کہ فعل حرام کی اجرت بھی حرام ہوتی ہے، چنانچہ بحر الرائق میں ہے: ''ولا یجوز علی الغناء والنوح والملاهی ''ترجمہ: گانے باجے، نوحہ کرنے اور لہو ولعب پر اجارہ جائز نہیں۔ (البحر الرائق، جلد8، ص35، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ''اصل مزدوری اگر کسی فعل ناجائز پر ہو، تو سب کے یہاں ناجائز اور جائز پر ہو تو سب کے یہاں جائز۔''

(فتاوی رضویہ، جلد23، ص507، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''گناہ کے کام پر اجارہ ناجائز ہے مثلاً نوحہ کرنے والی کو اجرت پر رکھا کہ وہ نوحہ کرے گی جس کی یہ مزدوری دی جائے گی، گانے بجانے کے لیے اجیر کیا کہ وہ اتنی دیر تک گائے گا اور اس کی یہ اجرت دی جائے گی، ملاہی یعنی لہو ولعب پر اجارہ بھی ناجائز ہے۔ گانا یا باجا سکھانے کے لیے نوکر رکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے ان صورتوں میں اجرت لینا بھی حرام ہے۔''

(بہار شریعت، جلد3، ص144، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

20صفر المظفر 1436ھ/23دسمبر 2014ء

فتوی: 44

عورت کا بالوں کو برابر کرنے کے لیے صرف پیشانی کے بال کاٹنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا سر کے بالوں کو برابر

کرنے کے لیے صرف پیشانی کی جانب سے بال کاٹنا کیسا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کا بالوں کو برابر کرنے کے لیے پیشانی کی جانب سے اس طرح بال کاٹنا کہ وہ حقیقی لمبائی میں کندھوں سے نیچے تک نہ رہیں، یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ عورت کے لیے کندھوں تک بال کاٹنا، چاہے پیشانی کی طرف سے ہو یا پیچھے سے ہو، حرام ہے کہ اس میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہے اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ عورت نے اگر بال کاٹنے ہی ہوں تو کندھوں سے نیچے صرف بالوں کی نوکیں وغیرہ سیٹ کرلے۔

مردانہ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں کے متعلق حدیثِ پاک میں ہے: ”عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء، والمتشبھات من النساء بالرجال“ ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء، جلد2صفحہ874، مطبوعہ کراچی)

اوپر بیان کردہ حدیثِ پاک کی شرح میں علامہ ابو الحسن ابنِ بطال رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات:449ھ) لکھتے ہیں: ”ولا یجوز للنساء التشبہ بالرجال فیما کان ذلک للرجال خاصۃ“ ترجمہ: عورتوں کے لیے مردوں کے ساتھ ہر اس کام میں مشابہت اختیار کرنا، ناجائز ہے، جو مردوں کے لیے خاص ہے۔

(شرح صحیح بخاری لابنِ بطال، کتاب اللباس، جلد9، صفحہ140، مطبوعہ الریاض)

سیّدی عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”الحکمۃ فی تحریم تشبہ الرجل بالمرأۃ وتشبہ المرأۃ بالرجل انھما مغیرات لخلق اللہ “ترجمہ: مرد و عورت کی باہم مشابہت حرام ہونے میں حکمت یہ ہے کہ وہ دونوں اللہ پاک کی بنائی ہوئی چیز کو بدلتے ہیں۔

(الحدیقۃ الندیہ، جلد2، صفحہ558، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

اور مردانہ طرز پر بال کٹوانے والی عورتوں کے متعلق در مختار اور عقود الدریہ میں ہے، واللفظ للاوّل: ”فیہ (ای المجتبی) قطعت شعر راسھا اثمت ولعنت فی البزازیۃ ولو باذن الزوج، لانہ لاطاعۃ

لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال"

ترجمہ: مجتبیٰ شرح قدوری میں ہے عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گنہگار وملعونہ ہو گی، بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے ایسا کرے، اس لئے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں، اسی لئے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور عورت کے گنہگار ہونے کی علت اور وجہ یہ ہے کہ اس میں مردوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔

(درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، جلد9، صفحہ670،672، مطبوعہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات:1340ھ) لکھتے ہیں:

"عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے، تو ملعونہ کہ مردوں سے تشبّہ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ543، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک مقام پر لکھتے ہیں: "عورت کو موئے سر، مرد کو داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے کہ اس میں ایک کا دوسرے سے تشبہ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ665، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

06ذیقعدۃ الحرام1442ھ/17جولائی2021ء

فتویٰ:45

خوبصورتی کے لیے اپنے کچھ بال پیشانی پر ڈالنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا خوبصورتی کے لیے اپنے کچھ بال پیشانی پر ڈالنا کیسا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کا خوبصورتی کے لیے اپنے کچھ بال، لٹ وغیرہ کی صورت میں پیشانی پر ڈالنا، اگر تو کندھوں سے اوپر بالوں کو کاٹ کر لٹ بنائی گئی ہے، تو ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ عورتوں کے لیے کندھوں سے اوپر بالوں کو کاٹنا مردوں سے مشابہت کی وجہ سے گناہ ہے اور اگر کاٹے بغیر چہرے پر کچھ بال لٹ کی صورت میں ڈالے

جائیں، تو اگر غیر محرم کے سامنے ہو، تو ناجائز و گناہ ہے کہ اس میں بے پردگی ہے اور غیر محرم کے سامنے بے پردگی کرنا حرام ہے اور اگر صرف محرم کے سامنے ہو اور فتنے کا اندیشہ نہ ہو، تو جائز اور شوہر کے لیے فی نفسہ جائز ہے اور حکمِ شرعی پر عمل کی نیت سے ہو، تو کارِ ثواب بھی ہے۔

مردانہ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں کے متعلق حدیثِ پاک میں ہے: "عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال" ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء، جلد2 صفحہ874، مطبوعہ کراچی)

اور در مختار اور عقود الدریہ میں ہے، واللفظ للاوّل: "فیه (ای المجتبی) قطعت شعر راسها اثمت ولعنت فی البزازیة ولو باذن الزوج، لانه لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته والمعنی الموثر التشبه بالرجال" ترجمہ: مجتبٰی شرح قدوری میں ہے عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گنہگار و ملعونہ ہو گی، بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے ایسا کرے، اس لئے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں، اسی لئے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور عورت کے گنہگار ہونے کی علت اور وجہ یہ ہے کہ اس میں مردوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔

(در مختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، جلد9، صفحہ670,672، مطبوعہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 1340ھ) لکھتے ہیں: "عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے، تو ملعونہ کہ مردوں سے تشبّہ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ543، رضا فاؤنڈیشن، لاهور)

عورت کے زینت ظاہر کرنے کے تفصیلی احکام قرآن مجید میں یوں بیان کیے گئے ہیں: ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ﴾ ترجمۂ کنز العرفان: اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور

اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں (پر)۔ (پارہ 18، سورۃ النور، آیۃ 31)

اوپر بیان کردہ آیتِ مبارکہ کے تحت علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات: 710ھ) لکھتے ہیں: "الزينة ما تزينت به المرأة من حلي أو كحل أو خضاب، والمعنى ولا يظهرن مواضع الزينة إذ إظهار عين الزينة وهي الحلي ونحوها مباح فالمراد بها مواضعها...، ومواضعها الرأس والأذن والعنق والصدر والعضدان والذراع والساق... إلا ما جرت العادة والجبلة على ظهوره وهو الوجه والكفان والقدمان، ففي سترها حرج بين" ترجمہ: زینت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے عورت سجتی سنورتی ہے جیسے زیور، سرمہ اور مہندی وغیرہ اور چونکہ محض زینت کے سامان کو دکھانا مباح ہے اس لئے آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے بدن کے ان اعضا کو ظاہر نہ کریں جہاں زینت کرتی ہیں، جیسے سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں، البتہ بدن کے وہ اعضا جو عام طور پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں، انہیں چھپانے میں چونکہ مشقت واضح ہے، اس لئے ان اعضا کو چھپانا ضروری نہیں۔ (لیکن فی زمانہ چہرہ چھپایا جائے گا)۔

(تفسیر مدارک التنزیل، تحت هذه الآیۃ، جلد 2، صفحہ 500، مطبوعہ لاہور)

عورت کے چہرے اور ہاتھ، پاؤں کی ہتھیلیوں کے علاوہ بالوں سمیت پورا جسم ستر ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: "عن عائشة رضي الله عنها، أن أسماء بنت أبي بكر، دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق، فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقال: "يا أسماء، إن المرأة إذا بلغت المحيض لم تصلح أن يرى منها إلا هذا وهذا" وأشار إلى وجهه وكفيه" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں، تو ان پر باریک کپڑا تھا (یعنی ایسا کپڑا تھا جس سے بال وغیرہ نظر آرہے تھے)، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اعراض فرمالیا اور ارشاد فرمایا: اے اسماء! بے شک عورت جب حیض کو پہنچ جائے (یعنی بالغ ہو جائے)، تو ہرگز درست نہیں ہے کہ اس عورت کا اِس حصے اور اِس حصے کے علاوہ کچھ دکھائی دے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

(سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المراۃ من زینتھا، جلد2، صفحہ212، مطبوعہ لاھور)

عورت کے بال ستر میں شامل ہونے کے متعلق تنویر الابصار مع در مختار میں ہے:" (وللحرة جميع بدنها)حتى شعرها النازل في الاصح(خلا الوجه والكفين والقدمين) ... (وتمنع)المرأة الشابة(من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة)" ترجمہ: چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پاؤں کے علاوہ، آزاد عورت کا تمام بدن، حتی کہ لٹکے ہوئے بال بھی ستر میں شامل ہیں اور (فی زمانہ) فتنے کے خوف کی وجہ سے جوان عورت کو مردوں کے سامنے اپنا چہرہ ظاہر کرنے سے بھی منع کیا جائے گا۔

(درمختار مع ردالمحتار، باب شروط الصلاۃ، جلد2، مطلب في ستر العورة، صفحہ95، مطبوعہ کوئٹہ)

عورت کا اپنے محرم کے سامنے بال وغیرہ ستر کے اعضا کو ظاہر کرنے کی شرط بیان کرتے ہوئے علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات:1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں:"إن أمن شهوته وشهوتها أيضا وإلا لا" ترجمہ: اگر مرد و عورت کو اپنی شہوت سے امن ہو، تو دیکھنا جائز ہے، ورنہ ہرگز جائز نہیں۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی النظر، جلد9، صفحہ605، مطبوعہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (سالِ وفات:1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں:"عورت اگر نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال، گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چمکے، تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور بندوبست نہ کریں، تو دیوث ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد6، صفحہ509، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

عورت کا شوہر کے لیے زینت کرنے کی فضیلت کے متعلق حدیثِ پاک میں ہے:"عن أبي هريرة قال: قيل: يا رسول الله، أي النساء خير؟ قال: التي تسره إذا نظر، وتطيعه إذا أمر، ولا تخالفه فيما يكره في نفسها وماله" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عورتوں میں سے بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ کہ شوہر اس کو دیکھے، تو وہ (اپنے بناؤ سنگھار اور اپنی اداؤں سے) اس کا دل خوش کردے اور اگر شوہر کسی بات کا حکم دے، تو اس کی اطاعت کرے اور اپنی ذات اور شوہر کے مال میں جو چیزیں اس کو ناپسند ہوں اس کی مخالفت نہ

کرے۔ (مسند احمد، ابو ہریرۃ، جلد 12، صفحہ 383، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ)

امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا (زیور) پہننا، بناؤ سنگار کرنا، باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نمازِ نفل سے افضل ہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 126، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

06 ذو الحجۃ الحرام 1442ھ/17 جولائی 2021ء

فتویٰ: 46

دھاگے یا اون کی چٹیا لگانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عورتیں بالوں میں دھاگے وغیرہ کی چٹیا لگاتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کا دھاگہ یا اون کی چٹیا اپنے بالوں میں لگانا، جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اپنے یا کسی اور انسان کے بالوں کی چٹیا لگانا، ناجائز و حرام ہے، حدیث پاک میں انسانی بال لگانے اور لگوانے والی دونوں عورتوں پر لعنت آئی ہے، لہذا اس سے اجتناب کیا جائے۔

عالمگیری میں ہے: "ولا باس للمراۃ ان تجعل فی قرونھا و ذوائبھا شئیاً من الوبر کذا فی فتاوی قاضی خان۔" اور عورت کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے بالوں اور چوٹی میں اون میں سے کچھ لگائے اسی طرح فتاوی قاضی خان میں ہے۔ (عالمگیری، ج 5، ص 358، مطبوعہ کوئٹہ)

درمختار میں ہے: "ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرھا او شعر غیرھا۔" اور بالوں کو آدمی کے بالوں کے ساتھ جوڑنا حرام ہے برابر ہے کہ عورت کے (اپنے) بال ہوں یا اس کے غیر کے۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج 9، ص 614، مطبوعہ کوئٹہ)

بہارِ شریعت میں ہے: "انسان کے بالوں کی چوٹی بنا کر عورت اپنے بالوں میں گوندھے یہ حرام۔ حدیث

میں اس پر لعنت آئی ہے بلکہ اس پر بھی لعنت جس نے کسی دوسری عورت کے سر میں ایسی چوٹی گوندھی اور اگر بال جس کی چوٹی بنائی گئی خود اسی عورت کے ہیں جس کے سر میں جوڑی گئی جب بھی ناجائز اور اگر اون یا سیاہ تاگے (دھاگے) کی چوٹی بنا کر لگائے تو اس کی ممانعت نہیں۔"

(بہار شریعت، ج3، ص596، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبـــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری
11 صفر المظفر 1439ھ/01 نومبر 2017ء

فتوی:47

عورت کا ہاتھ، پاؤں، بازو، اور ٹانگوں کے بال منڈوانا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورتیں بازو، ہاتھ، پاؤں اور ٹانگوں کے بال منڈوا یا ترشوا سکتی ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عورتیں بازو، ہاتھ، پاؤں اور ٹانگوں کے بال اُتار سکتی ہیں۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: ''سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈنا یا کتروانا اچھا نہیں، ہاتھ، پاؤں، پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں۔'' (بہار شریعت،585/3)

نیز یہ بات علماء کے بیان کردہ اس مسئلے سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ کلائیوں وغیرہ پر بال ہوں تو ترشوا دیں تاکہ وضو میں کم پانی استعمال ہو۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ
مفتی محمد ھاشم عطاری
03 ذو الحجۃ الحرام 1440ھ/05 اگست 2019ء

فتویٰ:48

عورت کا غیر ضروری بال صاف کرنے کے لیے استرہ استعمال کرنا

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ عورتیں اپنے غیر ضروری بال استرے یا اس کے علاوہ لوہے کی کسی اور چیز سے صاف کر سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض عورتیں اس بارے میں سخت وعیدیں سناتی ہیں کہ اس طرح کرنے والی کا جنازہ نہیں اٹھے گا۔ کیا یہ درست ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کے لئے بھی اپنے غیر ضروری بال استرے یا اس کے علاوہ لوہے وغیرہ کی کسی چیز سے صاف کرنا جائز ہے۔ شریعت مطہرہ کو مقصود یہاں کی صفائی ہے وہ کسی بھی چیز سے حاصل ہو جائے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے"قال:"الفطرۃ خمس او خمس من الفطرۃ الختان، والاستحداد، وتقلیم الاظفار، ونتف الابط، وقص الشارب"ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"پانچ چیزیں فطرت ہیں یا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں عانہ کی صفائی کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کی صفائی کرنا اور مونچھیں چھوٹی کرنا۔

(صحیح مسلم، جلد1، صفحہ221، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس حدیث پاک کی شرح میں المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج میں ہے:"الاستحداد فھو حلق العانۃ سمی استحدادا لاستعمال الحدیدۃ وھی الموسی وھو سنۃ والمراد بہ نظافۃ ذلک الموضع والافضل فیہ الحلق ویجوز بالقص والنتف والنورۃ والمراد بالعانۃ الشعر الذی فوق ذکر الرجل وحوالیہ وکذاک الشعر الذی حوالی فرج المراۃ"ترجمہ: استحداد سے مراد عانہ کی صفائی ہے استحداد کا نام اس لئے دیا گیا کہ اس میں لوہا یعنی استرہ استعمال کیا جاتا ہے اور وہ سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے اور اس میں افضل حلق کرنا ہے اور بال چھوٹے کرنے، اکھیڑنے اور نورہ لگانے کے ساتھ جائز ہے اور عانہ سے مراد وہ بال ہیں جو مرد کے ذکر کے اوپر اور اس کے ارد گرد ہوتے ہیں اور اسی طرح وہ بال مراد ہیں جو عورت کی فرج کے گرد ہوتے ہیں۔

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، کتاب الطھارۃ، جلد3، صفحہ148، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں ہے:"الاستحداد ای حلق العانۃ وھو استفعال من

الحدید وہو استعمال الحدید من نحو الموسی فی حلق العانۃ ذی الشعر الذی حوالی ذکر الرجل وفرج المراۃ" ترجمہ: استحداد یعنی عانہ کی صفائی کرنا اور وہ لوہے سے کام کرنا ہے اور وہ لوہا استعمال کرنا ہے جسے عانہ کے وہ بال جو مرد کے ذکر اور عورت کی فرج کے گرد ہوتے ان کی صفائی میں استرہ استعمال کرنا۔
(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد 7، صفحہ 2814، دار الفکر، بیروت)

اسی طرح کے ایک سوال ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد اگر اپنے زیر ناف کے بال مقراض سے تراشے یا عورت استرہ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ)'' کا جواب دیتے ہوئے امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: ''حلق وقصر ونتف وتنور یعنی مونڈنا، کترنا، اکھیڑنا، نورہ لگانا سب صورتیں جائز ہیں کہ مقصود اس موضع کا پاک کرنا ہے اور وہ سب طریقوں میں حاصل۔ فی صحیح مسلم ابن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال قال الفطرۃ خمس اوخمس من الفطرۃ الختان والاستحداد وتقلیم الاظفار ونتف الابط وقص الشارب، قال الشارح النووی واما الاستحداد فھو حلق العانۃ وھو سنۃ والمراد بہ نظافۃ ذلک الموضع، انتھی ملخصا وبمثلہ قال الغزالی فی احیائہ وغیرہ فی غیرہ" ترجمہ: صحیح مسلم بن الحجاج میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا امور فطرت پانچ ہیں۔ یا یوں فرمایا پانچ کام فطرت میں سے ہیں: (1) ختنہ کرنا (2) زیر ناف کے بال مونڈنا (3) ناخن کاٹنا (4) بغلوں کے بال اکھیڑنا اور (5) مونچھیں کترنا، شارح صحیح مسلم امام نووی نے فرمایا رہا استحداد تو وہ مقام ستر کے بال مونڈنے ہیں اور وہ عمل سنت ہے اور اس عمل سے اس جگہ کی طہارت مقصود ہے (تلخیص پوری ہوگئی) امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے احیاء علوم الدین میں اور دوسروں نے دوسری کتابوں میں اس طرح صراحت فرمائی ہے۔ مگر حلق مرد میں بہ نسبت قصر ونتف وتنور کے افضل ہے کہ احادیث خصال وعامہ کتب فقہ میں اس خصلت کا ذکر بلفظ حلق واستحداد وغیرہ۔" قال النووی والافضل فیہ الحلق ویجوز بالقص والنتف والنورۃ وفی الفتاوی الھندیۃ الافضل ان یقلم اظفارہ ویحلق عانتہ انتھی مختصر" ترجمہ: امام نووی نے فرمایا کہ زیر ناف بال ہٹانے کے لئے زیادہ بہتر عمل مونڈنا ہے البتہ کترنا، اکھیڑنا اور چونا وغیرہ لگانا بھی جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

بہتر یہ ہے کہ ناخن کاٹے جائیں اور زیر ناف بال مونڈے جائیں۔

اور عورت کے لئے بعض علماء نے نتف (اکھاڑنا) حلق (مونڈنا) سے افضل قرار دیا اور بعض علماء نے بالعکس ملاعلی قاری مرقاۃ میں پہلا مذہب اختیار کرتے ہیں۔ اور حدیث صحیحین میں وارد: "حتی تستحد المغیبۃ" (یہاں تک کہ زیر ناف بال صاف کرے) اشعۃ اللمعات میں علامہ تورپشتی سے نقل کیا یہاں استحداد سے بال دور کرنا مراد ہے نہ کہ خاص استعمال قدسی ابن عربی محاکمہ کرتے ہیں کہ نوجوان عورت کو احتراز مناسب اور عمر رسیدہ کو مضرت نہیں۔ اور نتف ایام ضعف میں باعث استرخائے فرج تو میانہ کو اس سے بچنا زیبا اور نوجوان میں بوجہ شباب قوت پر احتمال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ600-601، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اور بعض عورتیں اس پر جو وعیدیں سناتی ہیں کہ استرہ اور لوہے کی چیز سے بال کٹوانے والی کا جنازہ نہیں اٹھتا، محض بے اصل اور احمقانہ بات ہے، ایسی باتوں سے احتراز چاہئے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

17 رجب المرجب 1435ھ 17 اپریل 2014ء

ہاتھ، پاؤں کی زیب وزینت کے متعلق شرعی احکام

فتویٰ:49

مردوں اور نابالغ لڑکوں کے لیے مہندی لگانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ (1) مرد حضرات کا اپنے ہاتھ، پاؤں یا ناخنوں پر مہندی لگانا شرعا جائز ہے یا ناجائز؟ (2) اور نابالغ چھوٹے لڑکوں کے ہاتھ یا پاؤں پر مہندی لگانا شرعا جائز ہے یا ناجائز؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) مرد حضرات کا اپنے ہاتھ یا پاؤں یا ناخنوں پر مہندی لگانا ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ یہ عورتوں سے مشابہت ہے اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے: ”عن ابی ھریرہ ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اتی بمخنث قد خضب یدیہ ورجلیہ بالحناء فقال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ما بال ھذا فقیل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یتشبہ بالنساء فامر بہ فنفی الی النقیع قالوا یا رسول اللہ الا نقتلہ قال انی نھیت عن قتل المصلین“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مخنث کو لایا گیا اس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی سے رنگا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کا کیا حال ہے؟ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یہ عورتوں سے تشبہ کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس کے بارے میں حکم کیا تو اس کو نقیع جلاوطن کر دیا گیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ ارشاد فرمایا مجھے نماز پڑھنے والوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الحکم فی المخنثین، ج2، ص332، مطبوعہ لاھور)

اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی

میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبّہ ہے۔‘‘
(فتاوی رضویہ،ج24،ص542،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(2)نابالغ بچوں کے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگانا ناجائز و گناہ ہے، لیکن اس کا گناہ بچے پر نہیں بلکہ لگانے والے پر ہو گا جیساکہ علامہ محمد امین ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:’’ویکرہ للانسان أن یخضب یدیہ ورجلیہ وکذا الصبی الالحاجۃ‘‘ ترجمہ:اور مرد کے لئے مکروہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگائے اور ایسے ہی بچے کو بھی مکروہ ہے مگر حاجت کی وجہ سے۔
(ردالمحتار، کتاب الحظروالاباحۃ،ج09،ص599،مطبوعہ کوئٹہ)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:’’بچوں کے ہاتھ پاؤں میں بلاضرورت مہندی لگانا ناجائز ہے۔عورت خود اپنے ہاتھ پاؤں میں لگا سکتی ہے، مگر لڑکے کو لگائے گی تو گنہگار ہو گی۔‘‘ (بہارشریعت،ج03،ص428،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
عبدالرب شاکر عطاری مدنی
28محرم الحرام1436ھ22نومبر2014ء

فتویٰ:50

مرد کا بطور علاج پاؤں پر مہندی لگانا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے پاؤں میں گرمی کے سبب جلن ہوتی ہے، ایسے جیسے سوئیاں چبھتی ہوں، ڈاکٹروں سے کئی مرتبہ دوائی لی اور ایک عرصہ دراز سے مختلف حکیموں کی دوائیاں بھی کھائی ہیں مگر کوئی فرق نہیں پڑتا، ایک دفعہ ایک حکیم کے پاس گیا تو اس نے کہا ہر دس دن بعد پاؤں میں مہندی لگالیا کریں جس کا فائدہ مجھے یہ ہوا چند دن مجھے پاؤں میں سکون رہا، اگر میں ہفتہ میں ایک دفعہ پاؤں میں مہندی لگالوں تو مجھے پورا ہفتہ سکون رہتا ہے تو کیا مجھے شریعت اجازت دے گی کہ میں مہندی لگالوں جبکہ میرا علاج بظاہر اسی میں ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر کوئی دوا اثر نہیں کر رہی اور نہ ہی کوئی ایسی چیز ہے جس سے مہندی کے رنگ کو زائل کیا جاسکے اور لگانا بھی محض علاج کے طور پر ہو بطور زینت جس طرح لگاتے ہیں اس طرح نہ لگائی جائے تو اجازت ہے۔

سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبّہ ہے۔ شرعۃ الاسلام و مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے: "الحناء سنۃ للنساء ویکرہ لغیرھن من الرجال الا ان یکون لعذر لانہ تشبہ بھن۔ اقول والکراھۃ تحریمیۃ للحدیث المار لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء فصح التحریم ثم الاطلاق شمل الاظفار اقول وفیہ نص الحدیث المار لو کنت امرأۃ لغیرت اظفارک بالحناء اما ثنیا العذر فاقول ھذا اذا لم یقم شیء مقامہ ولا صلح ترکیبہ مع شیء ینفی لونہ واستعمل لا علی وجہ تقع بہ الزینۃ "(ترجمہ) مہندی لگانی عورتوں کے لئے سنت ہے لیکن مردوں کے لئے مکروہ ہے مگر جبکہ کوئی عذر ہو (تو پھر اس کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کے مہندی استعمال کرنے میں عورتوں سے مشابہت ہوگی اھ اقول (میں کہتا ہوں) کہ یہ کراہت تحریمی ہے گزشتہ حدیث پاک کی وجہ سے کہ جس میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں، لہٰذا تحریم یعنی کراہت تحریمی صحیح ہوئی۔ اور اطلاق (الفاظ حدیث) ناخنوں کو بھی شامل ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس میں

فتویٰ:51

کیامرد کے لیے زخم پر مہندی لگاناحدیث سے ثابت ہے؟

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرد کا ہتھیلی اور تلووں پر مہندی لگانا، جائز ہے یانہیں کیونکہ میں نے کسی سے یہ حدیث سنی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو جب زخم ہوتاتوآپ اس پر مہندی لگایاکرتے تھے کیاایسی کوئی حدیث موجود ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مرد کا ہتھیلی یاتلووں بلکہ صرف ناخنوں پر مہندی لگانا بھی عورتوں سے مشابہت کی بنا پر ناجائز و حرام ہے سوائے شرعی عذر کے جیسے زخم وغیرہ پر لگاناتاکہ اس کی ٹھنڈک سے زخم کی حرارت میں کمی آئے اور سوال میں مذکور حدیثِ پاک جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں درج ذیل الفاظ سے مذکور ہے اور اس کا محمل یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے مہندی بوجہ عذر لگائی نہ کہ بطور زیب وزینت، اور یاد رہے کہ یہ عذر ہمارے حق میں تب ہی متحقق (ثابت) ہوگا جب مہندی کے قائم مقام کوئی دوسری چیز زخم پر لگانے کے لیے نہ ہو اور نہ کوئی ایسی چیز ہو جس کے ساتھ مل کر مہندی کا رنگ زائل ہو جائے اور فقط دوا والا کام کرے، اور محض ضرورت کی بناپر بھی مہندی لگانا بطور دوا اور علاج ہی ہو، زیب وزینت اور آرائش مقصود نہ ہو، اور ہمارے ہاں عموماً زخم پر لگانے کے لیے دوائی باآسانی مل جاتی ہے لہذا موجودہ صورتحال میں مہندی زخم پر لگانے کی بھی شرعاً اجازت نہیں۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشابھات من النساء بالرجال“ ترجمہ: اللہ نے اُن مردوں پر جو عورتوں سے اور اُن عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھین الخ، ج2، ص874، مطبوعہ کراچی)

سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ”أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم أتي بمخنث قد خضب یدیہ ورجلیہ بالحناء، فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: ”ما بال

هذا؟" فقيل: يارسول الله، يتشبه بالنساء، فأمربه فنفي إلى النقيع "ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک مخنَّث (یعنی ہیجڑے) کو لایا گیا، اس نے اپنے ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: "اس کا کیا معاملہ ہے؟" صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جلا وطن کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تو اُسے نقیع (مدینے سے دور ایک مقام) کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب في الحكم في المخنثين، ج4، ص282، حدیث 4928، بیروت)

ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مذکورہ حدیث پاک کو اپنی مشکوۃ کی شرح مرقاۃ المفاتیح میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "ففي شرعة الإسلام الحناء سنة للنساء، ويكره لغيرهن من الرجال إلا أن يكون لعذر لأنه تشبه بهن "ترجمہ: (کتاب بنام) شرعۃ الاسلام میں ہے: مہندی لگانا عورتوں کے لئے سنت ہے اور ان کے علاوہ مردوں کے لئے مکروہ ہے مگر جبکہ کوئی عذر ہو (تو پھر اس کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے اور مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے) کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج8، ص279، مطبوعہ کوئٹہ)

سنن ابن ماجہ میں ہے: حضرت علی بن عبید اللہ اپنی دادی حضرت سلمی سے روایت کرتے ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "كان لا يصيب النبي صلى الله عليه وسلم، قرحة، ولا شوكة، إلا وضع عليه الحناء "ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی کوئی زخم یا کانٹا لگتا تو اس پر مہندی رکھی جاتی تھی۔ (سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب الحناء، ج2، ص1158، حدیث 3502، دار إحياء الكتب العربية)

جامع ترمذی میں حضرت سلمی ہی سے روایت ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتی تھیں آپ فرماتی ہیں: "ما كان يكون برسول الله صلى الله عليه وسلم قرحة ولا نكبة إلا أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أضع عليها الحناء "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی کوئی زخم یا خراش لگتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے حکم فرماتے کہ میں اس پر مہندی رکھوں۔

(جامع ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی التداوی بالحناء، ج4، ص392، حدیث 2054، مطبوعہ مصر)

علامہ عینی البنایہ شرح ہدایہ میں جامع ترمذی کی مذکورہ حدیثِ پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے

ہیں:"وبالخضاب جاءت السنة ولكن إذا لم يكن لقصد الزينة بل لحاجة أخرى يدل عليه ما رويناه عن الترمذي"ترجمہ:اور مہندی لگانے پر حدیث وارد ہے اور یہ تب ہے جب اس سے زینت کا قصد نہ ہو بلکہ دوسرے عذر کی بنا پر ہو اس پر وہ روایت دلالت کر رہی ہے جو ہم نے ترمذی سے روایت کی۔
(البنایہ شرح الھدایہ،ج4،ص72،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)

اور مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اپنی مشکوۃ کی شرح مراۃ المناجیح میں جامع ترمذی کی مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد زخم پر مہندی لگانے کی حکمت لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں" تاکہ مہندی کی ٹھنڈک سے زخم کی گرمی ہلکی پڑ جاوے اور درد میں خفت ہو۔" (مراۃالمناجیح شرح مشکوۃالمصابیح،ج6،ص380)

مکروہ اور عذر کی وضاحت کرتے ہوئے سیدی اعلی حضرت فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:"مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبہ ہے۔ شرعۃ الاسلام و مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:"الحناء سنۃ للنساء ویکرہ لغیرھن من الرجال الا ان یکون لعذر لانہ تشبہ بھن"ترجمہ: شرعۃ الاسلام میں ہے: مہندی لگانا عورتوں کے لئے سنت ہے اور ان کے علاوہ مردوں کے لئے مکروہ ہے مگر جبکہ کوئی عذر ہو (تو پھر اس کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے اور مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے) کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔"**اقول:** والکراھۃ تحریمیۃ للحدیث المار لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء فصح التحریم ثم الاطلاق شمل الاظفار، **اقول:** وفیہ نص الحدیث المار لو کنت امرأۃ لغیرت اظفارک بالحناء"(میں کہتا ہوں) **کہ یہ کراہت تحریمی ہے** گزشتہ حدیث پاک کی وجہ سے کہ جس میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں، لہٰذا تحریم یعنی کراہت تحریمی صحیح ہوئی۔ اور اطلاق (الفاظِ حدیث) ناخنوں کو بھی شامل ہے۔(میں کہتا ہوں) اس میں بھی گزشتہ حدیث کی صراحت موجود ہے (حدیث: اگر تُو عورت ہوتی تو ضرور اپنے سفید ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کر دیتی)۔**اما ثنیا العذر فاقول** ھذا اذا لم یقم شیئ مقامہ ولا صلح ترکیبہ مع شیئ ینفی لونہ واستعمل لا علی وجہ تقع بہ الزینۃ۔ رہا عذر کا استثناء کرنا، تو اس کے متعلق میری صوابدید یہ ہے کہ (عذر اس وقت تسلیم کیا جائے گا کہ) جب مہندی کے قائم مقام کوئی دوسری چیز نہ ہو، نیز مہندی کسی ایسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہ ہو سکے جو اس کے رنگ کو زائل کر دے۔ اور مہندی دوا اور علاج کے طور پر استعمال کرے نہ کہ زینت کے طور پر۔

(فتاوی رضویہ، ج24، ص542، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

13 جمادی الاول 1442ھ 29 دسمبر 2020ء

فتویٰ: 52

مرد کا عورت کے جوتے و دیگر اشیا استعمال کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرد کا عورت کے کپڑے، جوتے وغیرہ اشیاء کو استعمال کرنا کیسا ہے، اور اس میں محرم و غیر محرم اور عمر کا کوئی فرق ہوگا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مرد خواہ محرم ہو یا غیر محرم اسے زنانہ کپڑے، جوتے یا کوئی اور زنانہ چیز اپنے استعمال میں لانا، جائز نہیں کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے اور عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والوں پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، پس جب علت مشابہت ہے تو محرم و غیر محرم ہر دو کے لیے ناجائز ہے کہ مشابہت دونوں صورتوں میں ہے، اسی طرح عمر کے جس حصے میں استعمال کیا جائے گا تو تشبہ پایا جائے گا لہذا بوڑھا کرے یا جوان ہر دو صورت میں ناجائز ہے حتی کہ اگر چھوٹے بچے کو والدین وغیرہ پہنائیں گے تو یہ پہنانے والے گنہگار ہوں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، ابن ماجہ و دیگر کتب احادیث میں حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء، والمتشبھات من النساء بالرجال" ترجمہ: اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء، والمتشبھات بالرجال، ج2، ص874، مطبوعہ کراچی)

بخاری شریف کے ترجمۃ الباب کے تحت علامہ عینی علیہ الرحمہ عمدۃ القاری میں ارشاد فرماتے ہیں: "تشبہ الرجال بالنساء فی اللباس والزینۃ التی تختص بالنساء مثل لبس المقانع والقلائد والمخانق والاسورۃ والخلاخل والقرط ونحو ذلک مما لیس للرجال لبسہ۔۔۔۔ وکذلک لا یحل

للرجال التشبه بهن فی الافعال التی هی مخصوصة بهن كالانخنات فی الأجسام والتأنيث فی الکلام والمشی " ترجمہ: مردوں کا عورتوں سے لباس میں مشابہت اختیار کرنا منع ہے، اور ایسی زینت میں مشابہت اختیار کرنا منع ہے، جو عورتوں کے ساتھ خاص ہے، مثلا اوڑھنی، ہار، مالا، کنگن، پازیب، بالی اور ان کی مثل وہ چیزیں، جو مرد نہیں پہنتے۔۔۔۔ اسی طرح مردوں کو عورتوں کے ساتھ ان افعال میں تشبہ جائز نہیں جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوں، جیسے جسموں میں لچک اور گفتگو اور چلنے میں زنانہ پن پیدا کرنا"۔

(عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء، والمتشبھات بالرجال، ج 22، ص 41، مطبوعہ بیروت)

ابوداؤد، سنن نسائی وابن ماجہ وغیرہ میں خاص طور پہ پہننے والی چیزوں کے متعلق حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسة المراۃ، والمراۃ تلبس لبسة الرجل" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر کہ عورت کا پہناوا پہنے، اور اس عورت پر کہ مرد کا پہناوا پہنے "

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ج 2، ص 212، مطبوعہ لاہور)

جوتا پہننے کے متعلق بھی سنن ابوداؤد میں واضح نص موجود ہے، چنانچہ حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: "قیل لعائشة رضی اللہ عنها: ان امراۃ تلبس النعل، فقالت: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الرجلة من النساء" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی (وضع اختیار کرنے والی) عورتوں پر لعنت فرمائی۔

(سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ج 2، ص 212، مطبوعہ لاہور)

اس کے تحت مراۃ المناجیح میں ہے: "معلوم ہوا کہ مردوں عورتوں کے جوتوں میں بھی فرق چاہئے، صورت، لباس، جوتا، وضع قطع سب میں ہی عورت مردوں سے ممتاز رہے۔"

(مراۃ المناجیح، ج 6، ص 176، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

فتاوی رضویہ میں ہے "ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ کسی ایک بات میں بھی مرد کو عورت، عورت کو مرد کی وضع لینی حرام و موجب لعنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گیسو انتہا درجہ شانہ مبارک تک رہتے بس یہیں تک حلال ہے آگے وہی زنانہ خصلت ہے بلکہ علماء نے اس سے بھی ہلکی بات میں مشابہت پر وہی حکم

لعنت بتایا۔درمختار میں ہے: غزل الرجل علی ھیأۃ غزل المرأۃ یکرہ۔ترجمہ: کسی مرد کا عورت کے سوت کاتنے کی طرح سوت کاتنا مکروہ ہے۔ردالمحتار میں ہے :لما فیہ من التتشبہ بالنساء وقد لعن علیہ الصلوۃ والسلام المتشبھین والمتشبھات۔ اس لئے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان مردوں پر لعنت فرمائی (جو عورتوں سے)مشابہت اختیار کریں،اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔" (فتاوی رضویہ،ج 21،ص602،رضافاونڈیشن،لاھور)

مراۃ المناجیح میں ہے"مرد کا عورتوں کی طرح لباس پہننا،ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا،عورتوں کی طرح بولنا،ان کی حرکات و سکنات اختیار کرنا سب حرام ہے کہ اس میں عورتوں سے تشبیہ ہے،اس پر لعنت کی گئی بلکہ داڑھی مونچھ منڈانا حرام ہے کہ اس میں بھی عورتوں سے مشابہت اور عورتوں کے سے لمبے بال رکھنا،ان میں مانگ چوٹی کرنا حرام ہے کہ ان سب میں عورتوں سے مشابہت ہے،عورتوں کی طرح تالیاں بجانا،مٹکنا،کوے بلانا سب حرام ہے،اسی وجہ سے۔" (مراۃ المناجیح،ج6،ص152،نعیمی کتب خانہ،گجرات)

نابالغ لڑکوں کو عورتوں والی چیز پہنانے والا گنہگار ہوگا،اس کے حوالے سے درمختار میں ہے "ویکرہ للولی الباس الخلخال او السوار لصبی "ترجمہ:اور ولی کے لیے مکروہ ہے بچے کو پازیب یا کنگن پہنانا۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے "قولہ:(للصبی)ای الذکر لانہ من زینۃ النساء"ترجمہ:مصنف نے جو بچہ کہا اس سے مذکر بچہ مراد ہے اور مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عورتوں کی زینت سے ہے۔
(الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ،فصل فی البیع،ج06،ص420،دارالفکر،بیروت)

الاشباہ والنظائر میں ہے "ولا یجوز للولي إلباسه الحرير والذهب۔۔۔۔ ولا أن يخضب يده أو رجله بالحناء"ترجمہ:اور ولی کے لیے بچے کو ریشم اور سونا پہنانا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کے ہاتھ یا پاؤں کو مہندی کے ساتھ رنگے۔

اس کے تحت غمز العیون میں ہے:"قوله: ولا يجوز للولي إلباسه الحرير إلخ. يعني يكره تحريما أن يلبس الذكور من الصبيان الحرير والذهب لأن التحريم لما ثبت في حق الذكور فكما لا يباح اللبس لا يباح الإلباس "ترجمہ:مصنف نے جو فرمایا کہ بچوں کو ریشم وغیرہ پہنانا ولی کے لیے جائز نہیں اس کا مطلب ہے کہ ولی کے لیے مکروہ تحریمی ہے یہ بات کہ وہ مذکر بچوں کو ریشم اور سونا پہنائے کیونکہ حرمت

جب مردوں کے حق میں ثابت ہوئی ہے تو جس طرح پہننا جائز نہیں اسی طرح پہنانا بھی جائز نہیں۔
(غمز عیون البصائر، احکام الصبیان، ج 03، ص 330، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے "لڑکیوں کے کان ناک چھیدنا جائز ہے اور بعض لوگ لڑکوں کے بھی کان چھدواتے ہیں اور دریا پہناتے ہیں یہ ناجائز ہے یعنی کان چھدوانا بھی ناجائز اور اسے زیور پہنانا بھی ناجائز۔"
(بہار شریعت، ج 03، حصہ 16، ص 596، مکتبۃ المدینہ)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد عرفان مدنی عطاری
17 صفر المظفر 1439ھ 07 نومبر 2017ء

الجواب صحیح
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

فتویٰ: 53

مرد و عورت کے لیے بریسلٹ پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ مرد و عورت کے لئے کلائی پر بریسلٹ پہننا کیسا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بریسلٹ (breslet) کلائی پر پہننے والے زیور کو کہتے ہیں۔ مارکیٹ میں مرد و عورت ہر دو کے لئے سونے، چاندی اور دیگر دھاتوں مثلاً لوہے، تانبے، پیتل وغیرہ کے بریسلٹ ملتے ہیں، یونہی دھات کے علاوہ چمڑے، ریگزین، ربڑ اور ڈوریوں پر مشتمل مختلف چیزیں بھی دستیاب ہیں۔ چمڑے اور ریگزین وغیرہ سے بنے پٹوں کو بھی بریسلٹ کہا جاتا ہے، البتہ جو ربڑ اور ڈوریوں سے بنے ہوتے ہیں، انہیں کبھی بریسلٹ کہتے ہیں اور کبھی بینڈ (band)، جیسے رِسٹ بینڈ (wrist band)، فرینڈشپ بینڈ (friendship band) وغیرہ۔

اب پوچھی گئی صورت کا جواب یہ ہے کہ **عورت کے لئے** کسی بھی دھات (مثلاً سونا، چاندی، لوہے، پیتل وغیرہ) یا دھات کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً چمڑے، ریگزین، ڈوریوں اور ربڑ وغیرہ کے زنانہ بریسلٹ یا بینڈ پہننا جائز ہے، لیکن ایسے ڈیزائن کے بریسلٹ یا بینڈ جنہیں مرد ہی استعمال کرتے ہیں، عورتیں نہیں پہنتیں، عورت کا انہیں

پہننا مردوں سے مشابہت کی وجہ سے ناجائز ہو گا یا کسی ایسی قسم کے بریسلٹ جو فاسقہ فاجرہ عورتوں کی پہچان ہوں، انہیں پہننا بھی ناجائز ہے۔

رہا مردوں کا معاملہ، تو مردوں کے لئے کسی بھی دھات کا بریسلٹ یا دھات کے علاوہ کسی بھی چیز سے بنا ہوا **زنانہ بینڈ** پہننا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے، البتہ دھات کے علاوہ کسی چیز کا مردانہ بینڈ پہننا فی نفسہ تو جائز ہے، لیکن اس میں بھی یہ خیال رکھنا ضروری ہو گا کہ اگر ان میں سے کسی بریسلٹ یا بینڈ پہننے کی وجہ سے فساق کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہو، تو اس کا پہننا منع ہو جائے گا۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الحریر والذھب حرام علی ذکور امتی وحل لاناثھم'' ترجمہ: ریشم اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور ان کی عورت کے لئے حلال ہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل، جلد32، صفحہ276، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

عورت کے لئے ریشم، سونے اور چاندی کے زیورات پہننے کے متعلق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: ''واما النساء فیباح لھن لبس الحریر وجمیع انواعه وخواتیم الذھب وسائر الحلی منه ومن الفضة'' ترجمہ: بہر حال عورتوں کے لئے ہر قسم کا ریشم، سونے کی انگوٹھیاں، اور سونے اور چاندی کے تمام زیورات پہننا مباح ہے۔ (شرح النووی علی مسلم، جلد14، صفحہ32، مطبوعہ بیروت)

عورتوں کے لئے سونے، چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کے زیورات پہننے پر فی زمانہ جید علماء نے عمومِ بلویٰ کی وجہ سے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: ''جاء الی النبي صلی اللہ علیه وسلم وعلیه خاتم من شبه، فقال له: مالي اجد منک ریح الاصنام، فطرحه، ثم جاء وعلیه خاتم من حدید، فقال: مالي اری علیک حلیة اهل النار، فطرحه، فقال: یا رسول اللہ، من اي شيء اتخذه؟ قال: اتخذه من ورق، ولا تتمه مثقالا'' ترجمہ: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: 'کیا بات ہے کہ تم سے بتوں کی بو آتی ہے؟ انھوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے، فرمایا: کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے

ہوئے ہو؟ اسے بھی پھینکا اور عرض کی: یارسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو"۔ (سنن ابی داؤد، جلد 2، صفحہ 228، مکتبہ لاھور)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے، سونے، چاندی، پیتل، لوہے کے چھلّے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے، پیتل، لوہے کی انگوٹھی، اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں، اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں"۔ (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ 307، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے: "مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے، صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے، جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے"۔

(بہار شریعت، حصہ 16، صفحہ 426، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے مشابہت اختیار کرنے کے متعلق بخاری شریف میں ہے: "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے"۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، جلد2، صفحہ 874، مطبوعہ کراچی)

اس حدیثِ مبارکہ کے تحت شرح صحیح بخاری لابن بطال میں ہے: "لا یجوز للرجال التشبه بالنساء فی اللباس والزینة التی هی للنساء خاصة، ولا یجوز للنساء التشبه بالرجال فیما کان ذلک للرجال خاصة" ترجمہ: مردوں کو عورتوں کے ساتھ انکے لباس اور انکی خاص زینت میں مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں، اسی طرح عورتوں کو مردوں کی خاص زینت میں انکی مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں۔

(شرح صحیح بخاری لابن بطال، جلد9، صفحہ 140، مطبوعہ ریاض)

فساق کے ساتھ مشابہت کے متعلق صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کفار و فساق و فجار سے مشابہت بُری ہے اور اہل صلاح و تقویٰ کی مشابہت اچھی ہے، پھر اس تشبہ کے بھی درجات ہیں اور انہیں کے اعتبار سے احکام بھی مختلف ہیں۔ کفار و فساق سے تشبہ کا ادنی مرتبہ کراہت ہے"۔

(بہار شریعت، جلد3، صفحہ 407، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی مباح کام کے **متعلق فرماتے ہیں:** ”مگر اس حالت میں کہ یہ کسی شہر میں آوارہ وفساق لوگوں کی وضع ہو، تو اس عارض کے سبب اس سے احتراز (کرنا) ہوگا“۔

(فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 200، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

18 ذو الحجۃ الحرام 1442ھ 29 جولائی 2021ء

فتویٰ: 54

عورت کا پازیب یا گھنگرو پہننا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ عورت کا پاؤں میں پازیب یا گھنگرو پہننا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پازیب پاؤں میں پہنے جانے والے گھنگرو سے خالی یا چھوٹے چھوٹے گھنگروؤں پر مشتمل زیور کو کہتے ہیں، جبکہ **گھنگرو** ویسے تو تقریباً مٹر کے برابر دھات سے بنے ہوئے ایسے خول کو کہتے ہیں، جس میں دھات کا دانہ ہوتا ہے، جو ہلنے سے بجتا ہے، البتہ پاؤں میں پہننے کے لئے کئی گھنگروؤں کو دھاگے یا چمڑے وغیرہ پر فٹ کر دیا جاتا ہے، انہیں بھی ”گھنگرو“ کہتے ہیں اور ان کے پہننے کا مقصد آواز کا حصول ہوتا ہے اور انہیں عموماً ناچنے گانے والے استعمال کرتے ہیں۔ (ماخوذ از اردو لغت و فیروز اللغات، وغیرہ)

اس تفصیل کے بعد **پازیب** کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر عورت پازیب پہن کر شوہر اور محارم کے علاوہ کسی غیر مرد کے سامنے ظاہر کرے یا اس طرح استعمال کرے کہ ان کی جھنکار (آواز) غیر مرد تک پہنچے، تو یہ ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ عورت کے لئے اپنے مواضعِ زینت کسی اجنبی مرد کے سامنے ظاہر کرنا، یونہی زیور کی آواز غیر تک پہنچانا حرام ہے۔ ہاں شوہر یا محارم کے سامنے پازیب پہن سکتی ہے، لیکن جائز جگہ پازیب پہننے میں بھی ضروری ہے کہ ایسا پازیب نہ ہو جو فاسقہ عورتوں سے مشابہت پیدا کر دے۔

اور رہا فقط **گھنگرو پہننے کا معاملہ**، تو ایسے گھنگرو جو عام طور پر ناچ گانے والے ہی پہنتے ہوں اور وہ فاسقات کی پہچان ہوں، تو ان سے مشابہت کی وجہ سے عورت کا ایسے گھنگرو پہننا بالکل ناجائز ہے، خواہ اپنے شوہر یا محارم کے سامنے ہی پہنے۔

عورت کا بجنے والا زیور پہن کر غیر محرم کے سامنے ظاہر کرنا یا اس طرح استعمال کرنا کہ آواز ان تک پہنچے، یہ ناجائز ہے۔ اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:﴿ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن﴾ ترجمہ: اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار۔"

(پارہ 18، سورۃ النور، آیت 31)

اس آیت کے تحت تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: "یعنی عورتیں چلنے پھرنے میں پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سنی جائے، اسی لئے چاہئے کہ عورتیں بجنے والے جھانجھن نہ پہنیں"۔

(تفسیرِ صراط الجنان، جلد 6، صفحہ 623، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور ایسی عورت کے متعلق متعدد وعیدات ہیں۔ چنانچہ کنز العمال میں ہے: "ان اللہ تعالی یبغض صوت الخلخال کما یبغض الغناء ویعاقب صاحبہ کما یعاقب الزامر ولا تلبس خلخالا ذات صوت الا ملعونۃ" ترجمہ: اللہ عزوجل پازیب کی آواز کو ایسے ہی ناپسند فرماتا ہے، جیسے گانے کی آواز کو ناپسند فرماتا ہے اور اس کے پہننے والی کا حشر ویسا ہی کرے گا جیسا کہ مزامیر والوں کا ہوگا اور آواز والی پازیب تو صرف ملعونہ عورت پہنتی ہے"۔ (کنز العمال، جلد 16، صفحہ 393، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

تفسیراتِ احمدیہ میں ہے: "قد قال علیہ السلام: ان اللہ لا یستجیب دعاء قوم یلبسون الخلخال نساء ھم" ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم کی دعا قبول نہیں فرماتا، جن کی عورتیں جھانجھن پہنتی ہوں۔ (تفسیراتِ احمدیہ، صفحہ 565، مطبوعہ کراچی)

گھنگرو پہننے کے متعلق سنن ابی داؤد میں ہے: "ان مولاۃ لھم ذھبت بابنۃ الزبیر الی عمر بن الخطاب وفی رجلھا اجراس، فقطعھا عمر، ثم قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان مع کل جرس شیطانا " ترجمہ: ایک لونڈی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لائی، اس کے پاؤں میں گھنگرو تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کاٹ دیا اور فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر گھنگرو کے ساتھ شیطان ہوتا ہے"۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الخاتم، باب ما جاء فی الجلاجل، جلد2، صفحہ 229، مطبوعہ لاھور)

مسند امام احمد میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " الجرس مزمار الشیطان "

ترجمہ: گھنگرو شیطان کا باجا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، جلد14، صفحہ 338، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ)

عورت کے لئے اجنبی کے سامنے اپنا سنگھار ظاہر کرنا حرام ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبآئھن او اٰبآء بعولتھن او ابنآئھن او ابنآء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخوٰتھن۔۔ الخ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے۔۔ الخ"۔

(پارہ18، سورۃ النور، آیت 31)

سننِ ابو داؤد میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس خصلتیں ناپسند فرماتے تھے، ان میں سے ایک خصلت "التبرج بالزینۃ لغیر محلھا" یعنی اپنی زینت غیر محل پر ظاہر کرنا" بھی ہے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الخاتم، جلد4، صفحہ 89، مطبوعہ بیروت)

اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"یعنی عورت کا اپنی زینت نامحرم مردوں پر ظاہر کرنا حرام ہے۔"** (مراۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 134، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "عورت اگر نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال، گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی **یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو** یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چمکے، تو یہ **بالاجماع حرام** اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور بندوبست نہ کریں، تو دیوث ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، صفحہ 509تا510، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

آواز والا زیور عورت کب پہن سکتی ہے، اس کے متعلق فتاوی رضویہ میں ہے: " بجنے والا زیور عورت کے لئے اس حالت میں جائز ہے کہ نامحرموں مثلاً خالہ ماموں چچا پھوپھی کے بیٹوں، جیٹھ، دیور، بہنوئی کے سامنے نہ آتی ہو، نہ اس کے زیور کی جھنکار نامحرم تک پہنچے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن۔۔

الآیۃ﴾ ترجمہ: ”عورتیں اپنا سنگار شوہر یا محرم کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں“۔اور فرماتا ہے: ﴿ولا یضربن بارجلھن لیعلم مایخفین من زینتھن﴾ ترجمہ: عورتیں پاؤں دھمک کر نہ رکھے کہ ان کا چھپا ہوا سنگار ظاہر ہو۔“

فائدہ: یہ آیہ کریمہ جس طرح نامحرم کو گہنے کی آواز پہنچنا منع فرماتی ہے، یونہی جب آواز نہ پہنچے، اس کا پہننا عورتوں کے لئے جائز بتاتی ہے، کہ دھمک کر پاؤں رکھنے کو منع فرمایا، نہ کہ پہننے کو۔“

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ128، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

فساق وفجار سے مشابہت کے متعلق اسی میں ہے:” (لباس وغیرہ کوئی چیز پہننے میں دیگر امور کے ساتھ) یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ عورتوں یا بد وضع آوارہ فاسقوں کی مشابہت نہ پیدا ہو، مثلاً مرد کو چولی دامن میں گوٹا پٹھا، ٹانکنا مکروہ ہوگا، اگرچہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو کہ وضع خاص فساق بلکہ زنانوں کی ہے۔ علماء فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص فاسقانہ وضع کے کپڑے یا جوتے سلوائے (جیسے ہمارے زمانے میں نیچری وردی)، تو درزی اور موچی کو ان کا سینا مکروہ ہے، کہ یہ معصیت پر اعانت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ ہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ137، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ایک اور مقام پر فرمایا:”جو بات کفار یا بد مذہباں اشرار یا فساق فجار کا شعار ہو، بغیر کسی حاجتِ صحیحہ شرعیہ کے برغبت نفس اس کا اختیار ممنوع و ناجائز وگناہ ہے، اگرچہ وہ ایک ہی چیز ہو کہ اس سے اس وجہ خاص میں ضرور ان سے تشبہ ہوگا، اسی قدر منع کو کافی ہے، اگرچہ دیگر وجوہ سے تشبہ نہ ہو۔“

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ535تا536، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

04ذوالحجۃ الحرام1442ھ15جولائی2021ء

فتویٰ:55

کانچ کی چوڑیاں پہننا

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت مروجہ کانچ کی چوڑیاں

پہن سکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کانچ کی چوڑیاں پہن سکتی ہے بلکہ شوہر کیلئے سنگار کی نیّت سے مُسْتَحَب اور اگر والدین یا شوہر نے حکم دیا تو اب اس پر چوڑیاں پہننا واجب ہو گا۔

سَیِّدِی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے سوال ہوا''چوڑیاں کانچ کی عورتوں کو جائز ہیں پہننا یا ناجائز ہیں؟''تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا''جائز ہیں لِعَدَمِ الْمَنْعِ الشَّرْعِیِّ (مانع شرعی نہ ہونے کی وجہ سے) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیّت سے مستحب، وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات (ترجمہ: اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے) بلکہ شوہر یا ماں یا باپ کا حکم ہو تو واجب، لِحُرْمَۃِ الْعُقُوْقِ وَلِوُجُوْبِ طَاعَۃِ الزَّوْجِ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلَی الزَّوْجِیَّۃِ (ترجمہ: والدین کی نافرمانی حرام ہونے اور میاں بیوی کے آپس کے اُمور میں شوہر کی اِطاعت واجب ہونے کی وجہ سے)۔'' (فتاویٰ رضویہ،22/115،116)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

20شعبان المعظم 1437ھ 28مئی 2016ء

فتویٰ:56

مخصوص ایام میں ناخن کاٹنا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت حیض و نفاس کی حالت میں ناخن کاٹ سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر عورت حیض اور نفاس سے پاک ہو گئی اور ابھی تک غسل نہیں کیا تو اس حالت میں اس کے لیے ناخن

کاٹنا مکروہ ہے کہ یہ حیض و نفاس سے پاک ہونے کے وقت حدث والی ہوئی ہے، اور اس پر اس وقت غسل فرض ہوا ہے، اب اس حالت میں وہ جنبی کی طرح ہے، جیسے جنبی کے لیے حالت جنابت میں ناخن کاٹنا مکروہ ہے اس کے لیے بھی مکروہ ہے، اور اگر وہ حیض و نفاس سے پاک نہیں ہوئی تو اس حالت میں ناخن کاٹ سکتی ہے کیونکہ ابھی تک یہ حدث والی نہیں ہے اور اس پر غسل فرض نہیں ہے، اس حالت میں وہ پاک آدمی کی طرح ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: عورت حیض کی وجہ سے اس وقت حدث والی ہو گی جب حیض منقطع ہو جائے اس سے پہلے نہ اسے حدث ہے نہ حکم غسل۔

(فتاوی رضویہ، جلد 3، ص 254، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہو گا کہ ہنوز اس پر غسل کا حکم نہیں، و المسألة فی الخانیة و الخلاصة و البحر و غیرھا۔" (فتاوی رضویہ، جلد 2، ص 117، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس عبارت کے تحت فتاوی رضویہ کے حاشیہ میں فائدہ میں ہے: "حیض یا نفاس والی کا ابھی خون منقطع نہ ہوا تو وہ مثل طاہر ہے کہ ہنوز اس پر حکم غسل نہیں اگر ٹھنڈک لینے کو کنویں میں گھسے پانی مستعمل نہ ہو گا بخلاف بعد انقطاع کہ اب اس پر حکم غسل متوجہ ہے تو اگر بے ضرورت کنویں میں جائے گی پانی مستعمل ہو جائے گا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 4، ص 638، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: " و فیه (البحر) : و کذا الحائض و النفساء بعد الإنقطاع أما قبل الإنقطاع فھما کالطاھر إذا انغمس للتبرد لا یصیر الماء مستعملاً کذا فی فتاوی قاضیخان و الخلاصة اھ۔ اور بحر میں ہے: اور یہی حکم حائض و نفاس والی کا ہے جس کا خون منقطع ہو چکا ہو، اور انقطاع خون سے قبل تو وہ دونوں اس پاک شخص کی طرح ہیں جس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غوطہ لگایا تو پانی مستعمل نہیں ہو گا، فتاوی قاضی خان اور خلاصہ میں یہی ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 2، ص 130، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

غسل فرض ہونے کی حالت میں جو حکم ناخن کاٹنے کا ہے وہی حکم بال کاٹنے یا اپنے فعل سے توڑنے کا بھی ہے، توام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ایک مشہور روایت ہے جو کہ صحاح ستہ اور حدیث کی مشہور تمام کتب میں موجود ہے، اس میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مجھے

حیض کی حالت میں حج کے احرام کے لیے سر میں کنگھی کرنے کا حکم فرمایا، اب اس روایت سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ حیض کی حالت میں بال توڑنا منع نہیں ہے، کیونکہ عورتیں جب کنگھی کرتی ہیں تو ان کے بال ٹوٹنا بدیہی بات ہے، تو جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ کو کنگھی کا حکم ارشاد فرمارہے ہیں تو اس کے ضمن میں حیض کی حالت میں بال ٹوٹنے کی اجازت بھی مستفاد ہوتی ہے، تو جو حکم بال ٹوٹنے کا ہے وہی ناخنوں کا بھی ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: " قالت: خرجنا موافین لهلال ذي الحجة فقال رسول الله صلى الله علیه وسلم: من أحب أن یهل بعمرة فلیهل فإني لولا أني أهدیت لأهللت بعمرة، فأهل بعضهم بعمرة و أهل بعضهم بحج و کنت أنا ممن أهل بعمرة فأدرکني یوم عرفة و أنا حائض فشکوت إلی النبي صلی الله علیه وسلم فقال: دعي عمرتک وانقضي رأسک وامتشطي وأهلي بحج، ففعلت حتی إذا کان لیلة الحصبة أرسل معي أخي عبد الرحمن بن أبي بکر فخرجت إلی التنعیم فأهللت بعمرة مکان عمرتي "ترجمہ: آپ فرماتی ہیں: ہم ذوالحج کا چاند نکلنے کے قریب قریب حج کے لیے نکلے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہے وہ عمرے کا باندھ لے اگر میں نے ہدی نہ بھیجی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا، تو بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا، اور میں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو عرفہ کا دن آگیا لیکن میں حیض کی حالت میں تھی، تو میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی تو آپ نے فرمایا: تم عمرہ چھوڑ دو، اپنا سر کھول دو اور کنگھی کر لو اور اب حج کا احرام باندھ لو، تو میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب حصبہ یعنی محصب کی رات آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ساتھ حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، میں تنعیم کے مقام پر آئی اور اپنے عمرے کی قضاء کے لیے دوسرے عمرے کا احرام باندھا۔ (بخاری شریف، جلد 1، ص 46،45، مطبوعہ کراچی)

اس حدیث مبارکہ کے تحت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الھادی فرماتے ہیں: " قال ابن الملک رحمه الله: أی أمرنی أن أخرج من إحرام العمرة و أترکها باستباحة المحظورات من التمشیط و غیره لعدم القدرة علی الإتیان بأفعالها بسبب الحیض۔ و قال الطیبی رحمه الله: أی أمرنی أن أخرج من إحرام العمرة و استبیح محظورات الإحرام و أحرم بعد ذلک بالحج فإذا فرغت منه أحرم

بالعمرۃ أي قضاء و ھذا ظاھر "ابن الملک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یعنی مجھے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور اس کو احرام کے ممنوعات میں سے کسی پر عمل کر کے مثلاً کنگھی وغیرہ کے ساتھ کھول دوں، کیونکہ حیض کی وجہ سے اس کے افعال کو پورا کرنے کی قدرت نہیں تھی۔ اور طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور احرام کے ممنوعات میں سے کسی کے ساتھ اس کو کھول دوں، اور اس کے بعد حج کا احرام باندھ لوں، اور جب میں اس سے فارغ ہو جاؤں تو عمرہ کا احرام باندھ لوں یعنی جو پہلے عمرہ چھوڑ دیا اس کی قضاء کر لوں، اور یہ ظاہر ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد 5، ص 478، مطبوعہ کوئٹہ)

عورت جب حیض ونفاس سے پاک ہو جائے اور ابھی تک غسل نہ کیا ہو تو وہ اس حالت میں حدث والی ہے اور جنبی کی طرح ہے اس کے لیے اس حالت میں ناخن کاٹنا مکروہ ہے، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "حلق الشعر حالۃ الجنابۃ مکروہ و کذا قص الأظافیر کذا فی الغرائب "جنابت کی حالت میں بالوں کو کاٹنا مکروہ ہے اور اسی طرح ناخنوں کا کاٹنا بھی مکروہ ہے، غرائب میں اسی طرح ہے۔

(فتاوی عالمگیری، جلد 5، ص 438، مطبوعہ کراچی)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: جنابت کی حالت میں نہ بال مونڈائے اور نہ ناخن ترشوائے کہ یہ مکروہ ہے۔

(بہار شریعت، جلد 3، حصہ 16، ص 585، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد نوید چشتی
03 ربیع الثانی 1438ھ 02 جنوری 2016ء

جیولری کے متعلق شرعی احکام

فتویٰ: 57

اگر مُہر لگانے کی حاجت نہ ہو، تو مرد کے لیے انگوٹھی پہننے کا حکم؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مرد کو کونسی انگوٹھی پہننے کی شریعت میں اجازت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مرد کو چاندی کی مردانہ وضع والی ایک انگوٹھی جس کا وزن ساڑھے چار ماشے سے کم ہو اور نگینے والی ہو اور نگینہ بھی ایک ہی لگا ہو پہننے کی شریعت میں اجازت ہے لیکن جس کو مہر لگانے کی حاجت نہیں پڑتی اس کے لیے افضل یہ ہے کہ نہ پہنے۔ سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے واللفظ للاول: "عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان رجلاً جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ خاتم من شبہ فقال لہ مالی اجد منک ریح الاصنام فطرحہ ثم جاء وعلیہ خاتم من حدید فقال مالی اری علیک حلیۃ اھل النار فطرحہ فقال یارسول اللہ من ای شیء اتخذہ قال اتخذہ من ورق ولا تتمہ مثقالا" ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے تم سے بت کی بو آتی ہے؟ انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے، فرمایا کیا بات ہے تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ اسے بھی پھینک دیا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ فرمایا چاندی کی اور ایک مثقال پورا نہ کرو (یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی ہو)۔

(ابو داود، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی خاتم الحدید، جلد2، صفحہ228، مطبوعہ لاھور)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں: "انما یجوز التختم بالفضۃ لو علی ھیأۃ خاتم الرجال اما لولہ فصان او اکثر حرم" ترجمہ: چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے بشرطیکہ مردانہ انگوٹھیوں کی شکل وصورت پر ہو اگر دو یا زیادہ نگینے ہوں تو حرام ہے۔

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، جلد9، صفحہ597، مطبوعہ کوئٹہ)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے "ثم التختم سنۃ لمن یحتاج الیہ کالسلطان والقاضی ومن فی

معناهما ومن لا حاجة اليه فترکه افضل ’’ترجمہ: پھر انگوٹھی پہننا اس کے لیے سنت ہے جسے اس کی ضرورت ہو جیسے بادشاہ اور قاضی اور جوان دونوں کے معنی میں ہو (یعنی جس کو مہر لگانے کی ضرورت پڑتی ہو) اور جس کو مہر لگانے کی حاجت نہ ہو اس کے لیے نہ پہننا افضل ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار، فصل استعمال الحریر والذھب، جلد4، صفحہ159، مطبوعہ بیروت)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ’’شرعاً چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی وزن میں ساڑھے چار ماشے سے کم ہو پہننا جائز ہے اگرچہ بے حاجت مہر اس کا ترک افضل اور مہر کی غرض سے خالی جواز نہیں بلکہ سنت۔‘‘ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ141، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

24ذو القعدۃ الحرام1435ھ20ستمبر2014ء

فتویٰ:58

مرد انگوٹھی میں کونسا نگینہ پہن سکتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مرد کو کونسی انگوٹھی پہننا جائز ہے؟ نیز یہ بتادیں کہ کیا مخصوص نگ لگوانا ضروری ہے یا کسی بھی پتھر کا نگ لگوا سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شرعاً مرد چاندی کی ایک انگوٹھی جو ساڑھے چار ماشہ سے کم کی ہو اس میں کسی بھی قسم کے پتھر کا نگینہ ہو پہن سکتا ہے مگر بے ضرورت ترک افضل ہے۔اور دائیں یا بائیں جس ہاتھ میں چاہیں انگوٹھی پہن سکتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ انگوٹھی چھنگلیاں میں پہنی جائے۔اور اس میں کسی بھی قسم کا نگ لگوا سکتے ہیں نگ چاہے عقیق ہو یا نیلم یا زمرد وغیرہا۔ایک سے زائد انگوٹھیاں یا جو وزن بیان ہوا اس سے زیادہ وزن کی انگوٹھی یا ایک سے زائد نگینے والی انگوٹھی یا بغیر نگینے کے صرف چھلا، یہ سب ناجائز ہیں۔

امام ابوداوٗد السجستانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اتخذوہ من ورق ولا تتمہ مثقالاً" انگوٹھی چاندی کی بناؤ جو ایک مثقال (یعنی ساڑھے چار ماشے) سے کم ہو۔ (سنن ابی داؤد، ج 3، ص 92، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: شرعاً چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو پہننا جائز ہے اگرچہ بے حاجت مہر اس کا ترک افضل اور مہر کی غرض سے خالی جواز نہیں بلکہ سنت ہے ہاں تکبر یا زنانہ پن کا سنگار یا اور کوئی غرض مذموم نیت میں ہو تو ایک انگوٹھی کیا اس نیت سے اچھے کپڑے پہننے بھی جائز نہیں اس کی بات جدا ہے یہ قید ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ سارا دارو مدار نیت پر ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 141، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

در مختار مع رد المحتار میں ہے: "وینبغی أن یکون فی خنصرہا دون سائر أصابعہ" یعنی بہتر یہ ہے کہ الٹے ہاتھ کی چھنگلیاں میں پہنے۔

فتاوی شامی میں ہے "یتحلی الرجل بخاتم فضۃ اذا لم یرد بہ التزین ویحرم بغیرھا وترک التختم لغیر ذی حاجۃ افضل وکل مافعل تجبرا کرہ ومافعل لحاجۃ لا" ترجمہ: آدمی چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے بشرطیکہ نیت زیب وزینت کی نہ ہو اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی بنی ہوئی انگوٹھیاں پہننا حرام ہے جس کو پہننے کی ضرورت نہ ہو اس کے لئے انگوٹھی نہ پہننا زیادہ بہتر ہے اور جو کام تکبر کی وجہ سے کیا جائے مکروہ ہے اور جو کام کسی ضرورت کے تحت کی جائے وہ مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔
(در مختار مع رد المحتار، جلد 9، صفحہ 516، 517، دار الکتب العلمیہ بیروت)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: نگینہ ہر قسم کے پتھر کا ہو سکتا ہے عقیق یاقوت زمرد فیروزہ وغیرہ سب کا نگینہ جائز ہے۔
(بہار شریعت، جلد 3، حصہ 16، صفحہ 426، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ علاؤ الدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں "الفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرھا" ترجمہ: یعنی نگینہ جائز ہے کہ پتھر، عقیق اور یاقوت وغیرہ کا ہو۔
(در مختار مع رد المحتار، جلد 9، صفحہ 519، مطبوعہ ملتان)

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کتبـــــــــــــــــــــــہ
ابو حمزہ محمد حسان عطاری
24رجب المرجب 1436ھ 14مئی 2015ء

فتویٰ:59

مرد کے لیے چاندی کے نگ والی انگوٹھی پہننا، جبکہ انگوٹھی بھی چاندی کی ہو؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چاندی کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مردانہ انگوٹھی میں نگ کی جگہ چھوٹا سا چاندی کا پترہ بطور نگ لگا دیا جائے تو کیا ایسی انگوٹھی نگ والی کہلائے گی؟ ایسا شخص بغیر نگ کی انگوٹھی کی وجہ سے گنہگار تو نہیں ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جس طرح چاندی کی مردانہ انگوٹھی میں نگینہ کسی بھی پتھر جیسے عقیق، یاقوت، زمرد وغیرہ کا لگا سکتے ہیں، یونہی چاندی کا بھی نگینہ لگایا جا سکتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی انگوٹھی پہننا بھی ثابت ہے جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا۔ یاد رہے احادیث طیبہ کی روشنی میں فقہائے کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ مردانہ انگوٹھی میں حلقہ معتبر ہے، حلقہ چاندی کا ہونا ضروری ہے، نگینہ کسی بھی پتھر بلکہ خود چاندی یا سونے کا بھی ہو سکتا ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں جس مردانہ انگوٹھی میں بطور نگینہ چاندی کا پترہ لگایا گیا اسے نگ والی انگوٹھی کہا جائے گا اور ایسی انگوٹھی پہننے والا شرعاً گنہگار نہیں۔

حدیث پاک میں ہے: "عن انس رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان خاتمہ من فضۃ، وکان فصہ منہ" یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اسی کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔"

(صحیح البخاری، جلد2، صفحہ872، مطبوعہ کراچی)

عمدۃ القاری میں ہے: "وفی الصحیح من روایۃ حمید عن انس کان فصہ منہ ولا تعارض لانہ لا مانع ان یکون لہ خاتمان اواکثر" یعنی صحیح حدیث میں روایتِ حمید حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نگ چاندی کا تھا۔ اور نگ کے بارے میں وارد احادیث میں تعارض نہیں

کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو یا زیادہ انگوٹھیاں ہونے سے کوئی مانع نہیں۔"
(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، جلد 14، صفحہ 209، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

فیض القدیر میں ہے: " (کان خاتمة من فضة فصه منه) ای فصه من بعضه لا منفصل عنه مجاور له فمن تبعیضیة او الضمیر للخاتم "یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور نگینہ بھی چاندی کا تھا، یعنی اس انگوٹھی کا نگینہ انگوٹھی سے جدا اور الگ سے نہیں تھا، بلکہ اس انگوٹھی کا بعض حصہ تھا۔"
(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، جلد 5، صفحہ 216، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق میں ہے: "نقل صاحب الاجناس لا باس للرجل ان یتخذ خاتما من فضة فصه منه وان جعل فصه من جزع او عقیق او فیروزج یاقوت او زمرد فلا باس "یعنی صاحب اجناس نے نقل کیا کہ مرد کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ چاندی کی ایسی انگوٹھی بنائے جس کا نگ بھی چاندی کا ہو۔ اور اگر چاندی کی انگوٹھی کا نگ لکڑی یا عقیق یا فیروزہ، یاقوت یا زمرد کا ہو تب بھی حرج نہیں۔"
(حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق، جلد 6، صفحہ 15، مطبوعہ ملتان)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

14 ربیع الاول 1442ھ/01 نومبر 2020ء

فتویٰ: 60

انگوٹھی پر مقدس نام لکھوانا اور ایسی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء جانا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ انگوٹھی پر اللہ عزوجل کا مبارک نام لکھوانا کیسا ہے؟ اور اگر کسی نے لکھوالیا ہو، تو کیا ایسی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء جا سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

انگوٹھی پر اللہ عزوجل کا مبارک نام لکھوانا، شرعاً جائز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بزرگوں سے ایسی انگوٹھی پہننا، جس میں اللہ پاک کا اسم مبارک ہو، ثابت ہے اور ایسی انگوٹھی جس میں متبرک نام جیسے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک یا اسمائے انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوۃ والثناء لکھے ہوں، پہن کر بیت الخلاء جانا مکروہ ہے اور حکم

شرعی یہ ہے کہ ایسی انگوٹھی کسی نے پہنی ہو، تو جب وہ بیت الخلاء جائے، اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر باہر رکھ لے ۔بہتر یہی ہے اور اگر اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے، اگرچہ بے ضرورت اس سے بچنا بہتر ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”ان النبي صلى الله عليه وسلم أراد أن يكتب إلى كسرى، وقيصر، والنجاشي، فقيل: إنهم لا يقبلون كتابا إلا بخاتم، فصاغ رسول الله صلى الله عليه وسلم خاتما حلقته فضة، ونقش فيه محمد رسول الله“یعنی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ ارادہ فرمایا کہ کسریٰ و قیصر و نجاشی کو خطوط لکھے جائیں، تو کسی نے یہ عرض کی: وہ لوگ بغیر مہر کے خط قبول نہیں کرتے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے انگوٹھی بنوائی، جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس میں یہ نقش تھا ”محمد رسول اللہ“۔

(الصحیح لمسلم، کتاب اللباس والزینة، باب في اتخاذ النبي، جلد3، صفحه 1657، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

متبرک ناموں اور مقدس کلمات والی انگوٹھیاں پہننا بزرگوں سے ثابت ہے، چنانچہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر قرطبی میں اور علامہ شمس الدین محمد بن عمر بن احمد السفیری الشافعی (المتوفی956ھ) رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح میں فرماتے ہیں: ”وفي الحديث دلالة على جواز نقش الخاتم ونقش اسم صاحبه عليه، وعلى جواز نقش اسم الله تعالى عليه من غير كراهة، لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم نقش على خاتمه محمد رسول الله، واتخذ كثير من السلف من العلماء والأنبياء وغيرهم خواتم نقشوا عليها۔فقد نقل عن الإمام مالك أنه اتخذ خاتماً نقش عليه (حسبي الله ونعم الوكيل) وعن إمامنا الشافعي أنه اتخذ خاتماً ونقش عليه ”الله ثقتي محمد بن إدريس“یعنی: حدیث میں اس سے متعلق رہنمائی ہے کہ انگوٹھی پر کچھ کندہ کروانا، جائز ہے اور انگوٹھی والا اپنا نام بھی کندہ (یعنی نقش) کرواسکتا ہے اور اس میں اللہ پاک کا اسم مبارک انگوٹھی پر کندہ کروانا بغیر کراہت کے جائز ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پر ”محمد رسول اللہ“ نقش کروایا اور اسلاف کرام میں سے بہت سے اللہ کے نبیوں، علماء اور ان کے علاوہ لوگوں نے اپنی انگوٹھیوں پر نقش کروایا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اپنی انگوٹھی پر یہ الفاظ (حسبي الله ونعم الوكيل) نقش کروائے اور ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی انگوٹھی پر یہ الفاظ (الله ثقتي محمد بن إدريس) کندہ یعنی نقش

کروائے۔ (شرح البخاری للسفیری، المجلس الحادی الثلاثون، جلد2، صفحہ110، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مجد الدین ابو الفضل، حضرت عبداللہ بن محمود موصلی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 683ھ) الاختیار لتعلیل المختار میں فرماتے ہیں: ”ویجوز أن ینقش علیہ اسمہ أو اسما من أسماء اللہ تعالی لتعامل الناس ذلک من غیر نکیر“ یعنی: انگوٹھی پر اپنا نام یا اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ میں سے کوئی اسم کندہ یعنی نقش کروانا، جائز ہے کہ اس میں لوگوں کا بغیر کسی انکار کے تعامل ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار، جلد4، صفحہ159، مطبعۃ الحلبی، قاھرہ)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ”انگوٹھی پر اپنا نام کندہ کرا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام پاک بھی کندہ کرا سکتا ہے، مگر ”محمد رسول اللہ“ یعنی یہ عبارت کندہ نہ کرائے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگشتری پر تین سطروں میں کندہ تھی، پہلی سطر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)، دوسری رسول، تیسری اسم جلالت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمادیا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اپنی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ نہ کرائے۔ نگینہ پر انسان یا کسی جانور کی تصویر کندہ نہ کرائے۔“ (بہار شریعت، جلد3، صفحہ427، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ شیخ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ ”غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی“ میں تحریر فرماتے ہیں: ”یکرہ دخول المخرج ای الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ شیئ من القرآن اومن اسمائہ تعالی، لمافیہ من ترک التعظیم وقیل لایکرہ ان جعل فصلہ الی باطن الکف ولو کان مافیہ شیئ من القرآن اومن اسمائہ تعالی فی جیبہ لاباس بہ وکذا لو کان ملفوفا فی شیئ والتحرز اولی“ یعنی: مخرج یعنی بیت الخلا میں داخل ہونا مکروہ ہے جب اس کی انگلی میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن میں سے کچھ (کلمات) یا اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم مبارک (لکھا ہوا) ہو، کیونکہ اس میں ترکِ تعظیم ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرے، تو مکروہ نہیں اور اگر اس کی جیب میں کوئی ایسی چیز ہو جس میں قرآن پاک کا کچھ حصہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی میں سے کوئی اسم مبارک ہو، تو کوئی حرج نہیں اور اسی طرح اگر یہ اسماء وغیرہ کسی چیز میں لپیٹے ہوں، تو کوئی حرج نہیں، لیکن بچنا زیادہ بہتر ہے۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، صفحہ53، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن تحریر فرماتے ہیں: ”وحاصل مسئلہ آنکہ

ہر کہ در دست او خاتمی ست کہ برو چیزے از قرآن یا از اسمائے معظمه مثل نامِ الهی یا نام قرآن عظیم یا اسما انبیاء یا ملائکه علیهم الصلاة والثنا نوشته است اوما مورست که چوں بخلا رود خاتم از دست کشیده بیرون نہد افضل ہمیں ست واگر خوف ضیاع باشدد رجیب انداز دیا بچیزے دگر بپوشد که اینهم رواست اگرچه بے ضرورت احتراز ازو اولٰی ست اگر ازینہا ہیچ نکرد و ہمچناں درخلا رفت مکروه باشد علامه ابراهیم حلبی رحمة اللہ تعالٰی علیه در غنیة المستملی شرح منیة المصلی زیر ہمیں عبارت مذکور فرماید، "یکره دخول المخرج ای الخلاء وفی اصبعه خاتم فیه شیئ من القرآن او من اسمائه تعالی لمافیه من ترک التعظیم وقیل لایکره ان جعل فصله الی باطن الکف ولو کان مافیه شیئ من القرآن او من اسمائه تعالی فی جیبه لاباس به وکذا لو کان ملفوفا فی شیئ والتحرز اولی" در مراقی الفلاح ست یکره دخول الخلاء ومعه شیئ مکتوب فیه اسم اللہ او قرآن "یعنی: حاصل مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن پاک میں سے کچھ (کلمات) یا متبرک نام جیسے اللہ تعالٰی کا اسم مبارک یا قرآن حکیم کا نام یا اسمائے انبیاء وملائکہ علیہم الصلوۃ والثناء (لکھے) ہوں، تو اسے حکم ہے کہ جب وہ بیت الخلاء میں جائے تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر باہر رکھ لے بہتر یہی ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو، تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے، اگرچہ بے ضرورت اس سے بچنا بہتر ہے، اگر ان صورتوں میں کوئی بھی بجانہ لائے اور یوں ہی بیت الخلاء میں چلا جائے، تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں اسی عبارت مذکور کے تحت فرمایا: مخرج یعنی بیت الخلا میں داخل ہونا مکروہ ہے جب اس کی انگلی میں ایسی انگوٹھی ہو، جس پر قرآن میں سے کچھ (کلمات) یا اللہ تعالٰی کا کوئی اسم مبارک (لکھا ہوا) ہو، کیونکہ اس میں ترکِ تعظیم ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرے، تو مکروہ نہیں اور اگر اس کی جیب میں کوئی ایسی چیز ہو جس میں قرآن پاک کا کچھ حصہ یا اللہ تعالٰی کا اسم گرامی ہو، تو کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر کسی لفافے میں بند ہو، تو بھی حرج نہیں، لیکن بچنا زیادہ بہتر ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: جس آدمی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں اللہ تعالٰی کا نام مبارک یا قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہو، تو اس کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے۔

علامہ طحطاوی درحاشیہ ش فرمود، لماروی ابوداود والترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذادخل الخلاء نزع خاتمہ ای لان نقشہ محمد رسول اللہ۔ قلت بل رواہ الاربعۃ وابن حبان والحاکم وبعض اسانیدہ صحیح ثم قال اعنی الطحطاوی قال الطیبی فیہ دلیل علی وجوب تنحیۃ المستنجی اسم اللہ تعالٰی واسم رسولہ والقرآن۔ وقال الابہری وکذا سائر الرسل وقال ابن حجر: استفید منہ انہ یندب لمرید التبرز ان ینحی کل ماعلیہ معظم من اسم اللہ تعالٰی اونبی اوملک فان خالف کرہ لترک التعظیم۔ وھوالموافق لمذھبنا کمافی شرح المشکوۃ" علامہ طحطاوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا: کیونکہ امام ابوداؤداور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے، کیونکہ اس میں "محمد رسول اللہ" منقش تھا۔ میں کہتا ہوں بلکہ اسے چاروں محدثین (امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ) ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی بعض سندیں صحیح ہیں۔ پھر امام طحطاوی نے فرمایا: طیبی نے کہا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ استنجاء کرنے والا اللہ تعالٰی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم گرامی نیز قرآن پاک کو الگ کردے اور ابہری نے کہا: اسی طرح باقی تمام رسولوں کے نام بھی الگ کردے۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کا ارادہ کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ ہر وہ چیز الگ کردے جس میں کوئی قابلِ تعظیم بات مثلاً اللہ تعالٰی، کسی نبی یا فرشتے کا نام ہو، اگر اس کے خلاف کرے گا، تو ترکِ تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔ یہی بات ہمارے مذہب کے موافق ہے۔ جیسا کہ شرح مشکوۃ میں ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد4، صفحہ582-83، رضافاونڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و **رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد هاشم خان عطاری

25صفر المظفر 1441ھ/25اکتوبر 2019ء

فتویٰ: 61

مرد و عورت کے لیے پلاٹینم کی انگوٹھی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

(1) پلاٹینم کی انگوٹھی مرد کے لئے پہننا کیسا ہے؟

(2) یہی انگوٹھی عورت کے لئے پہننے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) پلاٹینم چاندی جیسی ایک سفید، بھورے رنگ والی قیمتی دھات ہے۔

اردو لغت میں ہے "پلاٹینم: چاندی جیسی سفید لیکن بھورے رنگ کی آمیزش لیے ایک بیش قیمت دھات۔"

(اردو لغت، جلد4، صفحہ 127، ترقی اردو بورڈ، کراچی)

علمی اردو لغت میں ہے "پلاٹینم: ایک مشہور قیمتی دھات۔"

(علمی اردو لغت، صفحہ 371، علمی کتب خانہ)

فیروز اللغات میں ہے "پلاٹینم: قیمتی دھات۔" (فیروز اللغات، صفحہ 302، فیروز سنز، لاھور)

پریکٹیکل ڈکشنری میں پلاٹینم کا معنی ہے:

"A valuable metalic element" (Practical Dictionary,page 608, Kitabistan Publishers)

لہذا مردوں کے لئے پلاٹینم کی انگوٹھی پہننا ناجائز ہے کیونکہ چاندی (ایک انگوٹھی جس کا وزن ساڑھے چار ماشے سے کم ہو) کے علاوہ کسی بھی قسم کی دھات (پیتل، لوہا وغیرہ) مرد کے لیے حرام ہے اور پلاٹینم بھی دھات ہی ہے لہذا مرد کے لئے پہننا ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے:"ولا يتختم) إلا بالفضة لحصول الاستغناء بها فيحرم (بغيرها كذهب وحديد وصفر) ورصاص وزجاج وغيرها" ترجمہ: چاندی سے حاجت پوری ہو جانے کی وجہ سے انگوٹھی صرف چاندی کی ہی بنائی جا سکتی ہے لہذا اس کے علاوہ دیگر اشیا مثلاً سونا، لوہا پیتل، تانبا، جست وغیرہ کی انگوٹھی

حرام ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے ”(قولہ ولا یتختم إلا بالفضة) هذه عبارة الإمام محمد فی الجامع الصغیر۔۔۔(قوله فيحرم بغيرها إلخ) لما روى الطحاوی بإسناده إلى عمران بن حصين وأبي هريرة قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن خاتم الذهب، وروى صاحب السنن بإسناده إلى عبدالله بن بريدة عن أبيه: أن رجلا جاء إلى النبي - صلى الله تعالى عليه وسلم - وعليه خاتم من شبه فقال له: مالي أجد منك ريح الأصنام فطرحه ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال: مالي أجد عليك حلية أهل النار فطرحه فقال: يا رسول الله من أي شيء أتخذه؟ قال: اتخذه من ورق ولا تتمه مثقالا" **فعلم أن التختم بالذهب والحديد والصفر حرام** فألحق اليشب بذلك لأنه قد يتخذ منه الأصنام، فأشبه الشبه الذي هو منصوص معلوم بالنص إتقاني والشبه محركا النحاس الأصفر قاموس“ ترجمہ: (مصنف کا قول: مرد صرف چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے) یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی جامع الصغیر میں عبارت ہے (مصنف کا قول: اس کے علاوہ حرام ہے الخ) کیونکہ امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا ہے اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے کہ تم سے بت کی بوآتی ہے ؟ تو انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے، فرمایا: کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو ؟ تو اسے بھی پھینکا اور عرض کی، یارسول اللہ ! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں ؟ فرمایا: چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو۔ الغرض اس سے معلوم ہو گیا کہ سونے، لوہے اور پیتل کی انگوٹھی حرام ہے، لہٰذا یشب (ایک قیمتی پتھر ہے، یہ) بھی اسی کے ساتھ ملایا جائے گا، کیونکہ اس کے بُت بنائے جاتے ہیں، تو یہ اس پیتل کے مشابہ ہو گا، جس پر نص وارد ہے اور نص سے ثابت چیز یقینی ہوتی ہے۔ شبہ زرد تانبا ہے، القاموس۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، جلد9، صفحہ 593-594، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے جب چھلے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ، کیا مرد چھلا

پہن سکتا ہے ؟تو آپ علیہ الرحمہ نے جوابا ًارشاد فرمایا: ”**حرام ہے:** ”فقد قال صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فی الذھب والفضۃ انھما محرمان علی ذکور امتہ قلت ولا یجوز القیاس علی خاتم الفضۃ لأنہ لا یختص بالنساء بخلاف ما نحن فیہ فینھی عنہ علی تری الی ما فی ردالمحتار عن شرح النقایہ ،انما یجوز التختم بالفضۃ لو ھیئۃ خاتم الرجال ام لو لہ فصان او اکثر حرام،ولان الخاتم یکون للتزین وللختم اما ھذا فلا شیء فیہ الا التزین “یعنی سونے چاندی کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:”یہ دونوں میری امت کے مردوں کیلئے حرام ہیں۔“میں کہتا ہوں:اس (چھلے) کو چاندی کی انگوٹھی پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے(کہ چاندی کی انگوٹھی جائز ہے تو چھلا بھی جائز ہونا چاہیے) کیونکہ چاندی کی انگوٹھی عورتوں کے ساتھ مختص نہیں ہے بخلاف اس (چھلے) کے جس کی ہم بحث کر رہے ہیں بلکہ اس سے مردوں کو منع کیا جائے گا، کیا تم اس کی طرف نہیں دیکھتے جو فتاوی شامی میں شرح نقایہ کے حوالے سے ہے کہ:چاندی کی انگوٹھی پہننا اگر مردانہ ہئیت کے مطابق ہو تو جائز ہے لیکن اگر اس کے دو یا زیادہ نگینے ہوں تو حرام ہے،اور اس لئے کہ انگوٹھی زیب وزینت اور مہر کے لیے ہوا کرتی ہے لیکن چھلے میں زیب وزینت کے علاوہ کوئی مقصد باقی نہیں رہتا۔“ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ 147، 148، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:”مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے... انگوٹھی صرف چاندی ہی کی پہنی جاسکتی ہے دوسری دھات کی انگوٹھی پہننا حرام ہے مثلاً لوہا، پیتل، تانبا، جست وغیرہا ان دھاتوں کی انگوٹھیاں پہننا مرد۔۔۔کے لئے ناجائز ہیں۔“
(بہار شریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ426، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(2) پلاٹینم کی انگوٹھی عورت کے لئے پہننا جائز ہے کیونکہ فی زمانہ سونے،چاندی کے علاوہ دیگر دھاتیں، آرٹیفیشل جیولری کا استعمال عورت کے لیے جید مفتیان کرام نے عموم بلوی اور حرج کی وجہ سے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے لہذا یہ پہننا بھی جائز ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

عورت کا مردانہ طرز کی انگوٹھی پہننا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ عورت کو مردانہ طرز کی یعنی ایسی انگوٹھی پہننا کیسا ہے، جو فقط مرد حضرات ہی پہنتے ہوں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مرد کے لئے چاندی کی ساڑھے چار ماشے سے کم، مردانہ ہیئت کی، ایک نگ والی، ایک انگوٹھی پہننا جائز ہے اور مردانہ طرز کی وہ انگوٹھی جو مردوں کے ساتھ خاص ہو، اسے عورتیں نہ پہنتی ہوں، کسی عورت کا ایسی انگوٹھی پہننا مردوں سے مشابہت کی وجہ سے ناجائز وحرام اور گناہ ہے اور اگر پہنی ہو، تو ایسی تبدیلی کر کے پہن سکتی ہے، جس سے مردوں سے مشابہت باقی نہ رہے۔

مرد کے لئے چاندی کی مردانہ ہیئت کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:"(ویجوز للنساء التحلي بالذهب والفضة لا للرجال الا الخاتم) على هيئة خاتم الرجال"ترجمہ: عورتوں کے لئے سونے اور چاندی کے زیورات پہننا جائز ہے، مردوں کے لئے جائز نہیں، مگر (چاندی کی) مردانہ ہیئت کی انگوٹھی پہننا جائز ہے"۔ (مجمع الانہر، کتاب الکراھیۃ، فصل فی اللبس، جلد4، صفحہ196، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے:"مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ544، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں کے متعلق بخاری شریف میں ہے:"لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے"۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، جلد2، صفحہ874، مطبوعہ کراچی)

اس حدیثِ پاک کے تحت شرح صحیح بخاری لابن بطال میں ہے:"لا يجوز للرجال التشبه بالنساء

فی اللباس والزینۃ التی ھی للنساء خاصۃ، ولا یجوز للنساء التشبہ بالرجال فیما کان ذلک للرجال خاصۃ" ترجمہ: مردوں کو عورتوں کے ساتھ انکے لباس اور ان کی خاص زینت میں مشابہت اختیار کرنا، جائز نہیں، اسی طرح عورتوں کو مردوں کی خاص زینت میں ان کی مشابہت اختیار کرنا، جائز نہیں۔

(شرح صحیح بخاری لابن بطال، جلد9، صفحہ140، مطبوعہ ریاض)

سنن ابوداؤد میں حضرت سیدنا ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: "قیل لعائشة رضي اللہ عنھا: إن امرأة تلبس النعل، فقالت: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الرجلة من النساء" ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانہ جوتا پہننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، جلد4، صفحہ105، دار الکتاب العربی، بیروت)

اس حدیث میں لفظ الرجلة کے تحت فیض القدیر میں یہ ہے: "تتشبہ بالرجال في زیھم او مشیھم او رفع صوتھم او غیر ذلک" ترجمہ: جو عورت مردوں سے ان کی وضع، چلنے، آواز بلند کرنے وغیرہ میں مشابہت اختیار کرے۔ (فیض القدیر، حرف اللام، جلد5، صفحہ343، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام نہ کہ خاص صورت وبدن میں۔

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ664، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر مردوں عورتوں کا ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے پر وعیدات اور مختلف مسائل ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: "چاندی کی مردانی انگوٹھی عورت کو نہ چاہئے اور پہنے، تو زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔ شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: "زنان را تشبہ برجال مکروہ است تا آنکہ انگشتری نقرہ زنان را مکروہ است واگر بکنند باید کہ رنگ کنند بزعفران ومانند آں" عورتوں کو مردوں سے مشابہت اختیار کرنی مکروہ ہے اور اس کا لحاظ اس حد تک ہے کہ عورتوں کو چاندی کی انگوٹھی پہننی مکروہ ہے، اگر کبھی اتفاقاً پہننی پڑے، تو اسے زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ544، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

12محرم الحرام1443ھ21اگست2021ء

فتویٰ:63

سونے کی گھڑی پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ سونے کی گھڑی کلائی پر باندھنا اور اس میں ٹائم دیکھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

سونے کی گھڑی کلائی پر باندھنا اور اس میں وقت دیکھنا دونوں باتیں ناجائز ہیں ٹائم دیکھنا اس لئے ناجائز ہے کہ گھڑی کا استعمال وقت دیکھنے کے لئے ہی ہوتا ہے۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں: "چائے کے برتن سونے چاندی کے استعمال کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح سونے چاندی کی گھڑی ہاتھ میں باندھنا بلکہ اس میں وقت دیکھنا بھی ناجائز ہے، کہ گھڑی کا استعمال یہی ہے کہ اس میں وقت دیکھا جائے۔

(بہار شریعت، جلد3، صفحہ396، حصہ16، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

15صفر المظفر1436ھ08دسمبر2014ء

فتویٰ:64

مرد کا سونے یا چاندی کا تاج پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض کارناموں پر بعض شخصیات (مردوں) کو سونے چاندی کا تاج پہنایا جاتا ہے تو کیا مرد کے لیے سونے اور چاندی کا تاج پہننا اور اس کو یہ تاج پہنانا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مرد کو سونے چاندی کا تاج پہننااور پہنانا دونوں ناجائز و حرام ہیں کیونکہ مردوں کے لیے چند مستثنیٰ صورتوں کے علاوہ سونے چاندی کا استعمال حرام ہے،اور جن صورتوں میں اجازت ہے یہ ان میں سے نہیں ہے ،اور پھر یہ تو مستقل سونے چاندی کا بنا ہوتا ہے یہاں تو حکم یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی ٹوپی ہو جس پر سونے چاندی کا مغرق کام ہوا ہو(یعنی کام کے ذریعہ کپڑا بالکل چھپ گیا ہو یا کپڑا ظاہر ہو تو خال خال کہ دور سے دیکھنے والے کو سب کام ہی نظر آئے)تو وہ بھی پہننا مرد کے لیے ناجائز ہے،اور جب پہننا جائز نہیں ہے تو اس طرح کی چیز پہنانا بھی جائز نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا پھر فرمایا ”ان ھذین حرام علی ذکور امتی “ترجمہ: یہ دونوں چیزیں میری امت کے مَردوں پر حرام ہیں۔

(سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، جلد2، صفحہ206، مطبوعہ لاھور)

حضرت عبد اللہ بن بریدہ سے روایت ہے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے کہ تم سے بت کی بو آتی ہے ؟انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے ،فرمایا: کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو ؟اسے بھی پھینکا اور عرض کی، یارسول اللہ ! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں ؟فرمایا: اتخذہ من ورق ولا تتمہ مثقالا۔ چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی خاتم الحدید، جلد2، صفحہ228، مطبوعہ لاھور)

ردالمحتار میں فتاوی ہندیہ کے حوالہ سے ہے:”یکرہ ان یلبس الذکور قلنسوۃ من الحریر او الذھب او الفضۃ او الکرباس الذی خیط علیہ ابریسم کثیر او شیئ من الذھب او الفضہ اکثر من قدر اربع اصابع ۔اھ“ترجمہ: مردوں کو ریشم، سونے ،چاندی کی ٹوپی اور ایسی سوتی ٹوپی پہننا مکروہ ہے جس پر کثیر ریشم کی سلائی کی گئی ہو یا چار انگلیوں سے زیادہ سونے چاندی کی سلائی کی گئی ہو۔

(ردالمحتار علی درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، جلد9، صفحہ584، مطبوعہ کوئٹہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”مغرق کہ تمام کپڑا کام میں چھپ گیا ہو یا ظاہر ہو تو خال خال کہ دور سے دیکھنے والے کو سب کام ہی نظر آئے مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ وہ ٹوپی عرض میں چار ہی انگل یا اس سے بھی کم ہو یونہی اگر اس میں کوئی بیل بوٹا چار اُنگل عرض سے زائد ہو تو بھی ناجائز اگرچہ سارے کپڑے میں صرف یہی ایک بوٹی ہو، اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو مطلقاً جائز اگرچہ نصف سے زائد کپڑا کام میں چھپا ہوا گرچہ متفرق بوٹیاں جمع کرنے سے چار اُنگل عرض سے زائد کو پہنچے۔ کل ذلک محقق فی فتاونا مستفادا من ردالمحتار وغیرہ من الاسفار۔ (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ153، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ”یوہیں چاندی سونے کے کام کے دوشالے چادر کے آنچلوں، عمامے کے پلوؤں، ۔۔ٹوپی کا طرہ۔۔ کسی چیز میں کہیں کیسی ہی متفرق بوٹیاں یہ سب جائز ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی تنہا چار انگل کے عرض سے زائد نہ ہو اگرچہ متفرق کام ملا کر دیکھے تو چار انگل سے بڑھ جائے اس کا کچھ ڈر نہیں کہ یہ بھی تابع قلیل ہے۔ اور اگر کوئی بیل بوٹا تنہا چار انگل عرض سے زیادہ ہو تو ناجائز کہ اگرچہ تابع ہے مگر قلیل نہیں اور کوئی مستقل چیز بالکل مغرق یا ایسے گھنے کام کی ہو کہ مغرق معلوم ہو تو بھی ناروا اگرچہ خود اس کی ہستی ایک ہی انگل عرض کی ہو کہ یہ اگرچہ قلیل ہے مگر تابع نہیں۔ جیسے ریشم یا لچکے پٹھے کے تعویز یا ریشمی کمر بند یا جوتے کی اڈیوں پنجوں پر مغرق کام یا ریشم یا سونے چاندی کے کام سے مغرق ٹوپی۔

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ133، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے: ”وکرہ الباس ذھب وحریر صبیا لان التحریم لماثبت فی حق الذکور وحرم اللبس حرم الالباس ایضا“ ترجمہ: بچوں کو سونے وریشم پہنانا مکروہ ہے کیونکہ جب مردوں کے حق میں اس کی حرمت ثابت ہو چکی ہے اور پہننا حرام ہو گیا تو پہنانا بھی حرام ہو گیا۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس، جلد6، صفحہ16، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، بولاق، قاھرۃ)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

07 ربیع الثانی 1439ھ/26 دسمبر 2017ء

عدت کے دوران زیب وزینت کے احکام

فتویٰ:65

دورانِ عدت زیب وزینت کے احکام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جس عورت کو تین طلاقیں ہو گئیں ہوں وہ عدت کیسے گزارے؟ یعنی عدت کے دوران کون کون سے کام کر سکتی ہے؟ اور کون کون سے کام نہیں کر سکتی؟ اور کیا ایسی عورت پر سوگ بھی لازمی ہوتا ہے؟ اور بالوں کو کنگھا کرنا، تیل لگانا وغیرہ کے احکام بھی ارشاد فرمادیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں تو اس عورت پر سوگ منانا واجب اور ضروری ہوتا ہے۔ سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور سونے چاندی جواہرات، یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا، چوڑیاں بھی اگرچہ کانچ کی ہوں، ہر قسم کی ریشم کے کپڑے اگرچہ سیاہ ہوں نہ پہنے، ہار پھول کا استعمال بھی منع ہے، خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو چکا ہو اسے پہن سکتی ہے اور نہ تیل کا استعمال کرے اگرچہ اُس میں خوشبو نہ ہو جیسے روغن زیتون اور کنگھا کرنا۔ یونہی سرمہ لگانا اور مہندی لگانا، اسی طرح سُرخ، گلابی اور طرح طرح کے رنگ والے کپڑے جن میں زینت ہوتی ہے سب کو ترک کرے۔ ہاں عذر کی وجہ سے ان میں سے کچھ چیزوں کی اجازت بھی فقہائے کرام نے بیان فرمائی ہے جبکہ کوئی دوسرا حل نہ ہو مگر عذر کی حالت میں اس کا استعمال زینت کے ارادے سے نہ ہو مثلاً سر درد کی وجہ سے تیل لگا سکتی ہے جبکہ کوئی دوسرا حل نہ ہو یا تیل لگانے کی عادی ہے اور جانتی ہے کہ سر میں تیل نہ لگانے سے سر درد کرنا شروع ہو جائے گا تو لگانا، جائز ہے، یا سر درد کی وجہ سے کنگھی کر سکتی ہے لیکن کنگھی کرنے میں یہ خیال رکھے کہ موٹے دندانوں کی طرف سے کرے باریک دندانوں کی طرف سے نہ کرے کیونکہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔

مبسوط سرخسی میں ہے: "فأما المبتوتة وهي المختلعة والمطلقة ثلاثا أو تطليقة بائنة فعليها الحداد في عدتها" ترجمہ: بہر حال **مبتوتہ یعنی وہ عورت جس نے خلع لیا ہو یا جسے تین طلاقیں دی گئی ہوں یا**

جسے ایک طلاق بائنہ دی گئی ہو، تو عدت کے دوران اس پر سوگ منانا لازم ہے۔
(کتاب المبسوط، باب اللبس والتطیب، جلد 6، صفحہ 67، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"علی المبتوتۃ والمتوفی عنها زوجها إذا کانت بالغۃ مسلمۃ الحداد فی عدتها کذا فی الکافی والحداد الاجتناب عن الطیب والدهن والکحل والحناء والخضاب ولبس المطیب والمعصفر والثوب الأحمر وما صبغ بزعفران" ترجمہ: مبتوتہ اور جس کا شوہر فوت ہو چکا ہو جب مسلمان بالغہ ہو تو اس پر عدت کے اندر سوگ منانا لازم ہے ایسا ہی کافی میں ہے۔ اور سوگ کہتے ہیں خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، خضاب، خوشبودار، زرد رنگ سے رنگا ہوا کپڑا، سرخ رنگ سے رنگا ہوا کپڑا اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننے کو ترک کرنا۔ (الفتاویٰ الهندیہ، جلد 1، صفحہ 533، دار الفکر، بیروت)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:"فی الدر المختار ورد المحتار تحد (ای وجوبا کما فی البحر) مکلفۃ مسلمۃ اذا کانت معتدۃ بت او موت بترک الزینۃ بحلی (ای بجمیع انواعہ بحروفی قاضی خان المعتدۃ تجتنب عن کل زینۃ اھ ملتقطا۔ درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت سوگ منائے یعنی اس کے لئے ایسا کرنا واجب اور ضروری ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔ مسلمان عورت سوگ منانے کی پابند ہے خواہ وہ طلاق کی عدت گزار رہی ہو یا وفات کی۔ سوگ منانے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی قسم کے زیورات نہ پہنے تاکہ زیبائش نہ ہونے پائے (البحر الرائق) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت ہر قسم کی زیب وزینت سے پرہیز کرے اھ ملتقطا (ت)"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 483، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ رضویہ میں ہی ہے" عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں: ہر قسم کا گہنا یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی۔(مزید) مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا (سب ناجائز نہیں) اور مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھلیل، میٹھا تیل، کسم، کیسر کے رنگے کپڑے، یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیہ گیروکا، چوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔ چارپائی پر سونا، بچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 13، صفحہ 331، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے ”سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے اگرچہ سیاہ ہوں نہ پہنے اور خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے اگرچہ اُس میں خوشبو نہ ہو جیسے روغن زیتون اور کنگھا کرنا اور سیاہ سرمہ لگانا۔ یوہیں سفید خوشبودار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سُرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے۔ یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی۔ دھانی۔ چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزیین ہوتا ہے سب کو ترک کرے۔ جس کپڑے کا رنگ پُرانا ہوگیا کہ اب اُس کا پہننا زینت نہیں اُسے پہن سکتی ہے۔ یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔ عذر کی وجہ سے اِن چیزوں کا استعمال کرسکتی ہے مگر اس حال میں اُسکا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو مثلاً درد سر کی وجہ سے تیل لگا سکتی ہے یا تیل لگانے کی عادی ہے جانتی ہے کہ نہ لگانے میں درد سر ہو جائیگا تو لگانا، جائز ہے۔ یا درد سر کے وقت کنگھا کرسکتی ہے مگر اُس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں اُدھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔۔۔۔ سوگ اس پر ہے کہ جو عاقلہ بالغہ مسلمان ہو اور موت یا طلاق بائن کی عدت ہو۔۔۔۔ تین طلاق کی عدت کا بھی وہی حکم ہے جو طلاق بائن کی عدت کا حکم ہے۔“

(بہار شریعت، جلد2، حصہ8، صفحہ242،243،247، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

10 شعبان المعظم 1438ھ 07 مئی 2017ء

فتویٰ: 66

دورانِ عدت سر کے بالوں میں تیل لگانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورت عدت کی حالت میں سر پر تیل لگا سکتی ہے یا کنگھی کرسکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عدت کے دوران عورت پر سوگ منانا واجب ہے۔ سوگ کا یہ مطلب ہے کہ عورت زیورات، انگوٹھی،

چھلے، چوڑیاں، سرمہ، خوشبو، تیل اگرچہ بغیر خوشبو والا ہو، کنگھی الغرض ہر طرح کی زینت ترک کردے، ہاں عذر کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے۔ مثلاً: اگر تیل نہ لگانے یا کنگھی نہ کرنے سے سر درد کرنا شروع ہو جائے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا حل بھی نہیں ہے، تو تیل لگا سکتی ہے اور کنگھی بھی کر سکتی ہے، لیکن کنگھی کرنے میں یہ خیال رہے کہ موٹے دندانوں کی طرف سے کنگھی کرے کیونکہ ضرورت اسی سے پوری ہو جاتی ہے اور باریک دندانوں والی سائیڈ سے کنگھی نہ کرے، کیونکہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور عدت میں یہ منع ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”علی المبتوتة والمتوفی عنها زوجها اذا کانت بالغة مسلمة الحداد في عدتها کذا في الکافي والحداد الاجتناب عن الطیب والدهن والکحل والحناء۔۔۔ والتزین والامتشاط کذا في التتارخانیة“ ترجمہ: طلاق یافتہ اور وہ بالغ مسلمان عورت کہ جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، ان پر عدت کے دوران سوگ منانا لازم ہے اور سوگ کا مطلب: خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، زینت اختیار کرنے اور کنگھی کرنے سے رُکنا ہے۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الطلاق، جلد 1، صفحہ 533، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے: ”سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور۔۔۔ اور نہ تیل کا استعمال کرے اگرچہ اُس میں خوشبو نہ ہو۔ جیسے روغن زیتون اور کنگھا کرنا منع ہے۔ ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے۔ عذر کی وجہ سے اِن چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے، مگر اس حال میں اُس کا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو۔ مثلاً دردِ سر کی وجہ سے تیل لگا سکتی ہے یا تیل لگانے کی عادی ہے، جانتی ہے کہ نہ لگانے میں دردِ سر ہو جائیگا، تو لگانا، جائز ہے یا دردِ سر کے وقت کنگھا کر سکتی ہے، مگر اُس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں، اُدھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔“

(بہارِ شریعت، حصہ 8، صفحہ 242، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

08 رمضان المبارک 1440ھ 14 مئی 2019ء

فتویٰ:67

عدتِ موت میں زیورات پہننے کا حکم؟

کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ہندہ کے شوہر کاانتقال ہوگیا ہے ،دوران عدت ہندہ سونے کی بالیاں، کنگن اور چوڑیاں پہن سکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ہندہ دوران عدت سونے کی بالیاں، کنگن اور چوڑیاں نہیں پہن سکتی۔عدت میں زینت ترک کرنے کے احکام کے بارے میں فتاوی ہندیہ میں ہے ”لبس الحلی والتزین والامتشاط کذا فی التتارخانیۃ“ ترجمہ: زیور پہننا، زینت اختیار کرنا اور کنگھی کرنا(منع ہے۔)

(فتاوی ھندیه، جلد1، صفحه533، دار الفکر، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:”عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں: ہر قسم کا گہنا یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی، مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا، اور مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھلیل، میٹھا تیل، کسم، کیسر کے رنگے کپڑے، یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہوا گرچہ پڑیا گیروکا، چوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔چارپائی پر سونا، بچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں۔“

(فتاوی رضویه شریف، جلد13، صفحه331، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:”سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے اگرچہ سیاہ ہوں نہ پہنے اور خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے اگرچہ اُس میں خوشبو نہ ہو جیسے روغن زیتون اور کنگھا کرنا اور سیاہ سرمہ لگانا۔ یوہیں سفید خوشبودار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سُرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے۔“

(بھار شریعت، جلد2، حصه8، صفحه242، مکتبة المدینه، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

21ربیع الاول1438ھ21دسمبر2016ء

فتویٰ:68

دورانِ عدت پسینے کی بو ختم کرنے کے لیے پرفیوم یا باڈی اسپرے استعمال کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ بیوہ عدت کے دوران پسینے کی بو ختم کرنے کے لیے پرفیوم (Perfume) یا باڈی اسپرے (Body Spray) استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بیوہ کے لیے دورانِ عدت پرفیوم (Perfume) یا باڈی اسپرے (Body Spray) استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ خوشبو کا استعمال زینت میں شمار ہوتا ہے، جبکہ بیوہ کے لیے کسی بھی قسم کی زینت اختیار کرنا، ناجائز وگناہ ہے۔ اگر پسینے کی وجہ سے مشکل کا سامنا ہو یا اس کی وجہ سے بدن سے بدبو آتی ہو، تو کسی اور جائز طریقے مثلاً غسل یا بغیر خوشبو والے کیمیکل یا کسی چیز کے ذریعے پسینے کی بو ختم کی جاسکتی ہے۔

بیوہ کے لیے دورانِ سوگ خوشبو کا استعمال جائز نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب ولا تکتحل ولا تمس طیبا“ ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا) اور وہ سرمہ بھی نہ لگائے اور نہ ہی خوشبو استعمال کرے۔

(صحیح مسلم، ج2، ص1127، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تنویر الابصار مع رد المحتار میں ہے: ”تحد (تحد ای وجوبا) مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ اذا کانت معتدۃ بت او موت“ ترجمہ: مسلمان مکلّف عورت اگرچہ منکوحہ لونڈی ہو، جب طلاقِ بائن (یعنی تین طلاقوں والی یا ایک یا دو بائن طلاقوں والی) یا موت کی عدت والی ہو، تو اس پر سوگ کرنا واجب ہے۔

(تنویر الابصار، ج5، ص220تا221، مطبوعہ پشاور)

تبیین الحقائق میں ہے: ”الاحداد و هو ترک الزینة و الطیب“ ترجمہ: سوگ زنیت اور خوشبو کے استعمال کو ترک کردینے کا نام ہے۔ (تبیین الحقائق، ج3، ص34، مطبوعہ ملتان)

بہار شریعت میں ہے: ”سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے، اگرچہ سیاہ ہوں، نہ پہنے اور خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے، اگرچہ اس میں خوشبو نہ ہو، جیسے روغن زیتون اور کنگھا کرنا اور سیاہ سرمہ لگانا، یوہیں سفید خوشبودار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور **زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے، یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی، دھانی، چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین ہوتا ہے، سب کو ترک کرے۔ جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے یوہیں سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں، جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔** عذر کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے، مگر اس حال میں اس کا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو درد سر کے وقت کنگھا کر سکتی ہے، مگر اس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں، ادھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔“ (بہار شریعت، ج2، حصہ 8، ص242، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

04ذالحجۃ الحرام1442ھ15جولائی2021ء

فتویٰ:69

عدت کے دوران خوشبودار صابن یا شیمپو استعمال کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ بیوہ کے لیے عدت کے دوران خوشبو والا شیمپو یا صابن استعمال کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

بیوہ کے لیے دورانِ عدت شیمپو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، خواہ وہ خوشبو والا ہو یا بغیر خوشبو کے۔

خوشبو والا تو اس لیے منع ہے کہ خوشبو کا استعمال زینت میں شمار ہوتا ہے، جبکہ بیوہ کے لیے کسی بھی قسم کی زینت اختیار کرنا، ناجائز و گناہ ہے اور بغیر خوشبو والا شیمپو اس لیے منع ہے کہ وہ بالوں کی صفائی کے ساتھ اُنہیں چمکدار اور ملائم بھی کرتا ہے، جبکہ بیوہ کو دورانِ عدت بالوں کو نرم و ملائم اور چمکدار کرنے کے لیے کوئی چیز استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے کہ یہ بھی زینت میں داخل ہے، ہاں اگر کوئی ایسا شیمپو ہو جو صرف میل دور کرنے یا جوئیں مارنے کا کام کرے اور چمک و ملائمت پیدا نہ کرے، اس کی اجازت ہے جیسے دیسی ٹوٹکوں سے بعض اوقات ایسے شیمپو بنائے جاتے ہیں۔

اور ایسا صابن جو خوشبودار ہو یا رنگت میں نکھار اور خوبصورتی پیدا کرتا ہو جیسا کہ مارکیٹ میں اس طرح کے صابن دستیاب ہیں کہ جو جلد کی صفائی کے ساتھ رنگت کو گورا بھی کرتے ہیں (جنہیں بیوٹی سوپ یا وائٹننگ سوپ (Beauty soap/whitening soap) کے نام سے جانا جاتا ہے)، ایسے صابن کا استعمال بھی ممنوع ہے، کیونکہ خوشبو والی یا رنگت کو خوبصورت بنانے والی کوئی چیز استعمال کرنا زینت میں داخل ہے، جس کی بیوہ کو اجازت نہیں ہے۔ البتہ ایسا صابن کہ جو نہ تو خوشبودار ہو، نہ رنگت کو خوبصورت بنائے، بلکہ محض صفائی ستھرائی کا کام کرتا ہو، دورانِ عدت اسے استعمال کرنے کی اجازت ہے کہ یہ زینت میں داخل نہیں۔

بیوہ کے لیے دورانِ سوگ خوشبو کا استعمال جائز نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر و عشرا و لا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب و لا تکتحل و لا تمس طیبا“ ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا) اور وہ نہ سرمہ لگائے اور نہ ہی خوشبو لگائے۔ (صحیح مسلم، ج 2، ص 1127، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تنویر الابصار مع رد المحتار میں ہے: ”تحد (تحد ای وجوبا) مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ اذا کانت معتدۃ بت او موت“ ترجمہ: مسلمان مکلّف عورت اگرچہ منکوحہ لونڈی ہو، جب طلاقِ بائن (یعنی تین طلاقوں والی یا ایک یا دو بائن طلاقوں والی) یا موت کی عدت والی ہو، تو اس پر سوگ کرنا واجب ہے۔

(تنویر الابصار، ج 5، ص 220 تا 221، مطبوعہ پشاور)

تبیین الحقائق میں ہے: ''الاحداد وھو ترک الزینۃ والطیب'' ترجمہ: سوگ زینت اور خوشبو کے استعمال کو ترک کر دینے کا نام ہے۔ (تبیین الحقائق، ج3، ص34، مطبوعہ ملتان)

جو چیز چہرے میں نکھار اور رنگت کو خوبصورت بنائے، دورانِ عدت اس کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم حین توفی ابو سلمۃ و قد جعلت علی عینی صبرا فقال ماھذا یا ام سلمۃ؟ فقلت انما ھو صبر یا رسول اللہ لیس فیہ طیب قال انہ یشب الوجہ فلا تجعلیہ الا باللیل و تنزعینہ بالنہار'' ترجمہ: جب حضرت ابو سلمہ فوت ہوئے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں نے اپنے چہرے پر ایلوا لگا رکھا تھا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ایلوا ہے، جس میں خوشبو نہیں ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چہرے کو نکھارتا ہے، پس اسے نہ لگاؤ، مگر (ضرورتاً لگانا پڑے) تو رات کو لگاؤ اور دن کو اتار لو۔

(سنن ابی داؤد، ج2، ص292، الرقم 2305، مطبوعہ بیروت)

اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''یعنی عدت میں صرف خوشبو ہی ممنوع نہیں، بلکہ زینت بھی ممنوع ہے، ایلوا خوشبودار تو نہیں، مگر چہرے کا رنگ نکھار دیتا ہے، اسے رنگین بھی کر دیتا ہے، **لہٰذا زینت ہونے کی وجہ سے اس کا لیپ ممنوع ہے۔** اگر لیپ کی ضرورت ہی ہو، تو رات میں لگا لیا کرو۔''

(مرآۃ المناجیح، ج5، ص154، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

دورانِ عدت ایسی چیز استعمال کرنا بھی ممنوع ہے کہ جو بالوں کو نرم و ملائم اور چمکدار بنائے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ سوگ والی عورت کے لیے بغیر خوشبو والے تیل کے ممنوع ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''(قولہ کزیت خالص) ای من الطیب و کالشیرج والسمن وغیر ذلک، لانہ یلین الشعر فیکون زینۃ زیلعی، وبہ ظھر ان الممنوع استعمالہ علی وجہ یکون فیہ زینۃ، فلا تمنع من مسہ بید لعصر، او بیع او اکل'' ترجمہ: مصنف کا قول خالص زیتون کا تیل لگانا منع ہے یعنی جو خوشبو سے خالص (پاک) ہو اور یہی حکم تل کے تیل اور گھی وغیرہ کا ہے، **کیونکہ یہ بالوں کو نرم کرتا ہے، لہٰذا یہ زینت میں آئے گا۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اس کا استعمال زینت کے طور پر کرنا ممنوع ہے**، پس اسے نچوڑنے، بیچنے اور کھانے

کے لیے انہیں ہاتھ سے چھونا منع نہیں ہے۔ (ردالمحتار، ج5، ص221تا222، مطبوعہ پشاور)

بنایہ شرح ہدایہ میں تیل استعمال کرنے کے ممنوع ہونے کی علت یہ بیان کی گئی: ''لانہ یحسنہ و یزید فیہ بھجۃ'' ترجمہ: کیونکہ تیل بالوں کو خوبصورت بناتا اوراس کی چمک میں اضافہ کرتا ہے۔
(البنایۃ شرح الھدایۃ، ج5، ص621، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

17ذوالحجۃ الحرام1442ھ28جولائی2021ء

فتویٰ:70

عدت کے دوران سرخ لباس پہننا

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کسی کا شوہر فوت ہوگیا، توبیوہ کے لیے دورانِ عدت سرخ لباس پہننا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بیوہ کے لیے دورانِ عدت سرخ لباس پہننا ناجائز وگناہ ہے، کیونکہ بیوہ پر عدت کے دوران سوگ کا اظہار کرنا واجب ہوتا ہے اور سوگ کا مطلب یہ ہے کہ عورت ہر قسم کی زینت ترک کردے، جبکہ سرخ لباس زینت کے طور پر پہنا جاتا ہے، لہٰذا یہ لباس پہننا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگراس کا رنگ اتنا پرانا ہوچکا ہو کہ اب اس لباس کو بطورِ زینت استعمال نہ کیا جاتا ہو، توایسا سرخ لباس پہننے میں حرج نہیں، کیونکہ ممانعت کی اصل وجہ زینت ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جارہی۔

بیوہ پر دورانِ عدت سوگ کا اظہار کرنا واجب ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''لا تحد امراۃ علی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشرا ولا تلبس ثوبا مصبوغا الا ثوب عصب'' ترجمہ: عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے اور (دورانِ عدت) رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے، سوائے عصب (نامی رنگ) سے رنگے ہوئے کپڑے (کیونکہ یہ رنگ زینت کے لیے استعمال نہیں ہوتا)۔
(صحیح مسلم، ج2، ص1127، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تنویر الابصار مع رد المحتار میں ہے: ”تحد (تحد ای وجوبا) مکلفة مسلمة ولو امة منکوحة اذا کانت معتدة بت او موت“ ترجمہ: مسلمان مکلّف عورت اگرچہ منکوحہ لونڈی ہو، جب طلاقِ بائن (یعنی تین طلاقوں والی یا ایک یا دو بائن طلاقوں والی) یا موت کی عدت والی ہو، تو اس پر سوگ کرنا واجب ہے۔
(تنویر الابصار، ج5، ص220 تا 221، مطبوعہ پشاور)

سوگ ترکِ زینت کو کہتے ہیں۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے: ”الاحداد وھو ترک الزینة والطیب“ ترجمہ: سوگ زینت اور خوشبو کے استعمال کو ترک کر دینے کا نام ہے۔
(تبیین الحقائق، ج3، ص34، مطبوعہ ملتان)

دورانِ عدت عورت کے لیے سرخ یا ایسا لباس جو زینت کے لیے پہنا جاتا ہو، پہننا جائز نہیں ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: ”والحداد الاجتناب عن الطیب والدھن والکحل والحناء والخضاب ولبس المطیب والمعصفر والثوب الاحمر۔۔ قال شمس الائمة المراد من الثیاب المذکورة ما کان جدیدا منھا تقع به الزینة، اما اذا کان خلقا لا تقع به الزینة فلا باس به کذا فی المحیط۔۔ وانما یلزمھا الاجتناب فی حالة الاختیار، اما فی حالة الاضطرار فلا باس بھا“ ترجمہ: خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، خضاب لگانے، مطیب (خوشبو والے)، معصفر (زرد) اور سرخ رنگ کے کپڑے پہننے۔۔ نیز زیور پہننے، زینت اختیار کرنے اور کنگھی کرنے سے بچنے کا نام سوگ ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام شمس الائمہ نے فرمایا کہ مذکورہ کپڑوں سے مراد نئے کپڑے ہیں، جن سے زینت اختیار کی جاتی ہے، اگر ان کپڑوں کا رنگ بوسیدہ (پرانا) ہو گیا ہو، جس سے زینت اختیار نہ کی جاتی ہو، اس کو پہننے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ محیط میں ہے۔۔ اور ان سب چیزوں سے بچنے کا حکم حالتِ اختیار (نارمل حالت) میں ہے، مجبوری کی حالت میں حرج نہیں۔
(فتاوی عالمگیری، ج1، ص533، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے: ”سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی سونے جواہر وغیرہا کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے، اگرچہ سیاہ ہوں۔۔ یوہیں سفید خوشبو دار سرمہ لگانا اور مہندی لگانا اور **زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے، یوہیں پڑیا کا رنگ گلابی، دھانی، چمپئی اور طرح طرح کے رنگ جن میں تزین ہوتا ہے، سب کو ترک کرے۔ جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے، یوہیں سیاہ رنگ کے**

کپڑے میں بھی حرج نہیں، جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔“

(بہار شریعت، ج2، حصہ8، ص242، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

03ذالحجۃ الحرام1442ھ14جولائی2021ء

زیب وزینت اور عبادات

فتویٰ:71

آنکھوں میں لینز لگے ہوں، تو وضو اور غسل کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر آنکھوں میں لینز لگے ہوئے ہوں تو کیا وضو و غسل کے لئے ان کو اتارنے کی حاجت ہے کہ نہیں؟

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

وضو و غسل کے لئے لینز کا اُتارنا کچھ ضروری نہیں کیونکہ آنکھوں کا اندرونی حصہ وضو یا غسل میں دھونا فرض یا سنت بلکہ مستحب بھی نہیں ہے اور ویسے بھی اندر پانی پہنچانے سے بچنا چاہیے کہ یہ مضر ہے بلکہ زیادہ مبالغہ کیا جائے تو بینائی چلے جانے کا اندیشہ ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے "وایصال الماء الی داخل العینین لیس بواجب ولا سنۃ ولا یتکلف فی الاغماض والفتح حتی یصل الماء الی الاشفار وجوانب العینین "یعنی آنکھوں کے اندر پانی پہچانا واجب بلکہ سنت بھی نہیں ہے اور آنکوں کو صاف کرنے اور کھولنے میں تکلف نہ کرے کہ پانی پلکوں کی جڑوں اور آنکھوں کے جانبوں میں پہنچے۔ (فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 4 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بدائع الصنائع میں ہے:"وادخال الماء فی داخل العینین لیس بواجب لان داخل العین لیس بوجہ لانہ لا یواجہ الیہ ،لان فیہ حرجا وقیل ان من تکلف لذلک من الصحابۃ کف بصرہ کابن عباس ،وابن عمر رضی اللہ تعالی عنہم " یعنی آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں ہے اس لئے کہ آنکھوں کا اندرونی حصہ چہرہ نہیں کیونکہ اس کے ذریعے متوجہ نہیں ہوا جاتا، اور اس میں حرج ہے، کہا گیا ہے کہ صحابہ میں سے جس نے اس معاملے میں تکلف کیا ان کی بصارت جاتی رہی جیسے عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (بدائع الصنائع جلد 1 صفحہ 97,98 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں:" پپوٹوں کی اندرونی سطح کہ ان دونوں مواضع کا دھونا باجماع معتد بہ اصلا فرض کیا مستحب بھی نہیں، وبالغ الامامان عبد اللہ بن عمرو

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہم فکف بصرھما یعنی دو اماموں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہم نے اس معاملے میں مبالغہ کیا تو ان کی بینائی جاتی رہی۔"

(فتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ200، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "آنکھوں کے ڈھیلے اور پپوٹوں کی اندرونی سطح کا دھونا کچھ درکار نہیں بلکہ نہ چاہیے کہ مضر ہے۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ290، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری
23 محرم الحرام1436ھ 17 نومبر 2014ء

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ: 72

"Breathable" نیل پالش لگائی ہو، تو وضو وغسل کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ مارکیٹ میں "Breathable Nail Polish" کے نام سے ایک نئی نیل پالش آئی ہے، اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ پانی کو ناخن تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ سوال یہ کرنا تھا کہ اس نیل پالش کو اتارے بغیر اگر وضو کیا جائے، تو وضو ہو جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

"Breathable Nail Polish" کے متعلق مختلف ویب سائٹس اور دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ نیل پالش نارمل استعمال ہونے والی نیل پالش کی بنسبت ناخنوں کے لیے مفید سمجھی جاتی ہے، کیونکہ عام طور پر استعمال ہونے والی نیل پالش ناخنوں تک آکسیجن اور پانی کے اثرات پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے اور آکسیجن اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے ناخنوں کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات اس کے علاوہ بھی کئی منفی اثرات ظاہر ہو سکتے ہیں، لہٰذا ان منفی اثرات سے بچنے کے لیے مختلف کاسمیٹک کمپنیز (Cosmetic Companies) نے "Breathable Nail Polish" کے نام سے ایک

نیل پالش متعارف کروائی ہے، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے استعمال سے بننے والی تہہ میں بہت چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے ہیں کہ جن کے ذریعے آکسیجن اور پانی کے اثرات / اجزاء (Molecules/ Moisture) ناخنوں تک پہنچتے ہیں، جس وجہ سے ناخنوں کی خوبصورتی باقی رہتی ہے اور دیگر منفی اثرات سے بھی بچت رہتی ہے۔

اس تفصیل کے مطابق حکم شرعی یہ ہے کہ "Breathable Nail Polish" کے فوائد اپنی جگہ لیکن وضو کا تعلق فوائد سے نہیں، بلکہ ناخنوں کو دھونے سے ہے اور اس نیل پالش کی وجہ سے ناخنوں پر پانی کے قطرے نہیں بہتے، بلکہ نمی کی صورت میں پانی کے اثرات ناخنوں تک پہنچتے ہیں اور یہ فرض کی ادائیگی کے لیے ناکافی ہے، اس وجہ سے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے اس قسم کی نیل پالش لگا کر وضو کیا، تو اس کا وضو نہیں ہو گا۔ یہ خیال رہے کہ وضو میں جن اعضائے وضو کو دھونا ضروری ہوتا ہے (دھونے کے حکم میں ناخن بھی شامل ہیں) ان میں دھونے سے مراد یہ ہے کہ دھوئے جانے والے عضو کے ہر حصے پر کم از کم پانی کے دو دو قطرے بہہ جائیں۔

وضو میں ہاتھ اور پاؤں دھونا فرض ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ-وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْاؕ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو، تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو، تو خوب ستھرے ہو لو۔
(پارہ 6، سورۃ المائدہ، آیت 6)

نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا، لیکن ان کی ایڑیاں خشک تھیں، تو ارشاد فرمایا: "ویل للاعقاب من النار، اسبغوا الوضوء" ترجمہ: ایڑیوں (کو صحیح طور پر نہ دھونے والوں) کے لیے جہنم کی وادی ویل ہے، وضو صحیح طور پر پورا کرو۔
(صحیح بخاری، ج 1، ص 44، دار طوق النجاۃ، بیروت)

وضو و غسل میں دھوئے جانے والے عضو کے ہر حصے پر کم از کم دو قطرے پانی بہنا ضروری ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے: "اقلہ قطرتان فی الاصح" ترجمہ: اصح قول کے مطابق کسی عضو پر پانی بہنے کی مقدار یہ ہے

کہ عضو کے ہر حصے پر کم از کم دو دو قطرے بہہ جائیں۔ (در مختار، ج1، ص216تا217، مطبوعہ پشاور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”کسی عضو کے دھونے کے یہ معنٰی ہیں کہ اس عضو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہ جائے۔ بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی چپُڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے، نہ اس سے وُضو یا غسل ادا ہوگا، اس امر کا لحاظ بہت ضروری ہے، لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت (برباد) جاتی ہیں۔“ (بہارِ شریعت، ج1، حصہ2، ص288، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جسم پر کوئی ایسی چیز لگی رہی کہ جو جسم تک پانی پہنچنے سے مانع ہے، تو وضو و غسل نہیں ہوگا۔ چنانچہ محیطِ برہانی میں ہے: ”ولو کان جلد سمک وخبز ممضوغ قد جف فتوضا ولم یصل الماء الی ما تحتہ لم یجز لان التحرز عنہ ممکن“ ترجمہ: اگر جسم پر مچھلی کا چھلکا یا چبائی ہوئی خشک روٹی لگی ہو، پس وضو کیا اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچا، تو یہ جائز نہیں (یعنی وضو نہیں ہوگا)، کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے۔

(المحیط البرہانی، ج1، ص36، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

04ذو الحجۃ الحرام1442ھ15جولائی2021ء

فتویٰ: 73

وضو و غسل کے بعد معلوم ہوا کہ نیل پالش لگی رہ گئی، تو جو نماز پڑھی اس کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کسی اسلامی بہن نے ناخن پالش لگائی ہوئی تھی، اسے اپنی طرف سے صاف کرکے وضو یا غسل کیا اور نماز بھی پڑھ لی، پھر توجہ گئی، تو معلوم ہوا کہ ناخن پالش صحیح طور پر نہیں اتری تھی، جس وجہ سے پانی ناخن تک نہیں پہنچا، تو اس صورت میں اُس پڑھی گئی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پوچھی گئی صورت میں وہ نماز ادا ہوگئی۔ اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر جسم پر کوئی ایسی چیز لگی ہو کہ جس

کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی ہو اور اسے تکلیف اور ضرر کے بغیر اتارنا ممکن ہو، لیکن اس کی دیکھ بھال کرنے، اس کے لگے ہونے یا نہ لگے ہونے پر مسلسل توجہ رکھنے، اس سے بچنے اور احتیاط کرنے میں حرج واقع ہوتا ہو جیسے سرمے کا جِرم (تہہ)، پکانے و گوندھنے والوں کے لئے آٹا، کاتب یعنی لکھنے والے کے لئے سیاہی کا جرم اور عورتوں کے لئے مہندی کا جرم وغیرہ (چونکہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ یا تو ہر آدمی کو یا بعض مخصوص افراد کو عموماً یا خصوصاً ان چیزوں سے واسطہ رہتا ہے اور ان سے بچنے یا مکمل طور پر ان کی نگہداشت رکھنے میں حرج ہے) تو حکم یہ ہے کہ اگر ایسی کوئی چیز جسم پر لگی رہ گئی اور آدمی کو پتا نہ چلا، تو اس کا وضو یا غسل ہو جائے گا اور نماز پڑھ لی، تو وہ بھی ہو گئی۔

پھر ایسی چیزوں کے جسم پر لگے رہنے کے باوجود وضو و غسل ہو جانے کی اصل علت حرج ہے، جہاں بھی حرج پایا جائے گا، وہاں رخصت والا معاملہ ہو گا، یہاں یہ ضروری نہیں کہ اس چیز سے ہر روز واسطہ پڑتا ہو، بلکہ اگر وقفے وقفے سے اس سے واسطہ پڑتا ہو، لیکن اس کی نگہداشت اور دیکھ بھال میں حرج ہے، تو اس کے بھی جسم پر لگے ہونے کے باوجود وضو و غسل ہو جائے گا جیسے عورتوں کے حق میں مہندی اور عام لوگوں کے لئے سرمے کے جِرم کا معاملہ ہے کہ عورتیں ہر روز مہندی استعمال نہیں کرتی، بلکہ وقفے وقفے سے کرتی ہیں، یونہی عام لوگ ہر روز سرمہ استعمال نہیں کرتے، لیکن اس کے باوجود شریعت نے انہیں ان چیزوں کے جِرم کے معاملے میں رخصت دی ہے۔

ہاں اگر وضو سے پہلے ہی معلوم ہو گیا کہ ان میں سے کوئی چیز لگی ہوئی ہے یا وضو کر کے نماز پڑھ لی، بعد میں معلوم ہوا، تو اب چھڑانا واجب ہے، یعنی اب اُسے چھڑائے اور دھوئے بغیر وضو و غسل کریں گے، تو وضو و غسل نہ ہو گا اور ایسے وضو و غسل کے بعد اگر نماز پڑھیں گے، تو وہ نماز نہ ہو گی، کیونکہ رخصت محض بچنے اور نگہداشت میں حرج کی وجہ سے تھی، لیکن جب اس کا لگا ہونا معلوم ہو گیا اور اس کے چھڑانے میں ضرر و تکلیف بھی نہیں، تو اب وہ رخصت نہ رہی۔

اب اس تفصیل سے پوچھی گئی صورت کا حکم بھی واضح ہو گیا اور وہ یہ کہ خواتین عام طور پر بطورِ زینت ناخن پالش استعمال کرتی ہیں اور اس کی نگہداشت اور دیکھ بھال کرنے میں بھی ضرور حرج پایا جاتا ہے، لہٰذا اس میں بھی رخصت و آسانی والا معاملہ ہو گا، یعنی اگر اسے ناخن پالش کا جِرم لگے ہونے کا علم نہیں تھا اور اُس نے اسی طرح

وضو یا غسل کر کے نماز ادا کرلی، تو وہ ادا ہو گئی۔ البتہ پتہ چل جانے کے بعد اسے چھڑانے میں ضرر و تکلیف نہ ہو، تو وضوو غسل کے لئے اسے چھڑانا اور اس جگہ کو دھونا فرض ہو گا۔

نوٹ: یاد رہے کہ ناخن پالش یا ایسی کوئی چیز کہ جسے دھونے کے بعد بھی اس کا جِرم جسم پہ باقی رہ جائے اور اس وجہ سے پانی جلد تک نہ پہنچنے پائے، تو جب تک اس کا جِرم باقی رہے گا، وضوو غسل نہیں ہو گا، جبکہ اسے اتارنا ممکن ہو اور اگر اتارنا ممکن نہیں یا اتارنے میں حرجِ شدید ہو، تو اس جِرم کو اتارے بغیر وضوو غسل تو ہو جائے گا، لیکن اپنے قصد (ارادے) سے ایسی حالت پیدا کرنا، ناجائز و گناہ ہے، جو وضوو غسل اور فرض یا واجب عبادات کو اپنی شرائط کے ساتھ پورا کرنے میں رکاوٹ بنے جیسا کہ منہ سے بدبو آرہی ہو، تو یہ جماعت ترک کرنے کا عذر ہے، لیکن جماعت کے قریب وقت میں قصداً ایسی چیز کھانا کہ جس کی وجہ سے منہ بدبودار ہو جائے، تو قصداً ایسی حالت پیدا کرنے کی وجہ سے گناہ ہو گا۔

شرعی طور پر کہیں حرج ہو، تو حرج کو دور کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم پر دین میں کوئی تنگی (حرج) نہ رکھی۔ (پارہ 17، سورۃ الحج، آیت 78)

کشف الاسرار شرح اصول البزدوی میں ہے: "ان اللہ تعالیٰ کما لم یکلف بما لیس فی الوسع لم یکلف بما فیہ الحرج قال اللہ تعالیٰ ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ "ترجمہ: بیشک جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا مکلف نہیں بنایا کہ جس کی طاقت نہ ہو، اسی طرح جس میں حرج ہو، اس کا مکلف بھی نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ ترجمہ: تم پر دین میں کوئی تنگی (حرج) نہ رکھی۔" (کشف الاسرار، 4، ص 30، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

اصول السرخسی میں ہے: "ان الحرج مدفوع بالنص" ترجمہ: نص (قرآنی آیت) سے ثابت ہے کہ حرج کو دور کیا جائے گا۔ (اصول السرخسی، ج 2، ص 203، دار المعرفۃ، بیروت)

جن چیزوں کی نگہداشت میں حرج ہے، ان کے جسم پر لگے ہونے کے باوجود وضوو غسل ہو جائے گا۔ درمختار اور اس کی شرح ردالمحتار میں ہے: (بین القوسین مزیدا من رد المحتار): "ولا یمنع الطھارۃ ونیم ای خرءذباب وبرغوث لم یصل الماءتحتہ (لان الاحتراز عنہ غیر ممکن) وحناءولو جرمہ، بہ یفتی (صرح بہ فی المنیۃ عن الذخیرۃ فی مسئلۃ الحناءوالطین والدرن معللا

بالضرورۃ)۔۔ولا یمنع ما علی ظفر صباغ" ترجمہ: مکھی یا پسّو کی بیٹ کہ جس کے نیچے پانی نہ پہنچے، طہارت سے مانع نہیں، کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں اور مہندی بھی طہارت سے مانع نہیں ہے اگرچہ اس کا جرم لگا ہو، اسی پر فتوی ہے۔منیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے مہندی، گارے اور میل کے مسئلے میں ضرورت کو علت قرار دیتے ہوئے اس کی صراحت کی گئی ہے۔۔اور رنگریز کے ناخن پر جو جرم لگا ہوتا ہے وہ بھی طہارت سے مانع نہیں۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج1، ص116تا117، مطبوعہ پشاور)

"وحناء ولو جرمه، به يفتي" کے تحت جد الممتار میں ہے:"وبه يظهر حكم بعض اجزاء كحل تخرج في النوم وتلتصق ببعض الجفون او تستقر في بعض المآقي وربما تمر اليد عليها في الوضوء والغسل ولا يعلم بها اصلاً، فلا يكفي فيه التعاهد المعتاد ايضاً، الا بتيقظ خاص وتفحص مخصوص، فذلك كجرم الحناء، لا بالقياس، بل بدلالة النص، فان الحاجة الى الكحل اشد واكثر من الحاجة الى الحناء" ترجمہ: اس سے سرمہ کے ان اجزاء کا حکم ظاہر ہو جاتا ہے جو سونے کی حالت میں نکل کر پلکوں میں چپک جاتے ہیں یا آنکھ کے کوئے میں ٹھہر جاتے ہیں اور بسا اوقات وضو و غسل میں ان پر ہاتھ پھرتا ہے اور ان کا بالکل بھی پتہ نہیں چلتا، کیونکہ اس معاملہ میں خاص دھیان اور مخصوص جستجو کیے بغیر نارمل توجہ کافی نہیں ہوتی، پس یہ مہندی کے جرم کی طرح ہیں، قیاس کی وجہ سے نہیں، بلکہ دلالۃ النص کی وجہ سے، کیونکہ سرمہ کی حاجت مہندی کی بنسبت زیادہ شدت و کثرت سے ہوتی ہے۔

(جد الممتار، ج1، ص453، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: "جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کے ملاحظہ و احتیاط میں حرج ہے، اس کا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا اگرچہ جرم دار ہو اگرچہ پانی اس کے نیچے نہ پہنچ سکے جیسے پکانے، گوندھنے والوں کے لئے آٹا، رنگریز کے لئے رنگ کا جرم، عورات کے لئے مہندی کا جرم، کاتب کے لئے روشنائی، مزدور کے لئے گارا، مٹی، عام لوگوں کے لئے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم، بدن کا میل، مٹی، غبار، مکھی، مچھر کی بیٹ وغیرہ، کہ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں (یعنی وضو و غسل ہو جائے گا)۔" (فتاوی رضویہ، ج1، ص203، رضا فاؤنڈیشن، لاهور)

البتہ معلوم ہو جانے کے بعد اُس کے جرم (تہہ) کو اتارنا اور دھونا ضروری ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: "حرج کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ وہاں پانی پہنچانے میں مضرت ہو، جیسے آنکھ کے

اندر۔ دوم مشقت ہو، جیسے عورت کی گندھی ہوئی چوٹی۔ سوم بعد علم واطلاع کوئی ضرر ومشقت تو نہیں، مگر اس کی نگہداشت، اس کی دیکھ بھال میں دقت ہے، جیسے مکھی، مچھر کی بیٹ یا الجھا ہوا گرہ کھایا ہوا بال۔ قسم اول ودوم کی معافی تو ظاہر اور قسم سوم میں بعد اطلاع ازالہ مانع ضرور ہے، مثلاً جہاں مذکورہ صورتوں میں مہندی، سرمہ، آٹا، روشنائی، رنگ، بیٹ وغیرہ سے کوئی چیز جمی ہوئی دیکھ پائی، تو اب یہ نہ ہو کہ اُسے یوں ہی رہنے دے اور پانی اوپر سے بہادے، بلکہ چھڑالے کہ آخر ازالہ میں تو کوئی حرج تھا ہی نہیں، تعاہد میں تھا، بعد اطلاع اس کی حاجت نہ رہی" ومن المعلوم ان ما کان لضرورۃ تقدر بقدرھا" ترجمہ: اور یہ بات معلوم ہے کہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہو، وہ بقدرِ ضرورت ہی ہوتی ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج1، ص455، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اپنے قصد سے ایسی حالت پیدا کرنا، ناجائز وگناہ ہے، جو وضو وغسل اور فرض یا واجب عبادات کو اپنی شرائط کے ساتھ پورا کرنے میں رکاوٹ بنے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:" ان اکل ھذہ الاشیاء عذر فی التخلف عن الجماعۃ۔۔اقول: کونہ یعذر بذلک ینبغی تقییدہ بما اذا اکل ذلک بعذر او اکل ناسیا قرب دخول وقت الصلاۃ لئلا یکون مباشرا لما یقطعہ عن الجماعۃ بصنعہ" ترجمہ: ان اشیاء (لہسن یا پیاز وغیرہ) کا کھانا ترکِ جماعت کا عذر ہے۔۔ میں (علامہ شامی) کہتا ہوں: اس عذر کو اس قید کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ کسی عذر سے یا نماز کا وقت داخل ہونے کے قریب بھول کر یہ چیزیں کھالے (تو اس کے لیے ترکِ جماعت کا عذر ہے) تاکہ اپنے فعل سے ترک جماعت کا مرتکب نہ بنے۔ (ردالمحتار، ج2، ص526، مطبوعہ پشاور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:" رائحہ کریہہ کے ساتھ مسجد میں جانا، جائز نہیں ۔۔۔ اگر حقہ سے منہ کی بو متغیر ہو، بے کلی کئے منہ صاف کئے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، اسی قدر سے خود حقہ پر حکم ممانعت نہیں جیسے کچا لہسن، پیاز کھانا کہ بلاشبہ حلال ہے اور اسے کھا کر جب تک بو زائل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع، مگر جو حقہ ایسا کثیف وبے اہتمام ہو کہ معاذ اللہ تغیر باقی پیدا کرے کہ وقتِ جماعت تک بو زائل نہ ہو، تو قربِ جماعت میں اس کا پینا شرعاً ناجائز کہ اب وہ ترکِ جماعت وترکِ سجدہ یا بدبو کے ساتھ دخولِ مسجد کا موجب ہوگا اور یہ ممنوع وناجائز ہیں اور ہر مباح فی نفسہ کہ امرِ ممنوع کی طرف مؤدی ہو، ممنوع وناروا۔"

(فتاوی رضویہ، ج25، ص94، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

18ذوالحجۃ الحرام1442ھ29جولائی2021ء

فتویٰ:74

واٹر پروف مسکارا لگا یا ہو، تو وضو و غسل کا حکم

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کثرھم اللہ المبین اس مسئلے کے بارے میں کہ پلکوں کو لمبا کرنے کے لیے ان کے اوپر مسکارا لگایا جاتا ہے، اور مسکارا واٹر پروف ہوتا ہے یعنی اس کے نیچے پانی نہیں جاتا تو ایسی صورت میں کہ جب مسکارا لگا ہوا ہو تو وضو ہو جائے گا یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر مسکارا لگانے کی واقعی وہی صورت ہے جو بیان کی گئی تو مسکارا لگا ہونے کی حالت میں وضو نہیں ہوگا ،اس لیے کہ اس کے لگا ہونے کی صورت میں اس جگہ کے نیچے پانی نہیں پہنچے گا اور وہ اعضاء جن کا وضو اور غسل میں دھونا فرض ہے ان میں سے ہر ایک پر سے پانی کے کم از کم دو قطرے بہہ جانا فرض ہے اور اگر اعضائے وضو و غسل میں سے کوئی جگہ بال برابر بھی خشک رہ گئی تو وضو و غسل نہ ہوگا، لہذا جب تک مسکارا کو جدا کر کے اس کی جگہ کو نہ دھویا جائے اس وقت تک وضو اور غسل نہیں ہوگا۔درمختار میں ہے :"اقله قطرتان فی الاصح۔"یعنی اصح قول کے مطابق دھونے کی مقدار کم از کم دو قطرے ہیں۔"

(درمختار مع ردالمحتار، ج1، ص217، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے :" ان بقی من موضع الوضوء قدر رأس ابرۃ أو لزق بأصل ظفرہ طین یابس أو رطب لم یجز۔" اگر اعضائے وضو میں سے سوئی کے سر برابر جگہ بھی بے دھلی رہ گئی یا اصل ناخن سے خشک یا تر مٹی لگی رہ گئی تو وضو نہ ہوگا۔ (فتاوی عالمگیری، ج1، ص04، مطبوعہ کوئٹہ)

لہذا مسکارا نہ لگایا جائے اور اگر لگا لیا ہے تو اس کو زائل کرنا ضروری ہے اگر مکمل طور پر زائل نہ ہو تو جتنا زائل ہو سکتا ہے اتنا تو زائل کرنا ضروری ہے جو باقی رہ جائے وہ حرج کی وجہ سے معاف ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

22 ذو الحجۃ الحرام 1432ھ 19 نومبر 2011ء

فتویٰ: 75

کولڈ کریم لگی ہو، تو کیا وضو ہو جائے گا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ سردی سے بچنے کے لیے ہاتھوں اور منہ پہ جو کولڈ کریم لگائی جاتی ہے، کیا اس کے لگے ہونے کی حالت میں وضو ہو جائے گا یا پھر اسے صابن وغیرہ سے دھو کر وضو کرنا پڑے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سردی کے اثرات سے بچنے کے لیے جِلد پہ جو ویسلین یا کریمز لگائی جاتی ہیں، وہ عام طور پہ جِرم دار نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے پانی کے جِلد تک پہنچنے میں رکاوٹ بھی نہیں بنتیں، لہٰذا اس قسم کی کریمز جِلد پہ لگے ہونے کی حالت میں وضو ہو جائے گا، ان کی چکنائی صابن وغیرہ سے دھو کر وضو کرنا ضروری نہیں۔

درمختار، امداد الفتاح ومراقی الفلاح میں ہے: واللفظ للآخر: "بقاء دسومة الزيت ونحوه لا يمنع لعدم الحائل" ترجمہ: تیل کی چکناہٹ اور اس کی مثل دیگر اشیاء (جو جِرم دار نہ ہوں، ان) کا باقی رہنا پانی کے جسم تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے وضو سے مانع نہیں۔"

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطھارۃ، صفحہ 62، مطبوعہ کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

12 جمادی الاولی 1439ھ 30 جنوری 2018ء

فتویٰ:76

ٹیپ کے ذریعے چپکی ہوئی وگ پر مسح کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سر پر مصنوعی بالوں کی وگ استعمال کرتا ہوں، اور یہ وگ میں کسی طبّی علاج کے لئے استعمال نہیں کرتا بلکہ استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے گنج پن اچھا نہیں لگتا۔ اس وگ کی بناوٹ یوں ہے کہ موٹے کپڑے کی جالی پر مصنوعی بال لگے ہوئے ہوتے ہیں، اس جالی سے رس رس کر پانی سر تک پہنچ سکتا ہے، اس جالی کو سر پر روکنے کے لئے سر کے گرد ایک ٹیپ ہوتا ہے جس کے دونوں طرف چپک ہوتی ہے، اوپر کی طرف سے وہ ٹیپ جالی کو چپکا ہوتا ہے اور نیچے کی طرف سے سر کو چپکا ہوا ہوتا ہے، اس ٹیپ کے نیچے پانی نہیں جا سکتا، تقریباً تین ہفتے تک وہ جالی ٹیپ کے ذریعے میرے سر پر رہتی ہے، تین ہفتے کے بعد اس ٹیپ کی چپک ختم ہونے لگتی ہے اور وہ ٹیپ خود بخود اترنے لگتا ہے، پھر اس ٹیپ کو اتار دیا جاتا ہے اور وگ کو شیمپو وغیرہ کے ذریعے واش کر کے دوبارہ دوسرے ٹیپ کے ذریعے سر پر لگایا جاتا ہے، تین ہفتوں سے پہلے اس ٹیپ کی چپک کافی مضبوط ہوتی ہے، اس دوران اگر اس کو اتارا جائے تو سر کی جلد کو زخمی کر کے اترے گی اور پھر ٹیپ والی جگہ پر کافی جلن مچے گی اور پھر دوبارہ نئے سرے سے وگ لگانا پڑے گی۔ اگر وضو یا غسل میں مذکورہ وگ کو نہ اتارا جائے اور اسی پر وضو میں مسح یا غسل میں پانی ڈال دیا جائے تو کیا وضو یا غسل ہو جائے گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں مذکورہ وگ پر وضو کے دوران اگر اس قدر پانی ڈالا جائے کہ اس پانی کی نمی وگ سے سرایت کر کے سر کے چوتھائی حصے کو پہنچ جائے، تو مذکورہ وگ کے سر پر ہوتے ہوئے وضو ہو جائے گا، اور اگر پانی کی نمی وگ سے سرایت کر کے سر کے چوتھائی حصے کو نہ پہنچے، تو وضو نہیں ہوگا۔ ہاں اگر مذکورہ وگ سے سر کا چوتھائی حصہ خالی ہے اور اس خالی حصے پر مسح کر لیا جائے، تو بھی وضو ہو جائے گا۔ باقی رہا غسل کا مسئلہ تو مذکورہ وگ سر پر ہوتے ہوئے غسل ادا نہیں ہوگا، کیونکہ غسل میں سوائے مواضع حرج کے سر کے بالوں سے تلووں کے نیچے تک ظاہری جسم کے ہر پرزے، رونگٹے پر پانی بہہ جانا فرض ہے، جب تک ایک ایک ذرّے پر

پانی بہتا ہوا نہ گزرے، غسل ہر گز ادا نہ ہوگا۔ مذکورہ وگ میں لگے ٹیپ کے نیچے چونکہ پانی بہنے کی مقدار نہیں جا پاتا یوں سر کے جس حصے پر ٹیپ لگا ہے وہ دھلنے سے رہ جاتا ہے اور مذکورہ وگ لگانے کی کوئی ایسی شرعی ضرورت بھی نہیں کہ جس کے بدولت سر کے مذکورہ حصے کو غسل میں دھونے سے مستثنیٰ قرار دیا جائے، لہذا مذکورہ وگ لگے ہوئے ہونے کی صورت میں غسل ادا نہیں ہوگا۔

بحر میں ہے: ”لو مسحت علی خمارھا ونفذت البلّة الی رأسھا حتی ابتل قدر الربع منه یجوز۔“ یعنی عورت نے اگر اپنے دوپٹے پر مسح کیا اور پانی کی تری سر تک پہنچ گئی اور اس نے سر کے چوتھائی حصے کو تر کر دیا تو یہ مسح درست ہے۔ (البحر الرائق، جلد 01، صفحہ 319، مطبوعہ کوئٹہ)

در مختار میں غسل کے متعلق ہے: ”یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرۃ“ یعنی غسل میں بدن کے ہر اس حصے کو ایک بار دھونا فرض ہے جس کو بلا حرج دھونا ممکن ہو۔

(در مختار، جلد 1، صفحہ 285، مطبوعہ ملتان)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وضو میں مسح کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ”مسح کی نم سر کی کھال یا خاص سر پر جو بال ہیں (نہ کہ سر سے نیچے لٹکے ہیں) ان پر پہنچنا فرض ہے عمامے دوپٹے وغیرہ پر مسح ہر گز کافی نہیں مگر جب کہ کپڑا باریک اور نم اتنی کثیر ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر سر یا بالوں کی مقدار شرعی پر پہنچ جائے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 01، صفحہ 216، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غسل کے فرض کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ”سر کے بالوں سے تلووں سے نیچے تک جسم کے ہر پرزے، رونگٹے کی بیرونی سطح پر پانی کا تقاطر کے ساتھ بہہ جانا سوا اس موضع یا حالت کے جس میں حرج ہو (فرض ہے)۔۔۔ جب تک ایک ایک ذرے پر پانی بہتا ہوا نہ گزرے گا غسل ہر گز ادا نہ ہوگا۔“

(ملتقطا از فتاوی رضویہ، جلد 01، حصہ ب، صفحہ 596-597، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

28 شوال المکرم 1440ھ 02 جولائی 2019ء

فتویٰ: 77

کان ناک ہونٹ وغیرہ میں بالیاں پہننے اور وضو غسل کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت اور مرد کا کان، ناک میں سوراخ نکلوانا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل خصوصاً مغربی ممالک میں بطورِ فیشن لڑکے اور لڑکیاں زبان، ہونٹ، چھاتی، ابرو وغیرہ اعضاء میں سوراخ نکلوا کر بالیاں پہنتے ہیں، تو کیا ان کا یہ عمل شریعت کی نظر میں درست ہے یا نہیں؟ اور وضو و فرض غسل کی صورت میں ان سوراخوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عورت کا ناک اور کان میں سوراخ نکلوانا اور اس میں بالی پہننا شرعا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں عورتیں کان چھدواتی (یعنی سوراخ نکلواتی) تھیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں کبھی منع نہ فرمایا اور بہت سے علاقوں بلکہ ملکوں میں عورتیں کان کے ساتھ زینت کے لیے ناک بھی چھدواتی ہیں اور اسلام نے عورتوں کو شرعی حدود و قیود میں رہتے ہوئے زینت اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ علمائے امت نے اسے جائز قرار دیا ہے، جبکہ مرد کا کان اور ناک میں سوراخ نکلوانا اور اس میں بالی پہننا دونوں عمل شرعا ناجائز و گناہ ہیں، کیونکہ مَردوں کے ناک اور کان چھدوانے (سوراخ نکلوانے) میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مَردوں پر لعنت بھیجی ہے۔

اور عورت کا ناک اور کان کے علاوہ اور مرد کا مطلقا جسم کے کسی بھی حصے مثلاً ابرو، ہونٹ، زبان وغیرہ پر زیور پہننے کے لیے سوراخ نکلوانا شرعا ناجائز، حرام و گناہ ہے، کیونکہ یہ بلا اجازتِ شرعی اللہ عزوجل کی تخلیق کو تبدیل کرنا ہے اور اللہ عزوجل کی تخلیق کو تبدیل کرنا، ناجائز، حرام، اغوائے شیطان و موجبِ لعنت ہے۔

نیز یہ کہ ہونٹ، زبان، ابرو، ناف وغیرہ میں سوراخ نکلوا کر بالیاں ڈالنا زیادہ تر مغربی ممالک میں کفار وفساق مردوں اور عورتوں کا طریقہ ہے، عزت دار مسلمانوں میں ہرگز رائج نہیں ہے اور اسلام نے کفار وفساق

کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، لہذا مسلمان مرد وعورت کو ہونٹ، زبان، ابرو، ناف وغیرہ میں سوراخ نکالنا اور ان میں بالی ڈالنا مکروہ وممنوع ہے۔

وضو وغسل کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے سوراخ نکال ہی لیا ہے، تو اب وضو اور غسل فرض میں جن اعضاء کو دھونا فرض ہے، ان میں نکالے گئے سوراخوں میں پانی بہانا بھی فرض ہے، اگر اوپر سے پانی بہانے میں خود بخود سوراخوں کے اندر تک پہنچ جائے تو کافی ہے، ورنہ انگلی سے حرکت دے کر پانی پہنچانا ضروری ہے اور اگر سوراخ بند ہو جائیں، تو معاف ہے یعنی ان میں پانی بہانا فرض نہیں۔

عورتوں کے کان چھیدوانے کے ثبوت کے بارے میں صحیح بخاری میں ہے: ”عن ابن عباس، رضي اللہ عنهما أن النبي صلى اللہ عليه وسلم صلى يوم العيد ركعتين، لم يصل قبلها ولا بعدها، ثم أتى النساء ومعه بلال، فأمرهن بالصدقة، فجعلت المرأة تلقي قرطها“ ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید کے روز دو رکعتیں پڑھیں، اس سے پہلے یا بعد کبھی نہیں پڑھی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ نے ان عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، تو عورت اپنے کان سے بالیاں نکال کر (حضرت بلال کے کپڑے) میں ڈالتی تھی

(صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب القرط للنساء، ج 07، ص 158، مطبوعه دار طوق النجاة)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت فتح الباری میں ہے: ”واستدل به على جواز ثقب أذن المرأة لتجعل فيها القرط وغيره مما يجوز لهن التزين به“ ترجمہ: اور اس روایت سے عورت کے کان میں سوراخ نکالنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے تاکہ وہ ان میں بالیاں اور اس کے علاوہ وہ چیزیں ڈال سکے جو ان کے لیے بطورِ زینت جائز ہے۔ (فتح الباري لابن حجر، ج 10، ص 221، مطبوعه دار المعرفه، بيروت)

فتاوی خانیہ میں ہے: ”ولا بأس بثقب أذن الطفل لأنهم كانوا يفعلون ذلک في الجاهلية ولم ينكر عليهم رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم“ ترجمہ: بچی کے کان میں سوراخ نکالنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ لوگ زمانہ جاہلیت میں یہ عمل کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع نہ فرمایا۔ (فتاوی قاضی خان، ج 03، ص 251، مطبوعه بيروت)

بحرالرائق اور تبیین الحقائق میں ہے:" وکذا یجوز ثقب أذن البنات الأطفال لأن فیه منفعة الزینة، وکان یفعل ذلک في زمنه علیه الصلاۃ والسلام إلی یومنا هذا من غیر نکیر "ترجمہ: اور ایسے ہی چھوٹی بچیوں کے کانوں میں سوراخ نکالنا جائز ہے، کیونکہ اس میں زینت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور یہ عمل نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک بغیر کسی انکار کے جاری وساری ہے۔

(البحرالرائق، ج08، ص554، مطبوعہ دارالکتاب الاسلامی)(تبیین الحقائق، ج06، ص227، مطبوعہ بیروت)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے:"ولا بأس بثقب اذن البنات الاطفال لانه ایلام لمنفعة الزینة وایصال الالم الی الحیوان لمصلحة تعود الیه جائز کالختان "ترجمہ: بچیوں کے کانوں میں سوراخ کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ زینت کی منفعت کے لیے تکلیف دینا ہے اور جاندار کو کسی ایسی مصلحت کی وجہ سے تکلیف دینا کہ جو مصلحت اس کی طرف لوٹتی ہو، جائز ہے، جیسے ختنہ کرانا۔

(الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الکراهیة، ج04، ص167، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ناک میں سوراخ نکالنے کے جواز کے بارے میں ردالمحتار میں ہے:" لا بأس بثقب أذن الطفل من البنات وزاد في الحاوي القدسي: ولا یجوز ثقب آذان البنین....... قلت: إن کان مما یتزین النساء به کما هو في بعض البلاد فهو فیها کثقب القرط وقد نص الشافعیة علی جوازه "ترجمہ: بچیوں کے کان میں سوراخ کرنے میں حرج نہیں اور حاوی قدسی میں یہ زیادہ کیا کہ لڑکوں کے کانوں میں سوراخ نکالنا جائز نہیں۔ میں (علامہ شامی علیہ الرحمۃ) کہتا ہوں: اگر ناک میں سوراخ نکالنا عورتیں بطورِ زینت کرتی ہیں جیسا کہ بعض شہروں میں رائج ہے، تو وہ کان میں سوراخ نکالنے کی طرح جائز ہے اور اس کے جائز ہونے پر شوافع نے صراحت بیان فرمائی ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحة، ج06، ص420، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے:"لڑکیوں کے کان ناک چھیدنا، جائز ہے اور بعض لوگ لڑکوں کے بھی کان چھدواتے ہیں اور دُریا (بالی) پہناتے ہیں، یہ ناجائز ہے یعنی کان چھدوانا بھی ناجائز اور اسے زیور پہنانا بھی ناجائز۔"

(بہارِ شریعت، ج03، ص596، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مَردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے کے حرام ہونے کے بارے میں صحیح بخاری، جامع

ترمذی، سنن ابی داؤد، سننِ ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:" قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم :لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کریں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء، والمتشبھات بالرجال، ج 7، ص 159، دار طوق النجاۃ، مصر)

حدیقہ ندیہ میں ہے:" الحکمۃ فی تحریم تشبہ الرجل بالمرأۃ وتشبہ المرأۃ بالرجل انھما مغیرات لخلق اللہ "ترجمہ: مرد و عورت کا باہم تشبہ حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ وہ دونوں اس میں خدا کی بنائی چیز بدلتے ہیں۔ (الحدیقۃ الندیہ، ج 02، ص 558، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ)

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز کو بدلنے کی ممانعت کے بارے میں قرآن میں ہے ﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ ترجمہ کنزالایمان:" (شیطان بولا) قسم ہے میں ضرور بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں۔ (پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 119)

مذکورہ بالا آیت کے تحت شیخ القرآن مفتی محمد قاسم عطاری سلمہ الباری لکھتے ہیں:" شیطان نے ایک بات یہ کہی کہ وہ لوگوں کو حکم دے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ضرور بدلیں گے۔ یاد رہے کہ اللہ عزوجل کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلیاں حرام ہیں۔"

(تفسیر صراط الجنان، ج 02، ص 312، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کتبِ صحاح یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: واللفظ للبخاری "لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ "ترجمہ: اللہ نے لعنت کی بدن گودنے والیوں اور گودوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں پر (کیونکہ یہ سب) اللہ کی بنائی ہوئی چیز بگاڑنے والیاں ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، ج 02، ص 878، مطبوعہ، کراچی)

مذکورہ بالا حدیث میں بدن گودنے و گودوانے والیوں پر لعنت کاذکر ہوا، بدن گودنا یہ ہے کہ جسم کے مختلف اعضاء میں سوئی وغیرہ کے ذریعے سوراخ کیے جائیں، پھر جب خون نکلنا شروع ہو جائے، توان میں سرمہ یا نیل وغیرہ ڈال دیا جائے، مذکورہ بالا حدیث میں اللہ عزوجل نے بدن گودنے اور گودوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی، کیونکہ یہ اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر کرنا ہے اور مرد یا عورت کا ابرو، ہونٹ اور زبان میں سوراخ کر کے ان میں زیور ڈالنا بھی اس لعنت کی وعید میں داخل ہے، کیونکہ یہ بھی اللہ عزوجل کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر کرنا ہے ، جیسا کہ علامہ بدر الدین عینی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: ”ھو غرز إبرة أو مسلة ونحوھما فی ظھر الکف أو المعصم أو الشفة وغیر ذلک من بدن المرأة حتی یسیل منه الدم ثم یحشی ذلک الموضع بکحل أو نورة أو نیلة.....لقدلعن الشارع من صنعت ذلک من النساء لأن فیه تغییر الخلقة الأصلیة“ ترجمہ: وشم یہ ہے کہ سوئی یا سُوا وغیرہ کے ذریعے ہاتھوں کی پشت، کلائی، ہونٹ یا اس کے علاوہ عورت کے جسم میں سوراخ کیے جائیں، پھر جب خون بہنا شروع ہو، تو اس جگہ سرمہ، نورہ یا نیل بھر دیا جائے، عورتوں میں سے جس نے یہ کیا شارع نے اس پر لعنت کی، کیونکہ اس میں خلقت اصلیہ کو بدلنا ہے۔

(عمدة القاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، ج22، ص97، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الوالی لکھتے ہیں: ”(المغیرات) صفة للمذکورات جمیعا و مفعوله (خلق اللہ) والجملة کالتعلیل لوجوب اللعن“ ترجمہ: (اللہ کی تخلیق کو بدلنے والیاں ہیں) یہ پیچھے سب ذکر کی جانے والیوں کی صفت ہے اور اس کا مفعول (خلق اللہ) ہے اور جملہ لعنت کے واجب ہونے کی علت بیان کرنے کی طرح ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج08، ص281، مطبوعہ کوئٹہ)

کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من تشبه بقوم فھو منھم“ ترجمہ: جو شخص جس قوم سے مشابہت کرے، تو وہ انہی میں سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، ج02، ص203، مطبوعہ لاھور)

کفار یا فساق و فجار سے مشابہت کے ممنوع ہونے کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ہے: ”یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ عورتوں یا بد وضع آوارہ فاسقوں کی مشابہت نہ پیدا ہو، مثلاً مرد کو چولی دامن میں گوٹا پٹھا ٹانکنا مکروہ ہوگا، اگرچہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو کہ وضع خاص فساق بلکہ زنانوں کی ہے۔ علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص فاسقانہ وضع

کے کپڑے یا جوتے سلوائے (جیسے ہمارے زمانے میں نیچری وردی) تو درزی اور موچی کو ان کا سینا مکروہ ہے کہ یہ معصیت پر اعانت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ فاسقانہ تراش کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ ہے۔''

(فتاوی رضویہ، ج22، ص137، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسی میں ہے: ''دربارۂ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص وشعاریت کے مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صور میں کفر تک ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے: ''لبس زی الافرنج کفر علی الصحیح'' افرنگیوں کا لباس صحیح قول کی بنا پر کفر ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ184، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ''یہ حدیث ایک اصل کلی ہے۔ لباس وعادات واطوار میں کن لوگوں سے مشابہت کرنی چاہیے اور کن سے نہیں کرنی چاہیے۔ کفار و فساق و فجار سے مشابہت بُری ہے اور اہل صلاح و تقویٰ کی مشابہت اچھی ہے، پھر اس تشبہ کے بھی درجات ہیں اور انہیں کے اعتبار سے احکام بھی مختلف ہیں۔ کفار و فساق سے تشبہ کا ادنیٰ مرتبہ کراہت ہے، مسلمان اپنے کو ان لوگوں سے ممتاز رکھے کہ پہچانا جاسکے اور غیر مسلم کا شبہ اس پر نہ ہوسکے۔

(بہار شریعت، ج03، ص407، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوراخ میں پانی بہانے کے بارے میں محیط برہانی میں ہے: '' وسئل نجم الدين النسفي رحمه الله عن امرأة تغتسل من الجنابة هل تتكلف لإيصال الماء إلى ثقب القرط، قال: إن كان القرط فيه وتعلم أنه لا يصل الماء إليه من غير تحريك فلا بد من التحريك كما في الخاتم۔۔۔۔ إن انضم ذلك بعد نزع القرط وصار بحيث لا يدخل القرط فيه إلا بتكلف لا تتكلف أيضاً '' ترجمہ: امام نجم الدین نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے غسلِ جنابت کرنے والی عورت کے متعلق سوال ہوا کہ کیا اُس عورت پر بالی کے سوراخ میں پانی پہنچانا لازم ہے؟ تو آپ علیہ الرحمۃ نے جواب دیا: اگر سوراخ میں بالی موجود ہو اور وہ جانتی ہو کہ بغیر حرکت دیئے سوراخ تک پانی نہیں پہنچے گا، تو پانی پہنچانے کے لیے حرکت دینا لازم ہے، جیسے (تنگ) انگوٹھی کے نیچے پانی پہنچانے کے لیے حرکت دی جاتی ہے، اگر بالی اتارنے کے بعد سوراخ اس طرح مل جائے کہ بالی اس میں داخل نہ ہوسکتی ہو، مگر مشقت کے ساتھ (ہو سکتی ہو) تو عورت پر سوراخ میں پانی پہنچانا لازم نہیں۔

(محیط برہانی، کتاب الطہارۃ، ج01، ص80، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شرح الوقایہ اور بحر الرائق میں ہے: واللفظ للآخر ”ویجب تحریک القرط والخاتم الضیقین، ولو لم یکن قرط فدخل الماء الثقب عند مرورہ أجزأہ کالسرۃ، وإلا أدخلہ کذا في فتح القدیر ولا یتکلف في إدخال شيء سوی الماء من خشب “ترجمہ: بالی اور انگوٹھی تنگ ہو تو انہیں حرکت دینا واجب ہے اور بالی نہ ہو اور پانی خود ہی سوراخ تک پہنچ جائے تو کافی ہے، جیسے ناف میں پانی خود پہنچ جائے تو حرکت دینا لازم نہیں ہے، ورنہ پانی داخل کرے، ایسے ہی فتح القدیر میں ہے اور لکڑی وغیرہ کے ذریعے سوراخ میں پانی داخل کرنے کا پابند نہیں ہے۔ (بحر الرائق، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 49، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی)

درمختار میں ہے: ”لوخاتمہ ضیقانزعہ اوحرکہ وجوبا کقرط ولولم یکن بثقب اذنہ قرط فدخل الماء فی الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزأہ کسرۃ واذن دخلھما الماء والایدخل ادخلہ ولوباصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر غلبۃ ظنہ بالوصول “ترجمہ: اگر اس کی انگوٹھی تنگ ہو تو اتار دے یا اسے لازمی طور پر حرکت دے کر پانی پہنچائے، جیسے بالی کا حکم ہے اور اگر اس کے کان کے سوراخ میں بالی نہ ہو، تو پانی کان سے گزرتے وقت سوراخ میں داخل ہو جائے تو کافی ہے، جیسے ناف اور کان میں پانی چلا جائے، تو کافی ہے اور اگر پانی نہ جائے تو پہنچائے، اگرچہ انگلی کے ذریعہ اور وہ لکڑی وغیرہ کے ذریعے تکلف میں نہ پڑے اور اعتبار پانی پہنچنے کا غالب گمان ہو جانے کا ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 317، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی میں ہے: ”لا یجب غسل مافیہ حرج کعین وثقب انضم “ترجمہ: جس عضو کو دھونے میں حرج ہو، اسے دھونا واجب نہیں جیسے آنکھ اور وہ سوراخ جو بند ہو چکا ہو۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، ج 01، ص 314، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے: ”نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو، تو اس میں پانی بہانا فرض ہے، اگر تنگ ہو، تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے، ورنہ ضروری نہیں۔“ (بہار شریعت، ج 01، ص 289، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اسی میں ہے: ” کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وُضو میں بیان ہوا۔“ (بہار شریعت، ج 01، ص 317، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدالرب شاکر عطاری مدنی

12 شوال المکرم 1442ھ 24 مئی 2021ء

اسٹیکر والے میک اپ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل ایسی مہندی مارکیٹ میں بیچی جارہی ہے جسے ہاتھ وغیرہ پر لگانے سے ہاتھ پر ایسی ہی ایک باریک جِرم دار تہہ چڑھ جاتی ہے، جیسے نیل پالش لگانے سے چڑھتی ہے۔ایسی مہندی لگی ہوئی ہونے کی صورت میں وضو و غسل ہو جائے گا یا نہیں؟ نیز نیل پالش لگی ہو تو وضو و غسل ہو جائے گا یا نہیں؟ نیز ایسے میک اَپ کے چہرے یا بدن پر ہونے سے وضو و غسل ہو جائے گا یا نہیں، جو اسٹیکرز کی صورت میں ہوتا ہے اور اسے باقاعدہ چہرے پر چپکایا جاتا ہے اور وہ اسٹیکرز پانی کے جِلد تک پہنچنے سے مانع ہوتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سوال میں مذکورہ مہندی ، نیل پالش اور اسٹیکرز والے میک اپ کے لگے ہونے کی حالت میں وضو اور غسل نہیں ہوگا، اس لیے کہ مذکورہ تینوں چیزیں پانی کے جلد تک پہنچنے سے مانع ہیں، اور یہ کسی شرعی ضرورت یا حاجت کے لیے بھی نہیں ہیں، قاعدہ یہ ہے کہ جو چیزیں پانی کو جسم تک پہنچنے سے مانع ہوں ان کے جسم پر چپکے ہونے کی حالت میں وضو اور غسل نہیں ہوتا، کیونکہ وضو میں سر کے علاوہ باقی تینوں اعضائے وضو اور غسل میں پورے جسم کے ہر ہر بال اور ہر ہر رونگٹے پر پانی بہ جانا فرض ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ﴿و ان کنتم جنبا فاطھروا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو۔ (پارہ6، سورۃ المائدہ5، آیت6)

حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من ترک شعرۃ من جسدہ من جنابۃ لم یغسلھا فعل بہ کذا و کذا من النار قال علی فمن ثم عادیت و کان یجزہ“ جس نے غسل جنابت میں ایک بال کی جگہ بے دھوئے چھوڑ دی اس کے ساتھ آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا (یعنی عذاب دیا جائے گا) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے ساتھ دشمنی کرلی، راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سر کے بال منڈائے رکھتے

تھے۔ (سنن ابن ماجہ، صفحہ 44، مطبوعہ کراچی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:" قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم إن تحت کل شعرۃ جنابۃ فاغسلوا الشعرۃ وانقوا البشرۃ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بال کے نیچے جنابت ہے تو بال دھوؤاور جلد کو صاف کرو۔ (سنن ابن ماجہ، ص 44، مطبوعہ کراچی)

علامہ ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:" ولو لزق بأصل ظفرہ طین یابس ونحوہ أو بقی قدر رأس الإبرۃ من موضع الغسل لم یجز۔ اگراس کے ناخن کے اوپر خشک مٹی یا اس کی مثل کوئی اور چیز چپک گئی یا دھونے والی جگہ پر سوئی کے ناکے کے برابر باقی رہ گئی تو جائز نہیں ہے یعنی غسل اور وضو نہیں ہوگا۔
(فتح القدیر مع الہدایہ، جلد 1، ص 13، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری جلد 1 ص 16 مطبوعہ کراچی، منیۃ المصلی ص 17 مطبوعہ ملتان اور اس کی شرح غنیۃ المتملی المعروف حلبی کبیر میں ہے: واللفظ من الغنیۃ:" (وذکر فی المحیط إذا کان علی ظاہر بدنہ جلد سمک أو خبز ممضوغ قد جف واغتسل أو توضأ ولم یصل الماء إلی ما تحتہ لم یجز) وکذا الدرن الیابس فی الأنف لوجوب تعمیم الغسل للبدن جمیعہ وہذہ الأشیاء تمنع لصلابتہا" محیط میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی آدمی کے جسم پر مچھلی کی جلد یا چبائی ہوئی روٹی لگی ہے اور خشک ہو چکی ہے اس حالت میں اس نے غسل یا وضو کیا اور پانی اس کے نیچے جسم تک نہیں پہنچا تو غسل اور وضو نہیں ہوگا، اور اسی طرح ناک کی خشک رینٹھ کا حکم ہے، اس لیے کہ غسل میں پورے بدن کو دھونا واجب ہے اور یہ اشیاء اپنی سختی کی وجہ سے پانی کے جسم تک پہنچنے سے مانع ہیں۔ (غنیۃ المتملی مع منیۃ المصلی، ص 49، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے:" إن بقی من موضع الوضوء قدر رأس إبرۃ أو لزق بأصل ظفرہ طین یابس أو رطب لم یجز۔ اگر وضو والی کسی جگہ پر سوئی کے ناکے کے برابر کوئی چیز باقی ہو یا ناخن کے اوپر خشک یا تر مٹی چپک جائے تو جائز نہیں یعنی وضو و غسل نہیں ہوگا۔

اسی میں ہے:" والخضاب إذا تجسد ویبس یمنع تمام الوضوء والغسل کذا فی السراج الوہاج ناقلاً عن الوجیز" خضاب جب جرم دار ہو اور خشک ہو جائے تو وضو اور غسل کی تمامیت سے مانع

ہے یعنی اس کی وجہ سے وضو اور غسل تام نہیں ہوگا، السراج الوھاج میں وجیز کے حوالے سے اسی طرح ہے۔
(فتاوی عالمگیری، جلد1، ص6، مطبوعہ کراچی)

اسی میں ایک اور مقام پر ہے: " ولو ألزقت المرأة رأسها بطيب بحيث لا يصل الماء إلى أصول الشعر وجب عليها إزالتها ليصل الماء إلى أصوله كذا في السراج الوهاج "اگر عورت نے اپنے سر پر کوئی خوشبو اس طرح لگائی کہ اس کی وجہ سے بالوں کی جڑوں تک پانی نہیں پہنچتا تو اس پر اس خوشبو کو زائل کرنا واجب ہے تاکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، السراج الوھاج میں اسی طرح ہے۔
(فتاوی عالمگیری، جلد1، ص16، مطبوعہ کراچی)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: مچھلی کا سنا اعضائے وضو پر چپکا رہ گیا وضو نہ ہوگا کہ پانی اس کے نیچے نہ بہے گا۔
(بہار شریعت، جلد1، حصہ2، ص292، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فقہائے کرام نے مہندی کے جِرم کے باوجود وضو ہو جانے کی تصریح کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فقہائے کرام کا یہ حکم اُس معمولی سے جِرم کے بارے میں ہے جو مہندی لگانے کے بعد اچھی طرح دھونے کے بعد بھی لگا رہ جاتا ہے جس کی دیکھ بھال میں حرج ہے جیسے آٹا گوندھنے کے بعد معمولی سا آٹا ناخن وغیرہ پر لگا رہ جاتا ہے، یہ نہیں کہ پورے ہاتھ پاؤں پر پلاسٹک کی طرح مہندی کا جِرم چڑھالیں، بازوؤں پر بھی ایسی ہی مہندی کا اچھا خاصا حصہ چڑھالیں، پورا چہرہ اسٹیکرز والے میک اَپ سے چھپالیں اور پھر بھی وضو و غسل ہوتا رہے۔ ایسی اجازت ہرگز ہرگز کسی فقیہ نے نہیں دی۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد نوید چشتی
16 ربیع الاول 1434ھ 29 جنوری 2013ء

فتویٰ: 79

سرخی لگانا اور اس میں نماز پڑھنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورت کو سُرخی (Lip

stick) لگانا جائز ہے، اور اس میں نماز کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اگر سرخی (Lip stick) کے اجزاء میں کوئی حرام اور ناپاک چیز شامل نہ ہو تو اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ البتہ وضو و غسل کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر سرخی ایسی جِرم دار (یعنی تہہ والی) ہو کہ پانی کو جسم تک پہنچنے سے روکتی ہو تو اس کے لگے ہونے کی صورت میں وضو و غسل درست نہیں ہوں گے اور وضو و غسل کے درست ہونے کے لئے اس جِرم کو ختم کرنا ہوگا، لہٰذا اگر ایسے وضو یا غسل سے نماز ادا کی تو وہ نماز درست نہ ہوئی، اسے دوبارہ پڑھنا لازم اور اگر ایسی جِرم دار نہیں ہے تو اس کے لگے ہونے کی صورت میں وضو و غسل دونوں درست ہو جائیں گے، اور ان سے پڑھی ہوئی نماز بھی درست ہوگی بشرطیکہ کوئی اور مُفسِد یا مکروہِ نماز نہ پایا گیا ہو۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

03 ذو الحجۃ الحرام 1440ھ/05 اگست 2019ء

فتویٰ: 80

باریک دوپٹہ دہرا کرکے نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ سفید رنگ کا دوپٹا اوڑھ کر نماز پڑھی جائے تو بالوں کی رنگت نظر آتی ہے اس لیے بعض اسلامی بہنیں سفید دوپٹے کو دوہرا کرکے سر پر اوڑھ لیتی ہیں جس سے بالوں کا رنگ دکھائی نہیں دیتا، کیا اس طرح دوپٹہ اوڑھنا ستر کے لیے کافی ہوگا اور نماز ہو جائے گی؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورت مسئولہ میں اگر بال بالکل چھپ جاتے ہیں اور ان کی رنگت بھی ظاہر نہیں ہوتی تو یہ ستر کے لیے کافی ہے نماز ہو جائے گی کیونکہ سترِ عورت کی شرط پائی جا رہی ہے۔

درمختار میں نماز کی شرائط میں ہے "الرابع ستر عورتہ" ترجمہ: چوتھی شرط اس کے ستر کا چھپا ہونا ہے۔

(درمختار، کتاب الصلاۃ، جلد 2، صفحہ 93، مطبوعہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے ''اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو، ستر کے لیے کافی نہیں ، اس سے نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ یوہیں اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے، نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک ساڑیاں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے،ان کی نمازیں نہیں ہوتیں اور ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہوسکے، علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔''

(بہار شریعت، جلد1،صفحہ480،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

02رجب المرجب1437ھ10اپریل2016ء

فتویٰ:81

نماز کے دوران عورت کے بال نظر آرہے ہوں، تو نماز کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے کسی اسلامی بہن کے بال لمبے ہونے کی وجہ سے دوپٹے سے باہر نظر آرہے ہو تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورتوں کے سر سے لٹکے ہوئے بال ستر عورت ہونے میں ایک مستقل عضو کی حیثیت رکھتے ہیں، دیگر اعضائے مستورہ کی طرح ان بالوں کو بھی چھپانا ضروری ہے، نماز میں ستر عورت ظاہر ہونے کے متعلق حکم شرعی یہ ہے کہ اگر ستر عورت کا ایک چوتھائی حصہ تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار تک ظاہر ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، اگر اس مقدار سے کم ظاہر ہوا تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ لہذا پوچھی گئی صورت میں اگر سر سے لٹکتے ہوئے بال چوتھائی یا اس سے زیادہ، تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار تک ظاہر رہے تو نماز ٹوٹ گئی،اس کی قضا واجب ہے۔ اگر چوتھائی حصے سے کم نظر آئے تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔ نیز عام طور پر خواتین نماز پڑھنے سے پہلے دیگر شرائط کے ساتھ اپنے اعضائے مستورہ کو اچھے طریقے سے چادر وغیرہ میں چھپا کر نماز پڑھتی ہیں، مذکورہ اسلامی بہن پر بھی لازم ہے کہ وہ نماز سے پہلے بڑی چادر اوڑھ کر یا بالوں کو باندھ کر اس طرح چھپالے کہ

ان بالوں کا کوئی حصہ نماز میں ظاہر نہ ہو۔خاص کر اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ اگر دوپٹہ ایسا باریک ہو جس سے بالوں یا گردن وغیرہ کی رنگت جھلکتی ہو تو اسے ڈبل کرنے سے کام چل جائے تو ڈبل کرے ورنہ خاص نماز کے لئے مناسب چادر کا اہتمام کیا جائے۔

در مختار میں ستر عورت بیان کرتے ہوئے فرمایا:"وللحرة۔۔۔۔ جمیع بدنھاحتی شعرھا النازل فی الاصح خلا الوجه والکفین ۔۔۔ والقدمین "یعنی آزاد عورت کا تمام جسم ستر عورت ہے حتی کہ سر سے لٹکتے ہوئے بال بھی، سوائے چہرے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے۔ (درمختار،ج2،ص95،مطبوعہ کوئٹہ)

اسی میں ہے" ویمنع حتی انعقادھا کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعة من غلیظة او خفیفة "یعنی ستر غلیظ اور خفیف میں سے کسی عضو کا بلا قصد کھلا رہنا نماز کے صحیح ہونے کے مانع ہے حتی کہ اس کے انعقاد یعنی شروع ہونے سے بھی مانع ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ مذکورہ عبارت کے تحت ردالمحتار میں فرماتے ہیں کہ" ذلک القدر ثلاث تسبیحات ۔۔۔۔اذا انکشف ربع عضو اقل من قدر اداء رکن فلا یفسد اتفاقا لان الانکشاف الکثیر فی الزمان القیل عفو کالانکشاف القلیل فی الزمن الکثیر "یہ مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے والے وقت جتنی ہے۔۔۔۔اور جب چوتھائی حصہ ایک رکن سے کم کی مقدار کھلا رہے تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ زیادہ عضو یعنی چوتھائی عضو کا کم وقت ایک رکن کی مقدار سے کم میں کھلنا معاف ہے جیسا کہ کم عضو یعنی چوتھائی سے کم کا ایک رکن کی مقدار سے زیادہ کھلنا نماز میں معاف ہے۔
(درمختار مع ردالمحتار،ج2،ص100،مطبوعہ کوئٹہ)

امداد الفتاح میں ہے:"وکشف ربع عضو من اعضاء العورة الغلیظة او الخفیفة من الرجل والمراة یمنع صحة الصلاة ان وجد ما یسترہ ومکث مکشوفا قدر اداء رکن ، وقیدنا بالربع لان مادونہ لا یمنع الصحة للضرورة "یعنی مرد و عورت کے ستر غلیظ و خفیف میں سے کسی عضو کی چوتھائی مقدار کا کھلا ہونا نماز کی صحت کو مانع ہے جبکہ اس کے پاس ستر کے لئے چھپانے والی چیز موجود ہو اور ایک رکن کی مقدار ستر کھلا رہ جائے۔اور ایک چوتھائی کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اس سے کم مقدار میں کھلا ہونا ضرورت کے پیش نظر صحت نماز کو مانع نہیں۔ (امدادالفتاح،ص270،مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ میں عورت کے ستر عورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بال یعنی سر سے نیچے جو لٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں۔'' (فتاوی رضویہ، ج6، ص40، مطبوعہ رضا فاونڈیشن)

فتاویٰ رضویہ ہی میں ہے: ''اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی، اگرچہ اس کے بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی، اگر صورت مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گزر گئی جس میں تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا تو بھی مذہب مختار پر جاتی رہی۔۔۔۔اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے۔''
(فتاوی رضویہ، ج6، ص30، رضا فاونڈیشن)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

25 رجب المرجب 1441ھ 21 مارچ 2020ء

فتویٰ:82

عورت کا باریک کپڑے پہن کر نماز پڑھنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت اگر اتنے باریک کپڑے پہنے جس میں جسم کی رنگت ظاہر ہو یا باریک دوپٹہ اوڑھے جس سے بالوں کی سیاہی ظاہر ہو اور جسم کے جن اعضاء کو چھپانا ضروری ہے وہ کپڑوں سے جھلکیں تو ایسی صورت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہو گا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت اتنے باریک کپڑے پہن کر جس سے جسم کی رنگت یا بالوں کی رنگت ظاہر ہو نماز پڑھے، تو نماز ہو گی ہی نہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: ''والثوب الرقیق الذی یصف ما تحتہ لا تجوز الصلاۃ فیہ کذا فی التبیین ''یعنی اتنا باریک کپڑا جس کے نیچے جسم ظاہر ہو اس میں نماز جائز نہیں ہے، اسی طرح تبیین میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری، جلد1، صفحہ58، مطبوعہ پشاور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہے ستر کیلئے کافی نہیں اس سے نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ یونہی اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی

چمکے نماز نہ ہوگی۔ (افاداتِ رضویہ) بعض لوگ باریک ساڑھیاں تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے ان کی نمازیں نہیں ہوتیں اور ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔"

(بہارشریعت، جلد 1، حصہ 3، صفحہ 480، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

03 ذوالحجۃ الحرام 1440ھ/05 اگست 2019ء

فتویٰ: 83

عورت کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ احادیثِ طیّبہ میں جُوڑا باندھ کر (یعنی بالوں کو اکٹھا کر کے سر کے پیچھے گرہ دے کر) نماز پڑھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے، تو آجکل عورتیں کیچر (Catcher) لگا کر بالوں کو اوپر کی طرف فولڈ کر لیتی ہیں، کیا کیچر (Catcher) یا کسی اور چیز کے ذریعہ جُوڑا بنے بالوں سے نماز پڑھنا عورتوں کے لئے منع ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

احادیثِ طیّبہ میں سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم نے جُوڑا بندھے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی جو ممانعت فرمائی ہے وہ مَردوں کے ساتھ خاص ہے جس کی صراحت خود حدیثِ پاک میں موجود ہے، عورتوں کے لئے یہ ممانعت نہیں ہے۔ مَردوں کے لئے ممانعت کی حکمت شارحینِ حدیث نے یہ بیان فرمائی کہ مرد کے سَر کے ساتھ ساتھ اُس کے بال بھی زمین پر گریں اور ربّ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوں، پھر اس پر فقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جُوڑا باندھ کر نماز پڑھنا مَردوں کے لئے مکروہِ تحریمی ہے۔

جبکہ عورت کے بال ستر عورت میں داخل ہیں یعنی غیر محرم کے سامنے اور بالخصوص نماز میں ان کو چھپانا فرض ہے، اگر عورتیں جُوڑا نہ باندھیں تو حالتِ نماز میں اُن کے بال بکھر سکتے ہیں، جس سے اُن کے بالوں کی بے ستری کا اندیشہ ہے، جس سے نماز پر اثر بھی پڑے گا، لہٰذا اگر عورتیں اپنے بالوں کو سر کے پیچھے اکٹھا کر کے گرہ لگالیں یا اُن کو کیچر (Catcher) وغیرہ کے ذریعہ گرفت میں لے لیں تو بالوں کو چھپانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

03 ذو الحجۃ الحرام 1440ھ/05 اگست 2019ء

فتوٰی:84

عورت کا اسکرٹ پہن کر نماز پڑھنا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خواتین کا اسکرٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اسکرٹ میں عورت کے بازو اور پنڈلیاں کھلی رہتی ہیں اور ایسا لباس عورت کو پہننا جائز نہیں اور نہ ہی اسکرٹ پہن کر نماز ہو سکتی ہے اس لئے کہ نماز میں سترِ عورت فرض ہے اور بازو پنڈلیاں عورت کے ستر میں داخل ہیں۔ جب ستر میں شامل کسی بھی عضو کا چوتھائی حصّہ کھلا ہو یا متعدد اعضائے ستر کھلے ہونے کی صورت میں ان میں جو سب سے چھوٹا عضو ہے اس کا چوتھائی حصّہ کھلا ہو تو ایسی حالت میں نماز شروع ہی نہیں ہوتی بلکہ ذمّہ پر باقی رہتی ہے تو ایسا لباس جو اللہ تعالی کے حق کو پورا کرنے میں رکاوٹ بنے وہ کس قدر بُرا لباس ہے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا نہ تو نماز ایسا لباس پہن کر پڑھی جا سکتی ہے اور نہ ہی نماز کے علاوہ ایسا لباس پہننا جائز ہے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

25 صفر المظفر 1441ھ/25 اکتوبر 2019ء

فتوٰی:85

وضو کے بعد ناخن پالش لگانے اور آرٹیفیشل جیولری پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(1) وضو کرنے کے بعد ناخنوں پر ناخن پالش لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

(2) اصلی سونے کا زیور ہونے کے باوجود آرٹیفیشل جیولری پہن کر عورت اگر نماز پڑھے تو نماز ہو جاتی ہے

یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) ناخن پالش لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ اگر ناخن پالش لگی ہو اور پھر وضو کیا جائے تو وضو نہیں ہوگا کیونکہ ناخن پالش پانی کو ناخن تک پہنچنے سے مانع ہے۔

علامہ ابن ہمام رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ولو لزق بأصل ظفره طين يابس ونحوه أو بقي قدر رأس الإبرة من موضع الغسل لم يجز۔" اگر اس کے ناخن کے اوپر خشک مٹی یا اس کی مثل کوئی اور چیز چپک گئی یا دھونے والی جگہ پر سوئی کے ناکے کے برابر باقی رہ گئی تو جائز نہیں ہے یعنی غسل اور وضو نہیں ہوگا۔
(فتح القدیر مع الھدایہ، جلد1، ص13، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے: "إن بقي من موضع الوضوء قدر رأس إبرة أو لزق بأصل ظفره طين يابس أو رطب لم يجز۔" اگر وضو والی کسی جگہ پر سوئی کے ناکے کے برابر کوئی چیز باقی ہو یا ناخن کے اوپر خشک یا تر مٹی چپک جائے تو جائز نہیں یعنی وضو غسل نہیں ہوگا۔

اسی میں ہے: "والخضاب إذا تجسد ويبس يمنع تمام الوضوء والغسل كذا في السراج الوهاج ناقلاً عن الوجيز۔" خضاب جب جرم دار ہو اور خشک ہو جائے تو وضو اور غسل کی تمامیت سے مانع ہے یعنی اس کی وجہ سے وضو اور غسل تام نہیں ہوگا، السراج الوھاج میں وجیز کے حوالے سے اسی طرح ہے۔
(فتاوی عالمگیری، جلد1، ص6، مطبوعہ کراچی)

(2) آرٹیفیشل زیور پہن کر عورت نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی اگرچہ اس کے پاس اصلی زیور موجود ہوں، کیونکہ علماء نے عموم بلوی اور دفع حرج کی وجہ سے آرٹیفیشل جیولری پہننا عورت کے لیے جائز قرار دیا ہے، تو جس زیور کا پہننا اس کے لیے جائز ہے اس کو پہن کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد نوید چشتی

23 جمادی الاولی 1435ھ/25 مارچ 2014ء

مرد کے لیے لوہے، تانبے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا اور پہن کر نماز پڑھنا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مرد چاندی کے علاوہ لوہے، تانبے یا پیتل کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھے، تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مرد کو صرف چاندی کی ایک انگوٹھی، ایک نگ والی، جس کا وزن ساڑھے چار ماشے سے کم ہو، پہننا جائز ہے ،اس کے علاوہ کوئی انگوٹھی جائز نہیں، لہٰذا چاندی کے علاوہ لوہے، تانبے، پیتل یا سونے وغیرہ کی انگوٹھی مرد کے لیے پہننا ناجائز و گناہ ہے اور اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے، لہٰذا ایسا شخص وہ ناجائز انگوٹھی اتار کر ان نمازوں کا اعادہ کرے اور توبہ بھی کرے نیز آئندہ بھی کبھی ایسی انگوٹھی نہ پہنے۔

حدیث پاک میں ہے: ”عن ابن بريدة قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من حديد فقال: مالي أرى عليك حلية أهل النار ثم جاءه وعليه خاتم من صفر فقال: مالي أجد منك ريح الأصنام ،ثم أتاه وعليه خاتم من ذهب فقال: ما لی اری علیک حلية أهل الجنة؟ قال: من أي شيء أتخذه؟ قال: من ورق ولا تتمه مثقالا“ ترجمہ: حضرت سیدنا عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص لوہے کی انگوٹھی پہنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ پھر وہ پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے حاضر ہوئے، تو فرمایا: کیا بات ہے کہ تم سے بتوں کی بو آتی ہے؟ پھر وہ سونے کی انگوٹھی پہن کر آئے، تو فرمایا: کیا بات ہے کہ تم جنتیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ (یعنی یہ تو اہلِ جنت، جنت میں پہنیں گے) تو انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو۔ (یعنی ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی انگوٹھی ہو)۔

(جامع الترمذی، ابواب اللباس، جلد 1، صفحہ 441، مطبوعہ لاہور)

در مختار میں ہے: ”ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً الا بخاتم۔۔۔ ولا يتختم الا بالفضة“ ترجمہ: سونے چاندی کا زیور مرد مطلقاً نہیں پہن سکتا، سوائے ایک انگوٹھی کے اور انگوٹھی صرف

چاندی کی ہی پہن سکتا ہے۔

اس کے تحت رد المحتار میں ہے:"ان التختم بالذھب والحدید والصفر حرام" ترجمہ: سونے، لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا (مرد کے لیے) حرام ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 9، صفحہ 594، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں:" ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے، سونے، چاندی، پیتل لوہے کے چھلّے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور ان سے نماز مکروہ تحریمی۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 307، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

ملفوظات اعلیٰ حضرت میں ہے:"جو سونے یا تانبے یا لوہے یا پیتل کی انگوٹھی یا چاندی کی ساڑھے چار ماشے سے زیادہ وزن کی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم ہوں پہنے، اس کی نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔"

(ملفوظات اعلی حضرت، صفحہ 309، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:"مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے۔ صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے، جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے۔۔۔ انگوٹھی صرف چاندی ہی کی پہنی جاسکتی ہے، دوسری دھاتوں کی انگوٹھی پہننا حرام ہے مثلاً لوہا، پیتل، تانبا، جست وغیرہا۔"

(بہار شریعت، ج 3، ص 426، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری
01 ربیع الاول 1441ھ/30 اکتوبر 2019ء

فتویٰ: 87

آرٹیفیشل زیورات کی زکوٰۃ کا شرعی حکم

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ آرٹیفیشل زیورات پر زکوۃ کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

آرٹیفیشل زیورات اگر تجارت کی غرض سے رکھے ہوں، توان پر دیگر شرائط کی موجودگی میں زکوۃ فرض ہوگی۔ البتہ اگر تجارت کے لئے نہ ہوں، بلکہ استعمال کرنے یا کسی اور مقصد کے لئے رکھے ہوں، توان پر زکوۃ لازم نہیں ہوگی، اگرچہ ان کی مالیت بہت زیادہ ہو، کیونکہ زکوۃ فقط تین قسم کے اموال پر لازم ہوتی ہے۔ (1) ثمن یعنی سونا، چاندی (تمام ممالک کی کرنسیاں اور پرائز بانڈز بھی اسی میں شامل ہیں)۔ (2) مالِ تجارت یعنی ایسا مال جو بیچنے کی نیت سے خریدا جائے۔ (3) سائمہ یعنی چرائی پر گزارا کرنے والے جانور جن سے مقصود دودھ، نسل یا فربہ کرنا ہوتا ہے۔ اور غیر تجارتی آرٹیفیشل زیورات ان تینوں میں سے نہیں، لہذا ان پر زکوۃ بھی لازم نہ ہوگی۔

مالِ تجارت پر زکوۃ فرض ہے۔ چنانچہ سننِ ابی داؤد میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی، وہ فرماتے ہیں: "فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نخرج الصدقۃ من الذی نعد للبیع" ترجمہ: پس بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اس چیز کی بھی زکوۃ ادا کریں جس کو ہم تجارت کے لیے مہیا کریں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب العروض اذا کانت للتجارۃ، ج 1، ص 228، مطبوعہ لاہور)

فتاوی عالمگیری میں زکوۃ کی فرضیت کی شرائط کے بیان میں ہے: "ومنھا کون النصاب نامیا حقیقۃ بالتوالد والتناسل والتجارۃ او تقدیراً بان یتمکن من الاستنماء بکون المال فی یدہ او فی ید نائبہ وینقسم کل واحد منھما الی قسمین: خلقی وفعلی، ھکذا فی التبیین، فالخلقی: الذھب والفضۃ، لانھما لا یصلحان للانتفاع باعیانھما فی دفع الحوائج الاصلیہ، فتجب الزکاۃ فیھما نوی التجارۃ اولم ینو اصلاً او نوی النفقۃ والفعلی: ما سواھما ویکون الاستنماء فیہ بنیۃ التجارۃ او الاسامۃ ونیۃ التجارۃ والاسامۃ لا تعتبر مالم تتصل بفعل التجارۃ او الاسامۃ" ترجمہ: اور زکوۃ کی شرائط میں سے ایک شرط نصاب کا نامی (بڑھنے والا) ہونا بھی ہے۔ (اب) مال حقیقتاً بڑھے (جیسے) جانوروں سے بچے اور نسل حاصل ہونے اور (مال کی) تجارت کے سبب یا تقدیراً بڑھے بایں طور کہ مال اپنے یا نائب کے قبضہ میں ہونے کے سبب اسے بڑھانا ممکن ہو اور ان دونوں قسموں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: خلقی اور فعلی۔

ایسے ہی تبیین میں ہے۔ پس خلقی: تو وہ سونا چاندی ہے، کیونکہ یہ دونوں اس چیز کی صلاحیت نہیں رکھتے کہ حاجتِ اصلیہ کو دور کرنے میں بعینہ ان سے نفع اٹھایا جاسکے، پس ان دونوں میں زکوٰۃ واجب ہوگی، تجارت کی نیت کی ہو یا اصلاً تجارت کی نیت نہ ہو یا خرچ کرنے کی نیت ہو۔ اور فعلی: تو وہ ان دونوں کے سوا چیزیں ہیں اور ان میں بڑھوتری تجارت کی نیت یا جانوروں کو سائمہ بنانے کے ساتھ ہوگی اور تجارت اور جانوروں کو سائمہ بنانے کی نیت معتبر نہیں ہوگی جب تک یہ نیت تجارت یا سائمہ بنانے کے فعل کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو۔

(فتاوی عالمگیری، ج 1، ص 192، مطبوعہ کراچی)

اسی بارے میں صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''مالِ نامی ہونا یعنی بڑھنے والا خواہ حقیقۃً بڑھے یا حکماً یعنی اگر بڑھانا چاہے، تو بڑھائے یعنی اس کے یا اس کے نائب کے قبضہ میں ہو، ہر ایک کی دو صورتیں ہیں۔ وہ اسی لئے ہی پیدا کیا گیا ہو، اسے خلقی کہتے ہیں، جیسے سونا چاندی، کہ یہ اسی لئے پیدا ہوئے کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں یا اس لئے مخلوق تو نہیں، مگر اس سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے، اسے فعلی کہتے ہیں۔ سونے چاندی کے علاوہ سب چیزیں فعلی ہیں، کہ تجارت سے سب میں نمو ہوگا۔ سونے چاندی میں مطلقاً زکاۃ واجب ہے، جب کہ بقدر نصاب ہوں، اگرچہ دفن کر کے رکھے ہوں، تجارت کرے یا نہ کرے اور ان کے علاوہ باقی چیزوں پر زکاۃ اس وقت واجب ہے کہ تجارت کی نیت ہو یا چرائی پر چھوٹے جانور و بس۔ خلاصہ یہ کہ زکاۃ تین قسم کے مال پر ہے: (1) ثمن یعنی سونا چاندی، (2) مالِ تجارت، (3) سائمہ یعنی چرائی پر چھوٹے جانور۔

(بہارِ شریعت، ج 1، ص 882، مطبوعہ، مکتبۃ المدینہ)

جو چیز اوپر بیان کردہ تین اموال (سونا چاندی، مالِ تجارت اور سائمہ جانوروں) کے علاوہ زینت حاصل کرنے کے لئے ہو، اس پر زکوٰۃ نہیں ہوگی۔ اس بارے میں مبسوط سرخسی میں ہے: '' ولیس۔۔ زکاۃ۔۔ما یتجمل بہ من آنیۃ او لؤلؤ و فرس و متاع لم ینو بہ التجارۃ، لان نصاب الزکاۃ المال النامي ومعنی النماء في ھذہ الاشیاء لا یکون بدون نیۃ التجارۃ، و کذلک الفلوس یشتریھا للنفقۃ فانھا صفر والصفر لیس بمال الزکاۃ باعتبار عینہ بل باعتبار طلب النماء منہ، وذلک غیر موجود فیما اذا اشتراہ للنفقۃ ''ترجمہ: اور جن چیزوں سے زینت حاصل کی جاتی ہے، ان پر زکوٰۃ فرض نہیں، جیسے (سونے چاندی کے علاوہ دیگر) برتن، موتی، گھوڑا اور ایسا سامان جس میں تجارت کی نیت نہ ہو، کیونکہ زکوٰۃ کا نصاب مالِ نامی ہوتا ہے اور ان چیزوں میں تجارت کی نیت کے بغیر نمو (بڑھوتری) والا معنی نہیں پایا جاتا۔ اور اسی طرح پیتل

کے سکے خرچ کرنے کے لئے خریدے(تو ان میں بھی زکوٰۃ لازم نہیں)،کیونکہ یہ پیتل ہے اور پیتل اپنے عین کے اعتبار سے مالِ زکوٰۃ نہیں، بلکہ اس سے نمو طلب کرنے کے اعتبار سے مالِ زکوٰۃ ہے اور جب اسے خرچ کرنے کے لئے خریدا، تو نمو طلب کرنے والا معنی اس میں نہیں پایا جائے گا۔

(مبسوطِ سرخسی، زکاۃ الحلی، ج2، ص264، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

05ذو الحجۃ الحرام1442ھ16جولائی2021ء

فتویٰ:88

بیوٹی پارلر میں موجود میک اپ پر زکوٰۃ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ بیوٹی پارلر میں میک اپ کے لئے رکھے ہوئے سامان کہ جس سے دلہا، دلہن وغیرہ کو تیار کیا جاتا ہے، اس پر زکوٰۃ لازم ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جواب جاننے سے قبل تمہیداً یہ قاعدہ سمجھ لیجئے کہ پیشہ وروں کے پاس کام میں استعمال ہونے والے آلات یا سامان تین طرح کا ہوتا ہے۔(1) جسے باقی رکھ کر نفع اٹھایا جاتا ہے۔ (2) جسے ہلاک کر کے نفع اٹھایا جاتا ہے اور کام میں اس کا عین یا اثر باقی نہیں رہتا۔(3) جسے ہلاک کر کے نفع اٹھایا جاتا ہے، لیکن کام میں اس کا عین یا اثر باقی رہتا ہے۔ان میں سے پہلی دو قسموں کے سامان پر زکوٰۃ واجب نہیں، جبکہ تیسری قسم کے سامان پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اس تفصیل کے بعد غور کیا جائے، تو بیوٹی پارلر میں میک اپ کے دوران استعمال ہونے والی اشیاء بھی تین طرح کی ہوتی ہیں، جن کی تفصیل اور حکم درج ذیل ہے:

(1) جنہیں باقی رکھ کر نفع حاصل کیا جاتا ہے، مثلاً میک اپ میں استعمال ہونے والے مختلف برش،

تھریڈنگ اور بالوں کو ڈائی کرنے والی مشینری وغیرہ۔

(2) جنہیں ہلاک کر کے نفع اٹھایا جاتا ہے اور کام میں ان کا عین یا اثر باقی نہیں رہتا، جیسے مساج اور فیشل میں استعمال ہونے والی کریمیں، کہ وقتی طور پر فیشل / مساج کر کے انہیں اتار دیتے ہیں اور بدن پر ان کا اثر بھی باقی نہیں رہتا، کیونکہ ان کریموں کو چہرے / بدن کی میل چھڑانے اور کیل مہاسے وغیرہ ختم کرنے کے بعد اتار دیا جاتا ہے۔

ان دونوں قسموں کے سامان پر زکوۃ فرض نہیں ہو گی، اگرچہ اس کی مالیت بہت زیادہ ہو اور اس پر سال بھی گزر چکا ہو، کیونکہ یہ مال تجارت نہیں۔

(3) جنہیں ہلاک کر کے نفع اٹھایا جاتا ہے، لیکن کام میں ان کا عین یا اثر باقی رہتا ہے، جیسے بیس پاؤڈر، لپ اسٹک، کاجل، آئی لائنر، نیل پالش، مہندی، مصنوعی پلکیں اور ناخن وغیرہ، کہ ان کا عین یا اثر بدن پر باقی رکھ کر زینت حاصل کی جاتی ہے۔ اس قسم کے سامان پر زکوۃ فرض ہو گی، بشرطیکہ زکوۃ فرض ہونے کی تمام شرائط پائی جائیں، کیونکہ یہ اشیا مال تجارت میں سے ہیں۔

وضاحت: جس چیز کا عین یا اثر کام میں باقی رہتا ہے، اس پر فرضیتِ زکوۃ کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کام کے بدلے ملنے والی اجرت کا کچھ حصہ اس عین یا اس کے اثر کے مقابلے میں بھی ہوتا ہے، گویا کام کرنے والا اپنی محنت کے ساتھ ان چیزوں کو بھی بیچ رہا ہوتا ہے، لہذا ان چیزوں کا شمار مالِ تجارت میں سے ہو گا اور مالِ تجارت پر زکوۃ فرض ہوتی ہے۔ البتہ جس چیز کا عین یا اثر کام میں باقی نہیں رہتا، اس میں اجرت عین یا اثر کے مقابلے میں نہیں ہوتی، بلکہ فقط محنت کے عوض ہوتی ہے، لہذا ایسی چیزوں کے مالِ تجارت نہ ہونے کی وجہ سے ان پر زکوۃ بھی لازم نہیں ہو گی۔

مالِ تجارت پر زکوۃ فرض ہے۔ چنانچہ سننِ ابی داؤد میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی، وہ فرماتے ہیں: "فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نخرج الصدقۃ من الذی نعد للبیع" ترجمہ: پس بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اس چیز کی بھی زکوۃ ادا کریں جس کو ہم تجارت کے لئے مہیا کریں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب العروض اذا کانت للتجارۃ، ج 1، ص 228، مطبوعہ لاہور)

درر اور اس کی شرح غرر میں زکوۃ کی فرضیت کی شرائط میں ہے: "فارغ۔۔عن الحاجۃ الاصلیۃ۔۔فلا

تجب ۔۔في دور السکنی ۔۔وآلات المحترفین “ترجمہ:(زکوۃ کی فرضیت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ)نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو،پس رہائشی گھروں اور پیشہ وروں کے آلات میں زکوۃ فرض نہیں ہوگی۔ (درر مع شرح غرر،ج 1،ص172،مطبوعہ،دار احیاء الکتب)

”آلات المحترفین“ کے تحت حاشیہ شرنبلالی میں ہے:”المراد بھا ما لا یستھلک عینه فی الانتفاع کالقدوم والمبرد او ما یستھلک ولا تبقی عینه کصابون وحرض لغسال حال علیه الحول ویساوی نصابا ،لان الماخوذ بمقابلة العمل ،اما لو اشتری ما تبقی عینه کعصفر وزعفران لصباغ ودھن وعفص لدباغ فان فیه الزکوۃ،لان الماخوذ فیه بمقابلة العین “ترجمہ:ان سے مراد ایسے آلات ہیں جن سے نفع اٹھانے میں عین ہلاک نہیں ہوتا،جیسے بڑھئی کا تیشہ اور رندا۔یا جو ہلاک ہو جاتے ہیں اور ان کا عین باقی نہیں رہتا جیسا کہ صابون اور اشنان کپڑے دھونے والے کے لئے،ان پر سال گزر جائے اور یہ نصاب کے برابر ہوں(تب بھی زکوۃ لازم نہیں) کیونکہ اجرت کام کے بدلے میں ہے۔بہر حال ایسی چیز خریدی جس کا عین باقی رہتا ہے جیسا کہ رنگریز کے لئے عصفر(ایک زرد رنگ کی بوٹی جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں)اور زعفران اور دباغت کرنے والے کے لئے تیل اور مازو(ایک قسم کی دوا جو سیال شے کو گاڑھا کر دیتی ہے)،تو ان میں زکوۃ ہوگی،اس لئے کہ اجرت عین کے مقابلے میں (بھی) ہے۔

(حاشیہ شرنبلالی مع درر شرح غرر،ج 1،ص173،مطبوعہ،دار احیاء الکتب)

بدائع الصنائع میں ہے:”واما الاجراء الذین یعملون للناس نحو الصباغین والقصارین والدباغین اذا اشتروا الصبغ والصابون والدھن ونحو ذلک مما یحتاج الیه في عملھم ونووا عند الشراء ان ذلک للاستعمال في عملھم ،ھل یصیر ذلک مال التجارة؟روی بشر بن الولید عن ابي یوسف ان الصباغ اذا اشتری العصفر والزعفران لیصبغ ثیاب الناس فعلیه فیه الزکاۃ، والحاصل ان ھذا علی وجھین: ان کان شیئا یبقی اثرہ في المعمول فیه کالصبغ والزعفران والشحم الذی یدبغ به الجلد، فانه یکون مال التجارۃ، لان الاجر یکون مقابلة ذلک الاثر وذلک الاثر مال قائم، فانه من اجزاء الصبغ والشحم، لکنه لطیف، فیکون ھذا تجارۃ، وان کان شیئا لا یبقی اثرہ في المعمول فیه مثل الصابون والاشنان والقلي والکبریت، فلا یکون مال التجارۃ، لان عینھا تتلف ولم ینتقل اثرھا الی الثوب المغسول، حتی یکون له حصة من العوض، بل البیاض

اصلي للثوب يظهر عند زوال الدرن، فما ياخذ من العوض يكون بدل عمله، لا بدل هذه الآلات ،فلم يكن مال التجارة" ترجمہ: بہر حال کاریگر جو لوگوں کے کام کرتے ہیں جیسے رنگریز، دھوبی اور کھالوں کی دباغت کرنے والے، جب یہ رنگ، صابون، تیل اور ان جیسی دیگر چیزیں خریدیں کہ جن کی انہیں اپنے کام میں ضرورت پڑتی ہے اور ان چیزوں کو خریدتے وقت یہ نیت کریں کہ یہ ان کے کام میں استعمال کے لئے ہیں، تو کیا یہ مالِ تجارت ہوں گی؟ بشر بن ولید نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ بیشک رنگریز نے عصفر اور زعفران خریدا، تاکہ وہ اس سے لوگوں کے کپڑے رنگے، تو اس پر زکوۃ لازم ہوگی اور حاصل یہ ہے کہ بیشک یہ مسئلہ دو صورتوں پر مشتمل ہے: ایک یہ کہ اگر وہ ایسی چیز ہو کہ کام میں اس کا اثر باقی رہے جیسا کہ رنگ، زعفران اور وہ چربی جس سے کھالوں کی دباغت کی جاتی ہے، پس یہ مالِ تجارت ہوگا، کیونکہ یہاں اجرت اس اثر کے مقابلے میں (بھی) ہوگی اور یہ اثر مال ہے جو (کپڑے اور کھال کے ساتھ) قائم ہے، کیونکہ یہ رنگ اور چربی کے اجزاء ہیں، لیکن بہت باریک ہیں، پس یہ مالِ تجارت ہوگا۔ اور اگر وہ ایسی چیز ہے کہ کام میں اس کا اثر باقی نہ رہے جیسے صابون، اشنان، قلی (ایک قسم کے کھار کا نام ہے، جو اسی نام کے ایک پودے کی راکھ سے بنایا جاتا ہے) اور گندھک، تو یہ مالِ تجارت نہیں، کیونکہ ان کا عین ہلاک ہو جائے گا اور ان کا اثر دھلے ہوئے کپڑے کی طرف منتقل نہیں ہوگا، یہاں تک کہ عوض میں سے ایک حصہ اثر کے مقابلہ میں ہو، بلکہ کپڑے کی سفیدی اصلی ہے، جو کپڑے سے میل ختم ہونے کے وقت ظاہر ہوگی، پس وہ جتنا بھی عوض لے گا وہ اس کے کام کا بدل ہوگا، نہ کہ ان آلات کا بدل، لہذا یہ مالِ تجارت بھی نہیں ہوگا۔ (بدائع الصنائع، ج2، ص95، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

18 ذوالحجۃ الحرام 1442ھ 29 جولائی 2021ء

فتویٰ: 89

سونے چاندی کے استعمالی زیورات پر زکاۃ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خواتین کے سونے چاندی کے استعمالی زیورات پر زکوۃ لازم ہے یا نہیں نیز یہ بتادیں زیورات حاجت اصلیہ میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سونے چاندی کے استعمالی زیورات پر اگر شرائط زکوۃ پائی جائیں تو زکوۃ لازم ہے، کیونکہ شریعت مطہرہ کے قوانین کی روشنی میں سونا چاندی ثمن اصلی ہیں، لہذا وہ زیورات کی شکل میں ہوں یا ڈلی کی صورت میں یا برتنوں کی شکل میں، استعمال میں ہوں یا فارغ ہوں، ہر صورت میں شرائط زکوۃ پائے جانے کی صورت میں زکوۃ فرض ہوگی، نیز زیور پہننا حاجت اصلیہ میں شامل نہیں۔

نور الایضاح میں ہے:" فرضت علی حر مسلم مکلف مالک لنصاب من نقد ولو تبراً او حلیاً او انیۃ" ترجمہ: زکوۃ ہر اس آزاد مسلمان مکلف پر فرض ہے جو نقدی میں سے نصاب کا مالک ہو اگرچہ وہ سونا، چاندی ڈلی کی صورت میں ہو، زیورات کی صورت میں ہو یا برتنوں کی صورت میں۔

(نور الایضاح، کتاب الزکاۃ، صفحہ 154، مطبوعہ لاھور)

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:" وفي الدر أفاد وجوب الزكاة في النقدين ولو كانا للتجمل أو للنفقة قال لأنهما خلقا أثمانا فيزكيهما كيف كانا" ترجمہ: در میں ہے: سونا، چاندی میں وجوب زکوۃ کا افادہ کیا اگرچہ وہ پہننے یا نفقہ کے لئے ہوں، فرماتے ہیں: چونکہ وہ دونوں ثمن اصلی ہیں، لہذا وہ کسی بھی صورت میں ہوں ان کی زکوۃ نکالی جائے گی۔

(حاشیۃ الطحطاوی، جلد 1، صفحہ 714، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان)

امام اہلسنت، اعلی حضرت، الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن تحریر فرماتے ہیں:" فی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو اُس کے پاس ہو اور سال پورا اس پر گزر جائے اور کھانے پہننے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اسے نصاب سے کم نہ کر دے تو اُس پر زکوۃ فرض ہے، **اگرچہ پہننے کا زیور ہو زیور پہننا کوئی حاجت اصلیہ نہیں۔**"

(فتاوی رضویہ، جلد 10، صفحہ 129، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

کتبـــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو واصف محمد آصف عطاری

13رمضان المبارک1442ھ26اپریل2021ء

فتویٰ:90

زیورات پر گزشتہ سالوں کی زکاۃ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کسی اسلامی بہن کی 27دسمبر2006 کو شادی ہوئی، اسے میکے اور سسرال کی طرف سے 20تولہ زیورات ملے جوکہ اسی کی ملکیت میں کردیے گئے تھے، پھر فروری2008میں 9گرام سونا تحفے میں ملا، پھر ستمبر2010میں سارا سونا بیچ کر رہنے کے لئے پلاٹ خرید لیا، اس دوران سونے کی زکوۃ ادا نہیں کی گئی تھی، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس اسلامی بہن پر سابقہ سالوں کی کتنی زکوۃ ہوگی؟ اس کے علاوہ اس اسلامی بہن کے پاس اور کوئی مال زکوۃ نہیں تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جواب سے پہلے یہ جان لیں:

(1)نصاب پر سال پورا ہونے کے بعد زکوۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنا گناہ ہے۔

(2)زکوۃ نکالنے کے لئے تاریخ، مہینے اور سال کا تعین ہجری سال کے اعتبار سے ہوگا۔

(3)زکوۃ اگر سونے کی سونے سے یا چاندی کی چاندی سے ادا کی جائے تو اس وقت وزن کا اعتبار ہوگا اور اگر زکوۃ پیسوں سے نکالنی ہے تو اس وقت قیمت کا اعتبار ہوگا اور اس میں قیمت زکوۃ کے سال کے اختتام والی معتبر ہوگی۔

(4)کسی کے پاس نصاب کی مقدار سے زائد صرف سونا یا صرف چاندی ہو اس کے علاوہ کسی طرح کا مال زکوۃ نہ ہو تو سب سے پہلے وہ نصاب کی مقدار سے چالیسواں حصہ زکوۃ نکالے، اب جو زائد مقدار ہے اسے دیکھے اگر وہ کل نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی بھی زکوۃ ادا کرے ورنہ وہ معاف ہے، اسی طرح باقی زائد کو دیکھا جائے گا۔

(5)چند سالوں کی زکوۃ رہتی ہو تو اس کی ادائیگی کی صورت میں ہر سال جتنی مقدار زکوۃ لازم ہوئی ہے اگلے سال زکوۃ ادا کرتے وقت اتنی مقدار نصاب سے کم کرکے ما بقی کی زکوۃ نکالیں گے۔ چنانچہ فتاوی

رضویہ میں ہے: بیان سائل سے معلوم ہوا کہ زیور ہر سال اتنا ہی رہا کم و بیش نہ ہُوا تو ہر سال جو سونے کا نرخ تھا اُس سے ۴ تولے ۶ ماشے ۳ سرخ کی قیمت لگا کر زیور نقرہ کے وزن میں شامل کی جائے گی اور ہر ساڑھے باون تولے چاندی پر اس کا چالیسواں حصّہ، پھر ہر ساڑھے دس تولے چاندی پر اس کا چالیسواں حصہ واجب آئے گا، اخیر میں جو ساڑھے دس تولے چاندی سے کم بچے معاف رہے گی، ہر دوسرے سال اگلے برسوں کی جتنی زکوٰۃ واجب ہوتی آئی مال موجود میں سے اتنا کم ہو کر باقی پر زکوٰۃ آئے گی، تین سال سے یہ نقد روپیہ بھی بدستور حساب میں شامل کیا جائیگا اور ہر دوسرے سال جتنے روپے خرچ ہوگئے کم کر لئے جائیں گے، یُوں تین سال کا مجموعی حساب کر کے جس قدر زکوٰۃ فرض نکلی سب فوراً فوراً ادا کر دینی ہو گی اور اب تک جو ادا میں تاخیر کی بہت زاری کے ساتھ اُس سے توبہ فرض ہے اور آئندہ ہر سال تمام پر فوراً ادا کی جائے۔ یہ اگلے تین برسوں میں اس کے سال تمام ہونے کے دن سونے کا بھاؤ دریافت کرنے میں دقت ہو تو احتیاطاً زیادہ سے زیادہ نرخ لگا لے کہ زکوٰۃ کچھ رہ نہ جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، ج10، ص128و129، رضا فاؤنڈیشن، لاهور)

اسی میں ہے: سونے کے عوض سونا، چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں، وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا، ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی، نرخ نہ بنوانے کے وقت کا معتبر ہو نہ وقت ادا کا، اگر ادا سال تمام کے پہلے یا بعد ہو جس وقت یہ مالکِ نصاب ہُوا تھا وہ ماہ عربی و تاریخ وقت جب عود کریں گے اس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا اس وقت نرخ لیا جائے گا۔ (فتاوی رضویہ، ج10، ص133، رضا فاؤنڈیشن، لاهور)

صورت مسئولہ میں اس اسلامی بہن پر تین سالوں کی زکوٰۃ لازم ہو گی کہ اس کے بعد اس نے سونا بیچ کر پلاٹ خرید لیا اور وہ اسلامی بہن تین سالوں کی زکوٰۃ میں تاخیر کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوئیں، ان پر لازم ہے کہ اپنے اس گناہ سے توبہ کرتے ہوئے فوراً اپنے تین سالوں کی زکوٰۃ ادا کریں، وہ اسلامی بہن 27 دسمبر 2006 کو مالک نصاب ہوئیں چونکہ زکوٰۃ کا سال ہجری سن سے شمار کیا جاتا ہے اور مذکورہ عیسوی تاریخ کو ہجری تاریخ 6 ذوالحج 1427 بنتی ہے، لہذا 6 ذوالحج 1428 ہجری کو ان کا زکوٰۃ کا سال مکمل ہو گیا جس کی زکوٰۃ کی تفصیل درج ذیل ہے:

لہذا اس کے مطابق اس اسلامی بہن پر ہر سال 5.85 ماشے اور مکمل تین سالوں کی 1.4625 تولہ

زکوۃ لازم ہوئی، اب اگر وہ اسلامی بہن سونے سے زکوۃ دینا چاہتی ہیں تو 1.4625 تولہ زکوۃ میں ادا کر دیں، اور اگر وہ سونے کی بجائے اس کی قیمت سے زکوۃ دینا چاہتی ہیں تو وہ 16 دسمبر 2007 کو سونے کی جو قیمت تھی معلوم کر کے 5.85 ماشے سونے کی قیمت بطور زکوۃ دیں، اسی طرح 04 دسمبر 2008 اور 23 نومبر 2009 کو سونے کی جو قیمت تھی معلوم کر کے دونوں سالوں کی الگ الگ 5.85 ماشے سونے کی قیمت زکوۃ میں ادا کر دیں۔ جبکہ ستمبر 2010 بمطابق رمضان 1431 کو انہوں نے سونا بیچ کر رہنے کے لئے پلاٹ لے لیا اس لئے اگر اس کے علاوہ کوئی اور مال زکوۃ ان کے پاس نہیں تھا تو بعد میں ان پر زکوۃ لازم نہ ہوئی۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

27 ربیع الاول 1440ھ 06 دسمبر 2018ء

فتویٰ: 91

لپ اسٹک پاک ہے یا ناپاک اور روزے میں لگانا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ سنا ہے کہ لپ اسٹک میں خنزیر کی چربی ڈالی جاتی ہے۔ خنزیر کی چربی ڈالنے یا نہ ڈالنے کے حوالے سے کوئی حتمی یقینی معلومات نہیں ہیں، صرف سنی سنائی باتیں ہیں، لہذا شرعی رہنمائی فرمائیں کہ:

(1) لپ اسٹک پاک ہے یا ناپاک ہے؟

(2) نیز اسے روزے کی حالت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) جب تک لپ اسٹک میں خنزیر کی چربی ہونے کی یقینی معلومات نہ ہوں تو اس وقت تک اسے ناپاک نہیں کہہ سکتے کیونکہ اصل، اشیاء کا پاک و حلال ہونا ہے جب تک کسی چیز کے ناپاک اور حرام ہونے کا شرعا ثبوت نہ ہو، لہذا جب شرعی ثبوت نہیں ہے تو لپ اسٹک پاک ہی کہلائے گی۔

لوگوں کی محض سنی سنائی بات کی وجہ سے کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ

الرحمن فرماتے ہیں: ''اصل متیقن طہارت وحلت تو شکوک وظنون ناقابل عبرت۔''
(فتاوی رضویہ شریف، جلد4، صفحہ508، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''شریعتِ مطہرہ میں طہارت وحلت اصل ہیں اوران کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت ونجاست عارضی کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک وظنون سے اُن کا اثبات ناممکن کہ طہارت وحلت پر بوجہ اصالت جو یقین تھا اُس کا زوال بھی اس کے مثل یقین ہی سے متصور نہ ظن لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا یہ شرع شریف کا ضابطہ عظیمہ ہے جس پر ہزارہا احکام متفرع، یہاں تک کہ کہتے ہیں تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا وہ صدہا وساوس ہائلہ وفتنہ پردازی اوہام باطلہ ودست اندازی ظنون عاطلہ سے امان میں رہا۔۔۔۔اور یہ نفیس ضابطہ نہ صرف اسی قسم کے مسائل میں بلکہ ہزارہا جگہ کام دیتا ہے جب کسی کو کسی شے پر منع وانکار کرتے اور اُسے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہتے سنو! جان لو کہ بار ثبوت اُس کے ذمہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اس کا دعوٰی اُسی پر مردود اور جائز ومباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لئے تمسک باصل موجود، علماء فرماتے ہیں: ''یہ قاعدہ نصوص علیہ احادیث نبویہ علی صاحبھا افضل الصلاۃ والتحیۃ وتصریحات جلیہ حنفیہ وشافعیہ وغیرہم عامہ علما وائمہ سے ثابت یہاں تک کہ کسی عالم کو اس میں خلاف نظر نہیں آتا۔''
(فتاوی رضویہ شریف، جلد4، صفحہ476تا478ملخصاً، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بازاری افواہوں کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی چنانچہ امام اہلسنت، امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: ''بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکامِ شرع کی مناط ومدار نہیں ہوسکتی بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں جن کی کچھ اصل نہیں یا ہے تو بہزار تفاوتِ اکثر دیکھا ہے ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی اور قائلوں سے تحقیق کیا تو یہی جواب ملا کر سُنا ہے نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے نہ اُس کی سند کا پتا چلے کہ اصل قائل کون تھا جس سے سُن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی یا ثابت ہُوا تو یہ کہ فلاں کافرمایا فاسق منتہائے اسناد تھا پھر معلوم ومشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں زید سے ایک واقعہ سُنیئے کہ مجھ سے عمرو نے کہا تھا عمرو سے پُوچھئے تو وہ کچھ اور بیان کرے گا۔ بکر سے دریافت ہوا تو اور تفاوت نکلا۔ علی ھذا القیاس۔''
(فتاوی رضویہ شریف، جلد4، صفحہ479، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(2) روزے کی حالت میں لپ اسٹک لگانے سے بچنا چاہیے کہ تھوک وغیرہ کے ذریعے اندر جانے کا خدشہ ہے اگر کسی طرح حلق سے نیچے اتر گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔اور حلق سے نہ بھی اترنے دی لیکن منہ میں اس کا ذائقہ محسوس ہو تو اس کا لگانا مکروہ ہوگا۔

روزہ میں کسی چیز کے چکھنے کے حوالے سے در مختار میں ہے "(و کرہ) لہ (ذوق شيء و) کذا (مضغہ بلا عذر)" ترجمہ: اور مکروہ ہے روزہ دار کے لیے بلا عذر کسی چیز کا چکھنا اور اسی طرح اس کا چبانا۔

(در مختار مع رد المحتار، جلد 02، صفحہ 416، دار الفکر، بیروت)

ایک سوال کے جواب میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: "روزہ تین باتوں سے جاتا ہے (1) جماع اگرچہ انزال نہ ہو، اور (2) مس جبکہ انزال ہو، اور (3) باہر سے کوئی چیز جوف میں اس طرح داخل ہو کہ باہر اُس کا علاقہ نہ رہے۔"

(فتاوی رضویہ شریف، جلد 10، صفحہ 486-487، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

مفتی ابو الحسن محمد ھاشم خان عطاری

08 رمضان المبارک 1442ھ 21 اپریل 2021ء

متفرقات

فتویٰ:92

عورت کہاں تک زینت اختیار کر سکتی ہے؟

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(1)عورت صرف اور صرف اپنے شوہر کے لئے زینت اختیار کرتے ہوئے کبھی کندھوں سے نیچے اور کبھی کندھوں سے اوپر بال کٹواتی ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(2)عورت کا اپنے شوہر کے لئے کہاں تک میک اپ کرنے کی اجازت ہے؟

(3)غیر شادی شدہ نوجوان عورت کو کہاں تک زینت کی اجازت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1)کندھوں سے اوپر بال کٹوانا ناجائز و حرام ہے کہ یہ مردوں سے مشابہت ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے:"عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو ملعونہ کہ مردوں سے تشبہ ہے۔ درمختار میں ہے:"قطعت شعر رأسھا اثمت ولعنت والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال "کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو وہ گنہگار ہوئی۔ نیز اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت برسی اور اس میں جو علت مؤثرہ ہے وہ مردوں سے "تشبہ" ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ543، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اگر شوہر اس پر راضی ہو تو وہ بھی گنہگار ہے۔ درمختار میں ہے"فیہ (ای المجتبی) قطعت شعر راسھا اثمت ولعنت فی البزازیۃ ولو باذن الزوج لانہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال "یعنی مجتبٰی شرح قدوری میں ہے عورت اپنے سر کے بال کاٹے تو گنہگار وملعونہ ہو جائے گی۔ بزازیہ میں فرمایا کہ اگرچہ شوہر کی اجازت سے، اس لئے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ اسی لئے مرد پر داڑھی کاٹنا حرام ہے اور علت گناہ مردوں کی وضع بنانی ہے۔(یعنی عورت کو موئے سر تراشنے کی حرمت میں یہ علت ہے کہ یہ مردانی وضع ہے جس طرح مرد کو ریش

تراشنی حرام ہونے کی علت کہ عورتوں سے تشبہ ہے اور وہ دونوں ناجائز ہیں۔)

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، جلد6، صفحہ407، دارالفکر، بیروت)

امام احمد ودارمی وامام بخاری وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وطبرانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت کرتے ہیں "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبہین من الرجال بالنساء، والمتشبہات من النساء بالرجال" ترجمہ: لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں پر جو عورتوں کی وضع بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء۔۔الخ، جلد7، صفحہ159، دارطوق النجاۃ، مصر)

(2) عورت کا اپنے شوہر کے لئے زینت کرنا جبکہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حلال اشیاء سے کرے، جائز ومستحب ہے۔ امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "کہ عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعث اجر عظیم اور اس کے حق میں نماز نفل سے افضل ہے۔ بعض صالحات کہ خود اور ان کے شوہر دونوں صاحب اولیاء کرام سے تھے ہر شب بعد نماز عشا پورا سنگار کرکے دلھن بن کر اپنے شوہر کے پاس آتیں اگر انھیں اپنی طرف حاجت پاتیں حاضر رہتیں ورنہ زیور ولباس اتار کر مصلی بچھاتیں اور نماز میں مشغول ہو جاتیں اور دلھن کو سجانا تو سنت قدیمہ اور بہت احادیث سے ثابت ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ126، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(3) کنواری لڑکی بھی شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حلال اشیاء سے میک اپ وغیرہ کرسکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بلکہ کنواری لڑکیوں کو زیور ولباس سے آراستہ رکھنا کہ انکی منگنیاں آتی ہیں، یہ بھی سنت ہے۔۔۔ بلکہ عورت کا باوصفِ قدرت بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ مردوں سے تشبہ ہے۔۔۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورت کو بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں اور فرماتیں: کچھ نہ پائے تو ایک ڈورا ہی گلے میں باندھ لے۔" (فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ126 تا128، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

یاد رہے کہ عورتوں کا بھنویں تراشوانا جائز نہیں ہے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

الجواب صحیح
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

24رمضان المبارک 1433ھ/13اگست 2012ء

فتویٰ:93

بیوٹی پارلر کی کمائی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بیوٹی پارلر کا کام کرنا، جائز ہے یا نہیں اور اس کی کمائی کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بیوٹی پارلر زمیں بہت سے خلاف شرع امور کیے جاتے ہیں، جیسے خوبصورتی لانے کے لیے آئی برو بنانا جس میں بھنوؤں کے بالوں کو اکھیڑا جاتا ہے اور عورتوں کے بھنوؤں کے بالوں کو اکھیڑنے یا اکھڑوانے کو حدیث شریف میں باعثِ لعنت قرار دیا گیا ہے، مردوں کی طرح عورتوں کے بال چھوٹے چھوٹے کاٹے جاتے ہیں جس سے عورت مرد کے مشابہ معلوم ہوتی ہے اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت والا یہ کام بھی باعثِ لعنت ہے، عورت کا مرد کی تزیین یا مرد کا عورت کی تزیین کرنا وغیرہ، البتہ ان میں بعض کام جائز بھی ہوتے ہیں مثلاً چہرے کے زائد بالوں کی صفائی، مختلف کریمز اور آئی شیڈز وغیرہ کے ذریعہ میک اپ کرکے چہرے کو خوبصورت بنانا، سیاہ مائل رنگت کو نکھارنا، ہاتھوں پاؤں میں مہندی لگانا، بالوں کو سنوارنا وغیرہا بھنوؤں کے بال بہت بدصورت ہوں تو ان کی فقط بدنمائی کو دور کرنا وغیرہ جائز میک اپ۔ تو اگر بیوٹی پارلر میں صرف جائز کام کیے جائیں خلاف شرع امور سے بالکل اجتناب کیا جائے تو بیوٹی پارلر کا کام کرنا، جائز ہے اور اس کی آمدنی بھی جائز و مباح جبکہ اجارے کی دیگر شرائط یعنی کام کا وقت یا کام معین ہو۔ اور اگر خلاف شرع امور کا بھی ارتکاب کرنا پڑتا ہو تو پھر یہ کام جائز نہیں اور ان ناجائز کاموں کی آمدنی بھی ناجائز ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”ولو استأجر مشاطۃ لتزین العروس مباح قالوا لا یطیب لھا الاجر الا ان یکون علی وجہ الھدیۃ من غیرِشرط، وقیل ینبغی أن تجوز الاجارۃ اذا کانت مؤقتۃ أو کان العمل معلوماً ولم ینقش التماثیل علی وجہ العروس ویطیب لھا الاجر لان تزیین العروس مباح“ ترجمہ:۔ اور اگر کسی نے دلہن سجانے والی کو اجارہ پر لیا تو یہ جائز ہے، بعض فقہاء نے فرمایا کہ اس

کی اجرت جائز نہیں مگر یہ کہ کام کے بعد اس کو بطورِ تحفہ کچھ دے دیا جائے جبکہ کسی قسم کی کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو ،اور بعض فقہاء نے فرمایا کہ اس کا وقت اگر معلوم ہے یا کام معلوم ہے تو اس کا اجارہ جائز اور اجرت پاک ہے کیونکہ دلہن کو سجانا مباح امر ہے لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ دلہن کے چہرے پر کسی قسم کے نقش و نگار یا تصویریں نہ بنائے۔"

(فتاوی عالمگیری جلد4 صفحہ526 مطبوعہ پشاور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

22 شوال المکرم 1432ھ 21 ستمبر 2011ء

فتویٰ: 94

عورت کا میک اپ کروانے کے لیے بیوٹی پارلر جانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بیوٹی پارلر جانا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بیوٹی پارلر پردے میں جانا اور پردے میں رہ کر جائز معاملات کرنا جائز ہے۔اور ناجائز معاملات اگرچہ پردے میں ہوں ناجائز ہیں۔ جیسے میک اپ کروانا جائز ہے جبکہ پردے میں ہو اور بھنویں بنانا، ناجائز ہے۔اسی طرح عورتوں کا اتنی مقدار میں بال کٹوانا جس سے مردوں سے مشابہت ہو جائے، ناجائز ہے اور کندھوں کے نیچے بالوں کی نوکیں وغیرہ کاٹنا جائز ہے۔ فتاوی رضویہ میں ہے: "عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو ملعونہ کہ مردوں سے تشبہ ہے۔درمختار میں ہے "قطعت شعر رأسھا اثمت ولعنت والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال "ترجمہ: کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو وہ گنہگار ہوئی۔ نیز اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت برسی اور اس میں جو علت مؤثرہ ہے وہ مردوں سے "تشبہ" ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ543، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صحیح بخاری، مسلم، ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی میں ہے" واللفظ للبخاری: "عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن

المغیرات خلق اللہ“ ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کھال گودنے اور گدوانے والی، بال اکھاڑنے والی، خوبصورتی کے لئے دانتوں میں مصنوعی فاصلہ بنانے والی اور بناوٹ خداوند میں ردوبدل کرنے والی عورتوں پر لعنت فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الواشمۃ، جلد02، صفحہ404، مطبوعہ لاہور)

البتہ اگر بھنویں بہت زیادہ ہوگئی ہیں اور دیکھنے میں بہت بری لگ رہی ہیں تو ہلکی سی ترشوا سکتے ہیں۔ یہ اسی صورت میں جبکہ بدنما لگتی ہوں، کئی عورتوں کو بری نہ بھی لگیں تو زبردستی اسے بدنمائی کے دائرے میں داخل کرکے تراشنا شروع کردیتی ہیں۔ اللہ عزوجل نفس کی اتباع سے محفوظ رکھے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

17 رمضان المبارک 1432ھ/18 اگست 2011ء

فتویٰ: 95

مَرد کا عورت کو یا عورت کا مَرد کو میک اپ کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوٹی پارلر میں اجنبی مرد، عورت کو اور عورت، اجنبی مرد کو تیار کرے، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ نیز اس سے حاصل ہونے والی کمائی کا کیا حکم؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شریعتِ مطہرہ نے عورت کو اجنبی مرد سے اور اسی طرح مرد کو اجنبیہ عورت سے پردے کا حکم دیا ہے اور ان دونوں کے ایک دوسرے کو بلاضرورتِ شرعیہ چھونے کو حرام فرمایا ہے اور بیوٹی پارلر میں بے پردگی کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے جسم کو چھونا بھی پایا جاتا ہے، جو سخت ناجائز و حرام ہے اور کئی مرتبہ ان دونوں میں تنہائی بھی پائی جاتی ہے، جو مزید گناہ کا باعث ہے، الغرض یہ کام کئی ناجائز و حرام کاموں کا مجموعہ ہے، ایسا کرنے کی شریعت میں ہرگز ہرگز اجازت نہیں، البتہ اس پر ملنے والی اجرت حرام نہیں ہے، کیونکہ اس اجارے کے ناجائز و حرام ہونے کی وجہ نفسِ اجارہ یا شرائطِ صحتِ اجارہ نہیں بلکہ ایک امرِ خارج ہے اور وہ امرِ خارج بے پردگی، بدن

کو چھونا اور خلوت ہونا وغیرہ ہے، لہٰذا مرد کا اجنبی عورت کو اور اجنبی عورت کا مرد کو تیار کرنے پر ملنے والی اجرت فی نفسہ اجارے کے فقہی طور پر صحیح ہونے کی وجہ سے جائز ہے، یاد رہے کہ بھنویں بنانا فی نفسہ ناجائز و حرام کام ہے اور اس پر ملنے والی اجرت بھی ناجائز ہے، البتہ اگر اتنی زیادہ بڑھ گئیں کہ دیکھنے میں بُری لگیں، تو حدِ اعتدال تک بنوانے کی اجازت ہے۔

اجنبی مرد کا عورت کو دیکھنے کے بارے میں حدیث شریف میں ہے: ''لعن اللہ الناظر والمنظور إلیہ'' ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ دیکھنے والے پر اور اُس پر جس کی طرف نظر کی گئی، اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے (یعنی دیکھنے والا جب بلا عذر قصداً دیکھے اور دوسرا اپنے کو بلا عذر قصداً دکھائے)۔

(شعب الایمان، ج10، ص214، مطبوعہ ریاض)

اجنبیہ عورت کو چھونے کے حرام ہونے کے بارے میں حدیث پاک میں ہے: ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لأن یطعن في رأس أحد کم بمخیط من حدید خیر لہ من أن یمس امرأۃ لا تحل لہ'' ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی گھونپ دی جائے، تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے، جو اس کے لیے حلال نہیں۔

(المعجم الکبیر، ابو العلاء یزید بن عبد اللہ۔۔۔ الخ، ج20، ص211، حدیث486، مطبوعہ قاھرہ)

اجنبیہ عورت سے خلوت کے حرام ہونے کے بارے میں حدیث پاک میں ہے: ''عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثھما الشیطن'' یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کوئی مرد کسی (غیر محرم) عورت کے ساتھ اکیلا نہیں بیٹھتا، مگر یہ کہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی، ج1، ص351، مطبوعہ لاھور)

میک اپ کرنے پر فی نفسہ اجارہ کے جائز ہونے اور اس پر ملنے والی اجرت کے جواز کے بارے میں درمختار میں ہے: ''وجاز إجارۃ الماشطۃ لتزین العروس'' ترجمہ: بناؤ سنگھار کرنے والی عورت سے دُلہن سجانے کے لیے اجارہ کرنا جائز ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، ج9، ص106، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے: ''تجوز الاجارۃ اذا کانت مؤقتۃ أو کان العمل معلوماً ولم ینقش التماثیل علی وجہ العروس ویطیب لھا الاجر لان تزیین العروس مباح'' یعنی (بناؤ سنگھار کرنے والی

عورت سے) اجارہ کرنا جائز ہے جبکہ اس کا وقت یا کام معلوم ہو اور وہ دلہن کے چہرے پر تصویریں نہ بنائے اور اس کے لیے اجرت پاک ہے، کیونکہ دلہن کو سجانا، جائز کام ہے۔ (فتاوی عالمگیری، ج4، ص526، مطبوعہ کوئٹہ)

موسوعہ کویتیہ میں ہے: "وصرح الحنفية والشافعية بجواز استئجار الماشطة لتزين العروس ۔۔۔لأن أصل التزين مشروع، والإجارة على المنافع المشروعة صحيحة" ترجمہ: بناؤ سنگھار کرنے والی عورت سے دلہن سجانے کے لیے اجارے کے جائز ہونے پر فقہائے احناف اور شوافع نے صراحت کی ہے، کیونکہ دلہن سجانا مشروع فعل ہے اور اجارہ مشروع منافع پر صحیح ہے۔ (موسوعہ کویتیہ، ج11، ص276)

فی نفسہ کام کے جائز ہونے پر اجرت کے جائز ہونے کے بارے میں مبسوط سرخسی میں ہے: "يكره له أن يستأجر امرأة حرة۔۔۔يستخدمها ويخلو بها، لقوله صلى الله عليه وسلم "لا يخلون رجل بامرأة ليس منها بسبيل فإن ثالثهما الشيطان" ولأنه لا يأمن من الفتنة على نفسه أو عليها إذا خلا بها، ولكن هذا النهي لمعنى في غير العقد فلا يمنع صحة الإجارة ووجوب الأجر إذا عمل كالنهي عن البيع وقت النداء" ترجمہ: مرد کے لیے (اجنبی) آزاد عورت کو اپنی خدمت کے لیے اجارے پر رکھنا مکروہ ہے اس حال میں کہ مرد کی اس عورت کے ساتھ تنہائی ہو، کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ہو، توان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے'' کیونکہ تنہائی میں مرد و عورت پر فتنہ کا خوف ہے، لیکن یہ ممانعت اصلِ عقد میں نہیں بلکہ اس سے ہٹ کر کسی چیز (یعنی ناجائز خلوت) کی وجہ سے، لہٰذا کام کرنے کی صورت میں یہ ممانعت اجارے کے صحیح ہونے اور اجرت کے واجب ہونے میں رکاوٹ نہیں بنے گی، جیسا کہ جمعہ کی اذانِ اول سے ختمِ نمازِ جمعہ تک خرید و فروخت کرنا (اگرچہ) جائز نہیں (لیکن یہ بیع فاسد و باطل نہیں بلکہ درست ہے)۔
(مبسوط سرخسی، ج16، ص59، مطبوعہ کوئٹہ)

تنہائی میں عورت سے خدمت لینے پر اجرت کے جائز ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے امام برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: ''لكن الإجارة جائزة، لأنها عقدت على الاستخدام وأنه مباح'' ترجمہ: لیکن یہ اجارہ جائز ہے، کیونکہ عقدِ اجارہ خدمت لینے پر ہے اور خدمت پر اجارہ کرنا، جائز ہے۔
(محیط برہانی، ج11، ص301، مطبوعہ ادارۃ القرآن)

حرام ذریعہ ہونے کے باوجود اُجرت کے جائز ہونے کے بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں: ''بہر حال نفس اجرت کہ کسی فعل حرام کے مقابل نہ ہو، حرام نہیں، یہی معنی ہیں اس قول حنفیہ کے کہ ''یطیب الاجر وان کان السبب حراما کما فی الاشباہ وغیرھا فاحفظ فانہ علم عزیز فی نصف سطر'' ترجمہ: اجرت طیب ہو گی اگرچہ سبب حرام ہے، جیسا کہ الاشباہ وغیرہ میں ہے۔ اس کو محفوظ کر لو یہ آدھی سطر میں نادر علم ہے۔''

(فتاوی رضویہ، ج 19، ص 501، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید لکھتے ہیں: ''اصل مزدوری اگر کسی فعل ناجائز پر ہو، سب کے یہاں ناجائز اور جائز پر ہو تو، سب کے یہاں جائز۔'' (فتاوی رضویہ، ج 23، ص 507، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بھنویں ترشوانے کے حرام ہونے کے بارے میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''اسی طرح گودنے والی اور گدوانے والی یا ریتی سے دانت ریت کر خوبصورت کرنے والی یا دوسری عورت کے دانت ریتنے والی یا موچنے سے ابرو کے بالوں کو نوچ کر خوبصورت بنانے والی اور جس نے دوسری کے بال نوچے، ان سب پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔''

(بہار شریعت، ج 3، ص 596، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اگر بھنویں اتنی زیادہ بڑھ گئیں کہ دیکھنے میں بُری لگیں، تو حدِ اعتدال تک ترشوانے کی اجازت کے بارے میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''بھوں کے بال اگر بڑے ہو گئے، تو ان کو ترشوا سکتے ہیں۔'' (بہار شریعت، ج 3، ص 585، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

19 جمادی الاول 1439ھ 06 فروری 2018ء

فتویٰ: 96

بیوٹی پارلر کا کام کرنا اور اس کام کے لیے مسجد کی دکان کرائے پر دینا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ مسجد کی دکانوں میں ایک دکان بیوٹی پارلر کے کام کے لئے

دی گئی ہے اور وہاں دکان پر نمایاں طور پر بیوٹی پارلر کی تشہیر کے لئے کچھ عورتوں کی تصاویر کے سائن بورڈ وغیرہ بھی لگائے گئے ہیں تو معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ کام کرنا اور اس کام کے لئے مسجد کی دکان کرائے پر دینا اور تصاویر لگانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

میک اپ کرنا یا اس پر اجرت لینا ایک جائز کام ہے جبکہ خلاف شرع کاموں سے اجتناب کیا جائے۔بیوٹی پارلر میں جائز وناجائز دونوں قسم کے کام ہوتے ہیں۔ عمومی طور پر وہاں ہونے والے کاموں میں ناجائز کام درج ذیل ہیں:

(1)آئی بروز بنوانا۔ حدیث شریف میں اس کام پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

(2)مردانہ طرز کے بال کاٹنا۔ حدیث شریف میں مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

(3)رانوں کے بالوں کی صفائی کرنا۔ایک عورت کے لئے دوسری عورت کی ناف سے گھٹنے سمیت جسم کے حصوں کا پردہ ہے بلاضرورت شرعیہ ان کو دیکھنا یا چھونا جائز نہیں۔

(4)بالوں میں سیاہ رنگ کا خضاب کرنا۔ بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگنا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ناجائز و حرام ہے۔

(5)گانے باجے چلانا۔ ان کے علاوہ اور بھی غیر شرعی معاملات ہوتے ہوں گے۔ یاد رہے کہ ان ناجائز کاموں کی اجرت لینا بھی جائز نہیں۔

البتہ بیوٹی پارلر میں درج ذیل امور جائز بھی ہوتے ہیں: مثلاً چہرے کے زائد بالوں کی صفائی، مختلف کریمز، لالی پاؤڈر، اور آئی شیڈز وغیرہ کے ذریعہ میک اپ کر کے چہرے کو خوبصورت بنانا، سیاہ مائل رنگت کو نکھارنا، ہاتھوں پاؤں میں مہندی لگانا، بالوں کو سنوارنا وغیرہا اور میک اپ کے لئے پاک اشیاء کا استعمال کرنا اور جائز میک اپ کرنا جائز ہے۔

اگرچہ ازروئے اجارہ بیوٹی پارلر کے لیے کرائے پر دکان دینا جائز ہے جبکہ بیوٹی پارلر میں ہونے والے

ناجائز امور پر مدد کی نیت نہ کی جائے بلکہ محض اجارے سے ہی غرض ہو۔تاہم ایسے لوگ جو دکان میں جائز و ناجائز دونوں قسم کے کام کریں گے ان کو اپنی دکان کرائے پر دینے سے بچنا چاہیے اور بالخصوص مسجد کی دکانوں کو ایسے کاموں سے بچانا چاہیے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ القوی فتاوی امجدیہ میں تصویر والے کو مسجد کی دکان کرائے پر دینے سے متعلق سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں ''اس شخص کو دکان کرایہ پر دی جاسکتی ہے، مگر یہ کہ کر نہ دیں کہ اس میں تصویر کھینچے۔اب یہ اس کا فعل ہے کہ تصویر بناتا ہے اور عذاب آخرت مول لیتا ہے۔پھر بھی بہتر یہ ہے کہ مسجد کے آس پاس خصوصاً دکانِ مسجد کو محرمات سے پاک رکھیں اور ایسے کو کرایہ پر دیں جو جائز پیشہ کرتا ہو۔''

(فتاوی امجدیہ، جلد3صفحہ272، مکتبہ رضویہ کراچی)

جاندار کی تصاویر دکان پر آویزاں کرنا جائز نہیں اور عورتوں کی تصاویر جو میک اپ کے بعد مزید جاذب نظر ہوں ان کا آویزاں کرنا بد نگاہی کی طرف دعوت دیتا ہے اس لئے عورتوں کی تصاویر لگانا بھی ہر گز جائز نہیں بے حیائی کی بات ہے۔اور جہاں جاندار کی تصاویر آویزاں ہوں وہاں رحمت کے فرشتے بھی نہیں آتے اس لئے تصاویر لگانا ہی جائز نہیں اور مسجد کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے اس کی دکانوں میں ایسی تصاویر لگانے سے ضرور احتراز کیا جائے۔

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو الحسن جمیل احمد غوری عطاری

27محرم الحرام1439ھ18اکتوبر2017ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ:97

جسم پر ٹیٹوز(Tattoos)بنانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آجکل بازوؤں اور بقیہ جسم پہ ٹیٹوز بنانے کا رواج بہت پھیل چکا ہے، اس میں لوگ اپنے جسم میں نام اور مختلف ڈیزائن وغیرہ بنواتے ہیں، یوں کہ مشین سے جسم کو چیر کر پکا رنگ بھر دیتے ہیں، اس میں تکلیف بھی ہوتی ہے، اور زخم بھی بن جاتا ہے، جو چند دنوں بعد ختم ہو

کر نیچے کا ڈیزائن واضح کر دیتا ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جسم پہ مختلف ڈیزائن کے ٹیٹوز بنوانا شرعاً ناجائز و ممنوع ہیں، اس میں اللہ عزوجل کی بنائی ہوئی چیز کو تبدیل کرنا ہے، اور اللہ عزوجل کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلی کرنا ناجائز و حرام اور شیطانی کام ہے۔

اللہ عزوجل قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ﴾ ترجمہ کنز الایمان: (شیطان نے کہا) اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے"۔

(پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 119)

اس کے تحت خزائن العرفان میں ہے: "جسم کو گود کر سرمہ یا سیندر وغیرہ جلد میں پیوست کر کے نقش و نگار بنانا، بالوں میں بال جوڑ کر بڑی بڑی جٹیں بنانا بھی اس میں داخل ہے"۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ النسائ، تحت آیت 119، صفحہ 175، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جیسے فعل سے منع فرمایا، چنانچہ بخاری شریف میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لعن اللہ الواشمات والمستوشمات، والمتنمصات، والمتفلجات للحسن، المغیرات خلق اللہ" ترجمہ: اللہ عزوجل کی لعنت ہو گودنے، گودوانے والیوں، بال اکھاڑنے، اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنوانے والیوں، اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والیوں پر"۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المستوشمۃ، جلد 2، صفحہ 880، مطبوعہ کراچی)

واشمات کے تحت عمدۃ القاری میں ہے: "(الواشمات) جمع واشمۃ من الوشم، وھو غرز ابرۃ او مسلۃ ونحوھما، فی ظھر الکف او المعصم او الشفۃ وغیر ذلک من بدن المراۃ حتی یسیل منہ الدم، ثم یحشی ذلک الموضع بکحل او نورۃ او نیلۃ" ترجمہ: واشمات وشمہ کی جمع ہے، یعنی گودنا، اور وہ یہ ہے کہ عورت کے ہاتھ کی پشت، کلائی، ہونٹ یا اس کے علاوہ کسی بھی جگہ سوئی یا نوک دار چیز پھیر دیا جاتا ہے، حتی کہ اس سے خون نکل جاتا ہے، پھر اس جگہ کو سرمہ، پاؤڈر یا نیل سے بھر دیا جاتا ہے"۔

(عمدۃ القاری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الحشر، تحت آیت 7، جلد 13، صفحہ 388، مطبوعہ ملتان)

اگر کسی شخص نے اپنے جسم پر اس طرح نام یا ڈیزائن بنوا لئے، تو اگر بغیر تکلیف و تغییر کے اسے ختم کروانا

ممکن ہو تو توبہ واستغفار کے ساتھ ساتھ ختم کروانا لازم ہے، ورنہ اس کو اسی حال میں رہنے دے، اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس کی توبہ واستغفار کرتا رہے۔

عمدۃ القاری میں ہے: "فان امکن ازالتہ بالعلاج، وجبت ازالتہ، وان لم یمکن الا بجرح، فان خاف منہ التلف او فوات عضو او منفعۃ عضو او شیأ فاحشا فی عضو ظاھر لم تجب ازالتہ، واذا تاب لم یبق علیہ اثم، وان لم یخف شیأ من ذلک ونحوہ، لزمہ ازالتہ ویعصی بتاخیرہ، وسواء فی ھذا کلہ الرجل والمراۃ" ترجمہ: پس اگر اس کا ازالہ علاج کے ذریعے ممکن ہو، تو ازالہ کرنا لازم ہے، اور اگر دوبارہ زخم دیئے بغیر ازالہ ممکن نہ ہو، اور اس سے عضو کے تلف ہو جانے، یا عضو کی منفعت فوت ہو جانے کا خوف ہو، یا جسم پر فحش تبدیلی کا خدشہ ہو تو ازالہ واجب نہیں، اور اس صورت میں توبہ کرے تو گناہ باقی نہ رہے گا، ۔۔۔ اور اس معاملے میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں"۔

(عمدۃ القاری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الحشر، تحت آیت 7، جلد 13، صفحہ 388، مطبوعہ ملتان)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے اسی طرح کا سوال ہوا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: "یہ غالباً خون نکال کر اسے روک کر کیا جاتا ہے، جیسے نیل گدوانا، اگر یہی صورت ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں کلام نہیں، اور جبکہ اس کا ازالہ ناممکن ہے، تو سوا توبہ واستغفار کے کیا علاج ہے، مولیٰ تعالیٰ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے"۔

(فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 387، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

25 جمادی الثانی 1437ھ 04 اپریل 2017ء

فتویٰ: 98

میت کی آنکھوں میں لینز لگے ہوں، تو انہیں نکالنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ میت کی آنکھوں میں لینز لگے ہوں، تو انہیں نکالنے کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

آنکھوں میں دو طرح کے لینز لگائے جاتے ہیں:

(1) جنہیں آپریشن کے ذریعہ آنکھ کے ڈھیلے کے اندر فکس کر دیا جاتا ہے اور انہیں بغیر آپریشن اور تکلیف کے نکالنا ممکن نہیں ہوتا جیسے (Intraocular lens)۔

(2) جنہیں آنکھ کے ڈھیلے کے اوپر چپکا دیا جاتا ہے، انہیں جب چاہیں بآسانی نکال سکتے ہیں اور جب چاہیں لگا سکتے ہیں جیسے (Contect lens)۔

اس تفصیل کے بعد پوچھی گئی صورت کا جواب یہ ہے کہ اگر میت کی آنکھوں میں Intraocular lens لگے ہوں، تو انہیں نہیں نکالا جائے گا، کیونکہ اس سے میت کو تکلیف ہو گی اور جس طرح زندہ شخص کو بلاوجہ تکلیف دینا جائز نہیں، یونہی میت کو دینا بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر میت کی آنکھوں میں Contect lens لگے ہوں اور بآسانی نکالے جا سکتے ہوں، تو انہیں نکال لینا چاہئے، کیونکہ لینز نظر کی کمزوری کی وجہ سے یا زینت حاصل کرنے کے لئے لگائے جاتے ہیں اور اب میت کو اس کی حاجت نہیں رہی، لہذا انہیں نکال لیا جائے گا۔

زندہ کی طرح میت کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی، وہ فرماتے ہیں: "اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ" ترجمہ: مسلمان کو مرنے کے بعد ایذا دینا ایسے ہی ہے، جیسے اس کی زندگی میں اسے ایذا دینا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، باب ماقالوا فی سب الموتی۔۔۔الخ، ج 3، ص 245، مطبوعہ ملتان)

میت کو ایذا دینے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے، آپ فرماتے ہیں: "کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ، فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ" ترجمہ: میں جس طرح مسلمان کی زندگی میں اسے ایذا دینے کو ناپسند کرتا ہوں، یونہی اس کی موت کے بعد بھی اسے ایذا دینے کو ناپسند کرتا ہوں۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، صفحہ 292، دار المعرفۃ، لبنان)

اور میت کی ایذا کے حوالہ سے فتاوی شامی میں ہے: "ان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی" ترجمہ: بیشک مردہ کو بھی اس چیز سے ایذا ہوتی، جس سے زندہ کو ہوتی ہے۔

(فتاوی شامی، کتاب الطہارۃ، فصل فی الاستنجاء، ج 1، ص 612، مطبوعہ پشاور)

جن چیزوں کی میت کو حاجت نہیں اور انہیں بآسانی میت کے جسم سے جدا کر سکتے ہوں، تو انہیں جدا کر لیا جائے گا۔ چنانچہ مبسوطِ سرخسی میں شہید کے حوالے سے ہے: ”ینزع عنه السلاح والجلد والفرو والحشو والخف والقلنسوة،لانه انما لبس هذه الاشياء لدفع باس العدو وقد استغنى عن ذلک“ترجمہ: شہید کے جسم سے اسلحہ، کھال، پوستین، روئی کا کپڑا، موزے اور ٹوپی اتار لی جائے گی، کیونکہ یہ چیزیں دشمن کے ضرر کو دور کرنے کے لئے پہنی جاتی ہیں اور میت کو ان کی حاجت نہیں رہی۔
(مبسوط سرخسی، ج2، ص79، مطبوعہ کوئٹہ)

اسی بارے میں بدائع الصنائع میں ہے: ”ینزع عنه الجلد والسلاح والفرو والحشو والخف والمنطقة والقلنسوة۔۔وهذا لان ما يترک ليكون كفناً والكفن ما يلبس للستر وهذه الاشياء تلبس اما للتجمل والزينة او لدفع البرد او لدفع معرة السلاح ولا حاجة للميت الى شيء من ذلک“ترجمہ: شہید کے جسم سے کھال، اسلحہ، پوستین، روئی کا کپڑا، موزے، کمر پر باندھا جانے والا پٹا اور ٹوپی اتار لی جائے گی اور یہ حکم اس لئے ہے، کیونکہ شہید کے جسم پر جو کپڑے باقی رکھے جاتے ہیں، وہ اس لئے رکھے جاتے ہیں، تاکہ وہ کفن ہو جائیں اور کفن وہ ہوتا ہے جو ستر چھپانے کے لئے پہنایا جاتا ہے اور یہ چیزیں خوبصورتی و زینت حاصل کرنے یا ٹھنڈک دور کرنے یا اسلحے کے نقصان کو دور کرنے کے لئے پہنی جاتی ہیں اور میت کو ان میں سے کسی چیز کی بھی حاجت نہیں رہی۔ (بدائع الصنائع، ج2، ص73، مطبوعہ کوئٹہ)

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ مرنے کے بعد مصنوعی دانت نکالنا چاہئے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ”نکال لینا چاہئے، اگر کوئی تکلیف نہ ہو۔“
(ملفوظات اعلی حضرت، صفحہ358، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

05ذوالحجۃ الحرام1442ھ16جولائی2021ء

فتویٰ:99

میت کے مصنوعی دانت نکالنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ منہ میں جو مصنوعی دانت لگائے جاتے

ہیں، میت کو غسل دیتے وقت وہ نکالے جائیں گے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

منہ میں دو طرح کے مصنوعی دانت لگائے جاتے ہیں، (۱) وہ دانت جو سرجری کے بعد مضبوط طریقے سے مستقل طور پہ فٹ کر دیئے جاتے ہیں، اور انہیں بغیر تکلیف کے نکالنا ممکن نہیں ہوتا، ایسے دانت میت کے منہ میں لگے ہوں تو انہیں نہیں نکالا جائے گا، کیونکہ نکالنے سے میت کو اذیت ہو گی، اور میت کو اذیت دینا منع ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ جس چیز سے زندہ کو تکلیف پہنچتی ہے، اسی سے مردہ کو بھی پہنچتی ہے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: ”اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ“ ترجمہ: مسلمان مردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، جلد 3، صفحہ 245، مطبوعہ ملتان)

در مختار میں ہے: ”ان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی“ ترجمہ: جس چیز سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے، مردے کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

(رد المحتار، کتاب الطھارۃ، فصل فی الاستنجاء، جلد 1، صفحہ 612، مطبوعہ پشاور)

اور میت کو اذیت دینا منع ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی منقول، فرمایا: ”کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ، فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ“ ترجمہ: میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں، یونہی بعدِ موت اس کی ایذا کو ناپسند کرتا ہوں۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، صفحہ 292، دار المعرفۃ، لبنان)

(۲) اور دوسرے وہ دانت جو منہ میں اس انداز سے فٹ کئے جاتے ہیں، کہ جب چاہیں بآسانی نکال سکتے، اور جب چاہیں لگا سکتے ہیں، ایسے دانت لگے ہوں، تو انہیں نکال لینا چاہئے۔

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ مرنے کے بعد مصنوعی دانت نکالنا چاہئے یا نہیں؟ تو جواباً ارشاد فرمایا: ”نکال لینا چاہئے، اگر کوئی تکلیف نہ ہو، اور اس کے ٹوٹے ہوئے دانت کفن میں رکھ دیئے جائیں۔“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، صفحہ 358، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللّٰہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

06ربیع الاول1438ھ06دسمبر2016ء

فتویٰ:100

بیوٹی پارلر کے لیے دکان کرائے پر دینا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت کا لیڈیز بیوٹی پارلر کھولنا کیسا ہے؟ نیز کیا بیوٹی پارلر کے لیے جگہ کرایہ پر دے سکتے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بیوٹی پارلر میں دو طرح کے کام ہوتے ہیں:

(1)صرف زینت وخوبصورتی کے لئے آئی بروز(Eyebrows)بنانا، مردانہ اسٹائل کے بال کاٹنا، ران (Thigh)کے بالوں کی صفائی کرنا، بالوں کو سیاہ رنگ یا سیاہ خضاب کرنا، یہ گناہ والے کام ہیں اور ان کاموں کے علاوہ خارجی طور پر ایسے مقام پر یا کسی بھی مقام پر موسیقی(Music)چلانا، عورتوں کی بے پردگی، جاذبِ نظر اور پرنٹ تصاویر لگانا بھی ناجائز ہے۔

(2)چہرے کے زائد بالوں کی صفائی، کریمز(Creams)، پاؤڈر اور آئی شیڈز(Eye Shades) وغیرہ کے ذریعے میک اَپ کر کے چہرے کو خوبصورت بنانا۔ سیاہی مائل رنگت کو نکھارنا، عورتوں کے ہاتھوں پاؤں میں مہندی لگانا، بالوں کو سنوارنا، پاک چیزوں کے ذریعے میک اَپ کرنا، یہ تمام جائز کام ہیں۔

ان میں سے پہلی قسم کے کام کرنا اور ان کاموں کی اجرت لینا ناجائز ہے اگرچہ دینے والا حلال مال سے اجرت دے رہا ہو، جبکہ دوسری قسم کے کام کرنا اور ان کی اجرت لینا جائز ہے۔ باقی بیوٹی پارلر کے لیے جگہ کرائے پر دینے کے بارے میں حکمِ شرعی یہ ہے کہ بیوٹی پارلر کو کرائے پر جگہ دینا شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ اس میں ہونے والے ناجائز کاموں پر مدد کرنے کی نیت نہ ہو، محض اجارہ اور آمدنی حاصل کرنے کی نیت ہو، کیونکہ وہاں پر ناجائز کام کا وبال ان لوگوں کو ہوگا، جو ناجائز کام کریں گے، اُن کا گناہ اِس شخص کے ذمہ نہیں ہوگا، البتہ اس کی جگہ پر یہ

ناجائز کام ہوں گے تو سہی، اس لیے بیوٹی پارلر کے لیے جگہ کرائے پر دینے سے بچنا چاہیے۔

سنن ابوداؤد میں حضرتِ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: ''لعنت الواصلة والمستوصلة والنامصة والمتنمّصة والواشمة والمستوشمة من غير داء'' ترجمہ: بال ملانے والی اور ملوانے والی اور ابرو کے بال نوچنے والی اور نوچوانے والی اور گودنے والی اور گودوانے والی پر لعنت ہے، جبکہ بیماری کی وجہ سے نہ کیا ہو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب في صلة الشعر، جلد2، صفحہ221، مطبوعہ لاہور)

عورت کا مردانہ اسٹائل کے بال رکھنا مردوں سے مشابہت اختیار کرنا ہے، جبکہ حدیثِ پاک میں ہے: ''لعن النبيّ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال'' ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت بنانے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت بنانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء الخ، جلد2، صفحہ874، مطبوعہ کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''عورت کو حرام ہے کہ اپنے بال تراشے کہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے، یونہی مردوں کو حرام ہے کہ اپنے بال عورتوں کی طرح بڑھائیں اور وجہ دونوں جگہ وہی مشابہت ہے کہ حرام و موجبِ لعنت ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ688، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ران کے ستر (یعنی چھپانے کی چیز) ہونے سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''أما علمت أن الفخذ عورة'' ترجمہ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ران ستر (یعنی چھپانے کی چیز) ہے؟

(سنن ابی داؤد، کتاب الحمام، باب النهي عن التعري، جلد2، صفحہ201، مطبوعہ لاہور)

اسی طرح ایک عورت کے لیے دوسری عورت کی ستر دیکھنے سے منع کرتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' لا ینظر الرجل إلی عریة الرجل ولا المرأة إلی عریة المرأة '' ترجمہ: ایک مرد دوسرے مرد کی اور ایک عورت دوسری عورت کی ستر (یعنی جسم کے جن حصوں کو شرعاً چھپانا لازمی ہے، ان) کو نہ دیکھے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الحمام، باب في التعري، جلد2، صفحہ201، مطبوعہ لاہور)

ایک عورت دوسری عورت کے کس حصے کو دیکھ سکتی ہے؟اس سے متعلق شیخ الاسلام علامہ علی بن ابو بکر المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " وینظر الرجل من الرجل إلی جمیع بدنه إلا ما بین سرته إلی رکبته ۔۔۔ وتنظر المرأة من المرأة إلی ما یجوز للرجل أن ینظر إلیه من الرجل " ترجمہ: ایک مرد دوسرے مرد کے تمام جسم کو دیکھ سکتا ہے، سوائے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے تک (کہ اس حصے کو نہیں دیکھ سکتا، اسی طرح) ایک عورت دوسری عورت کا وہی حصہ دیکھ سکتی ہے، جو ایک مرد دوسرے مرد کا حصہ دیکھ سکتا ہے۔ (الھدایہ، کتاب الکراھیة، فصل فی الوطء والنظر والمس، جلد4، صفحہ 419، 420، مطبوعہ بیروت)

کالا خضاب لگانے والوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یکون قوم فی اخر الزمان یَخضِبون بھذا السواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحة الجنة " ترجمہ: آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے، جو سیاہ خضاب لگایا کریں گے، جیسے کبوتروں کے پوٹے، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب ما جاء فی خضاب السواد، جلد2، صفحہ 226، مطبوعہ لاھور)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "سیاہ خضاب مطلقا مکروہِ تحریمی ہے، مرد عورت، سر داڑھی، سب اسی ممانعت میں داخل ہیں۔"

(مرآۃ المناجیح، جلد6، صفحہ 166، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی)

باجے کی آواز کو دنیا وآخرت میں ملعون قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ مسند بزار میں ہے: "صوتان ملعونان فی الدنیا والآخرة مزمار عند نعمة ورنة عند مصیبة " ترجمہ: دو آوازیں دنیا وآخرت میں ملعون ہیں: نعمت کے وقت باجے کی آواز اور مصیبت کے وقت رونے کی آواز۔"

(مسند بزار، مسند ابی حمزہ انس بن مالک، جلد14، صفحہ 62، مطبوعہ مدینۃ المنورہ)

گانوں کے متعلق شعب الایمان میں ہے: "الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع " ترجمہ: گانا، دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے، جیسے پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔

(شعب الایمان، فصل وممایبنغی للمسلم المرء ان یحفظ اللسان، جلد7، صفحہ 108، مطبوعہ ریاض)

تصویر بنانے پر عذاب کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان اشد الناس عذابا عند اللہ یوم القیامة المصورون "ترجمہ: بے شک قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب والے تصویر

بنانے والے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین، جلد2، صفحہ880، مطبوعہ کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”شک نہیں کہ ذی روح کی تصویر کھینچی بالاتفاق حرام ہے اگرچہ نصف اعلیٰ بلکہ صرف چہرہ کی ہی ہو کہ تصویر چہرہ کا نام ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد21، صفحہ196، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

چہرے کے زائد بال اتارنے سے متعلق علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فلو کان فی وجهها شعر ينفر زوجها عنها بسببه ففي تحريم ازالته بعد لأن الزينة للنساء مطلوبة للتحسين ۔۔۔ اذا نبت للمرأة لحية أو شوارب فلا تحرم ازالته بل تستحب“ ترجمہ: اگر عورت کے چہرے پر بال ہوں تو اس کے سبب سے شوہر کو بیوی سے نفرت ہو گی لہذا یہ بال صاف کرنے کو حرام قرار دینا بعید ہے (یعنی یہ بال صاف کرنا، جائز ہے) کیونکہ عورتوں کے لئے زینت، خوبصورتی کے لئے مطلوب ہے (اسی طرح) جب عورت کے داڑھی یا مونچھ کے بال نکل آئیں، تو ان کو صاف کرنا حرام نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، جلد9، صفحہ615، مطبوعہ کوئٹہ)

جائز چیز سے چہرے کا میک اپ کرنے سے متعلق علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ولا يمنع من الادوية التي تزيل الكلف وتحسن الوجه“ ترجمہ: اور ان دوائیوں کا استعمال منع نہیں، جو جھائیاں (چہرے کے سیاہ داغ) ختم کرتی ہیں اور چہرے کو خوبصورت بناتی ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، کتاب فضائل القران، جلد14، صفحہ179، مطبوعہ ملتان)

عورتوں کو مہندی لگانے کی تو خود سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاکید فرمائی ہے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: ”ان هندا ابنة عتبة قالت: يا نبي الله! بايعني، قال: لا ابايعك حتى تغيري كفيك كانهما كفا سبع“ ترجمہ: بیشک ہندہ بنتِ عتبہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بیعت کر لیجئے۔ ارشاد فرمایا: میں تجھے بیعت نہیں کروں گا یہاں تک کہ تو اپنی ہتھیلیاں (مہندی کے رنگ سے) تبدیل نہ کر لے، (مہندی کے بغیر تو) گویا یہ کسی درندے کی ہتھیلیاں ہیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی الخضاب للنساء، جلد2، صفحہ220، مطبوعہ لاھور)

ناجائز کام کا اجارہ کرنے سے متعلق فقہِ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے: ”ولا يجوز الاستيجار على

الغناء والنوح وکذا سائر الملاھی لانہ استیجار علی المعصیة والمعصیة لاتستحق بالعقد" ترجمہ: گانے، نوحے اور اسی طرح تمام لہو ولعب کے کاموں پر اجارہ کرنا، ناجائز ہے، کیونکہ یہ معصیت (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کام) ہیں اور معصیت کا استحقاق کسی عقد سے نہیں ہوتا۔

(الھدایہ، کتاب الاجارات، باب الاجارۃ الفاسدۃ، جلد3، صفحہ306، مطبوعہ لاھور)

ناجائز کام کی اجرت کے متعلق امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ایک وہ جس میں خود ناجائز کام کرنا پڑے، جیسے یہ ملازمت جس میں سود کا لین دین، اس کا لکھنا پڑھنا، تقاضا کرنا اس کے ذمہ ہو، ایسی ملازمت خود حرام ہے، **اگرچہ اس کی تنخواہ خالص مال حلال سے دی جائے، وہ مالِ حلال بھی اس کے لئے حرام ہے۔** مال حرام ہے تو حرام در حرام۔"

(فتاوی رضویہ، جلد19، صفحہ515، رضافاؤنڈیشن لاھور)

جائز میک اپ کرنے کی اجرت سے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ولو استأجر مشاطة لتزین العروس مباح ۔۔۔ ینبغی أن تجوز الاجارة اذا كانت مؤقتة أو كان العمل معلوماً ولم ینقش التماثیل علی وجه العروس ویطیب لها الاجر لان تزیین العروس مباح" ترجمہ: اور اگر کسی نے دلہن سجانے والی کو اجارہ پر لیا تو یہ جائز ہے۔ اگر اس کا وقت معلوم ہے یا کام معلوم ہے تو اس کا اجارہ جائز اور اجرت پاک ہے، کیونکہ دلہن کو سجانا ایک جائز کام ہے، لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ دلہن کے چہرے پر کسی قسم کی تصویریں نہ بنائے۔"

(فتاوی عالمگیری، جلد4، صفحہ526، مطبوعہ کوئٹہ)

ایسے شخص کو جگہ کرائے پر دینا جو اس میں ناجائز کام کرتا ہو، اس کے متعلق محیط برہانی میں ہے: "وإذا استأجر الذمي من المسلم دارا لیسكنها فلا بأس بذلک لأن الإجارة وقعت علی أمر مباح فجازت وإن شرب فیها الخمر أو عبد فیها الصلیب أو أدخل فیها الخنازیر، لم یلحق المسلم في ذلک شيء لأن المسلم لم یؤاجرلها إنما یؤاجر للسكنی، وكان بمنزلة ما لو أجر دارا من فاسق كان مباحا، وإن كان یعصي فیها" ترجمہ: ذمی نے مسلمان سے گھر رہنے کے لیے کرائے پر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ ایک جائز کام کا عقد (Contract) ہے، تو یہ اجارہ جائز ہوا اور اگر وہ اس میں شراب پیے یا صلیب کی پوجا کرے یا خنزیر اس میں رکھے، تو مسلمان کو کچھ گناہ نہیں، کیونکہ مسلمان نے اسے ان کاموں کے لیے نہیں دیا، اس نے تو صرف رہنے کے لیے دیا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی فاسق کو جائز کام کے لیے

گھر کرائے پر دیا اگرچہ وہ اس میں گناہ بھی کرتا ہو۔

(المحیط البرھانی، کتاب الاجارۃ، الفصل الخامس عشر، جلد 11، صفحہ 348، ادارۃ القرآن، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فوٹو گرافر کو دکان کرائے پر دینے سے متعلق فرماتے ہیں: ”اس شخص کو دکان کرائے پر دی جاسکتی ہے، مگر یہ کہہ کر نہ دیں کہ اس میں تصویر کھینچے۔ اب یہ اس کا فعل ہے کہ تصویر بناتا ہے اور عذابِ آخرت مول لیتا ہے پھر بھی بہتر یہ ہے کہ ایسے کو دیں، جو جائز پیشہ کرتا ہو۔ ملخصاً“

(فتاویٰ امجدیہ، جلد 3، صفحہ 272، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

23 ربیع الثانی 1443ھ/29 نومبر 2021ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

حدیث پاک

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إنّ اللّٰہ جمیل یحبّ الجمال" ترجمہ: اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔

(الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، ص ۶۰، رقم الحدیث ۱۴۷)

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی
UAN +92 21 111 25 26 92 0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net